

ادب کا کلاسیک

دیوانِ غالب

منظوم پنجابی ترجمہ

از

اسیر عابد

نظر ثانی شدہ ایڈیشن
مجلس ترقی ادب، لاہور

دیوانِ غالب

منظوم پنجابی ترجمہ

دیوانِ غالب

پروفیسر مسعود اللہ دیوانِ غالب، منظوم پنجابی ترجمہ

دیوانِ غالب

اصل متن دے نال دیوانِ غالب دا منظوم پنجابی ترجمہ

از

اسیر عابد



مجلس ترقی ادب لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طبع دوم: جون ۱۹۹۷ء

تعداد : ۵۰۰

ناشر : احمد ندیم قاسمی

ناظم مجلس ترقی ادب، لاہور

مطبع : سعادت آرٹ پریس، ۱۹-A ایبٹ روڈ، لاہور

طابع : توفیق الرحمن

قیمت : ۱۳۵ روپے

اپنے جنت ورگے ماں باپ
تے

مہربان اُستاداں دے ناں

— اسیر عابد

فہرست

ترجمے کا اعجاز
پینڈا

احمد ندیم قاسمی ، ۱۹
اسیر عابد ، ۲۵

روایت (الف)

- ۱ — نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا ، ۳۲
- ۲ — جراست تحفہ، الماس ارمغان، دارغ جگر ہدیہ، ۳۲
- ۳ — جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار ، ۳۴
- ۴ — کہتے ہو، نہ دیں گے ہم دل اگر پڑ پایا ، ۳۶
- ۵ — دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا ، ۳۸
- ۶ — شوق ہر رنگِ رقیبِ سر و سامان نکلا ، ۴۰
- ۷ — دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا ، ۴۲
- ۸ — شمارِ سحر مرعوبِ بتِ مشکل پسند آیا ، ۴۴
- ۹ — دہریں نقشِ وفا و جہِ تسلی نہ ہوا ، ۴۶
- ۱۰ — ستائش گرتے زاہد اس قدر جس بارغِ رضوان کا ، ۴۸
- ۱۱ — نہ ہو گا ایک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا ، ۵۰
- ۱۲ — سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ لغتِ مستی ، ۵۰
- ۱۳ — محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا ، ۵۲
- ۱۴ — بزمِ شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا ، ۵۴
- ۱۵ — شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرہ ابر آب تھا ، ۵۶
- ۱۶ — نالہٴ دل میں شب اندازِ اثرِ نایاب تھا ، ۵۸
- ۱۷ — اک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب ، ۶۰
- ۱۸ — بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا ، ۶۲

- ۱۹ — شبِ خممارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا ، ۶۴
- ۲۰ — دوستِ غمِ خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا ، ۶۶
- ۲۱ — ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا ، ۶۸
- ۲۲ — یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا ، ۷۰
- ۲۳ — درِ خورِ ہر دغضب جب کوئی ہم سانہ ہوا ، ۷۲
- ۲۴ — پے نذرِ کرمِ تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا ، ۷۴
- ۲۵ — گرنہ اندوہِ شبِ فرقت بیان ہو جائے گا ، ۷۶
- ۲۶ — دردِ منتِ کشِ دو انہ ہوا ، ۷۸
- ۲۷ — گلہ ہے شوقِ کو دل میں بھی تنگی جا کا ، ۸۰
- ۲۸ — قطرہ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا ، ۸۲
- ۲۹ — جب بتقریبِ سفر یار نے محمل باندھا ، ۸۲
- ۳۰ — میں اور بزمِ ناز سے یوں تشنہ کام آؤں ، ۸۴
- ۳۱ — گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو دیریاں ہوتا ، ۸۴
- ۳۲ — نہ تھا کچھ تو خدا تھا ، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ، ۸۶
- ۳۳ — یک ذرہ زمین نہیں بے کار باخ کا ، ۸۸
- ۳۴ — وہ مری چینِ جبین سے غم پنہاں سمجھا ، ۹۰
- ۳۵ — پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا ، ۹۲
- ۳۶ — ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا ، ۹۴
- ۳۷ — لبِ خشکِ درِ تشنگیِ مُردگان کا ، ۹۶
- ۳۸ — تو دوست کسی کا بھی ہسمگر نہ ہوا تھا ، ۹۶
- ۳۹ — شب کہ وہ مجلسِ فروزِ خلوتِ ناموس تھا ، ۹۸
- ۴۰ — آئینہ دیکھ اپنا سامنے لے کے رہ گئے ، ۹۸
- ۴۱ — عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا ، ۱۰۰
- ۴۲ — رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف ! ، ۱۰۲
- ۴۳ — ذکرِ اُسِ پریِ دہش کا اور پھر بیاں اپنا ، ۱۰۴
- ۴۴ — مرمہٴ مفتِ نظر ہوں مری قیمت یہ ہے ، ۱۰۶
- ۴۵ — غافلِ بوہمِ نازِ خود آرا ہے ، ورنہ یاں ، ۱۰۶

۴۶ — جوڑ سے باز آتے پر باز آتیں کیا ، ۱۰۸
 ۴۷ — لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی ، ۱۰۸

۴۸ — عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا ، ۱۱۰

رولیف (ب)

۴۹ — پھر سہا وقت کہ سہاں کشاموجِ شراب ، ۱۱۲

رولیف (ت)

۵۰ — افسوس کہ دیداں کا کیا رزق فلک نے ، ۱۱۳

۵۱ — رہا گر کوئی تا قیامت سلامت ، ۱۱۶

۵۲ — مند گتیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب ، ۱۱۶

۵۳ — آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازدارِ دوست ، ۱۱۸

رولیف (ج)

۵۴ — گلشن میں بند و بست بزرگِ دگر ہے آج ، ۱۲۰

۵۵ — لوہمِ مریضِ عشق کے تیمار دار ہیں ، ۱۲۰

رولیف (ج)

۵۶ — نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ ، ۱۲۲

رولیف (د)

۵۷ — حسنِ غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد ، ۱۲۳

رولیف (د)

۵۸ — بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر درو دیوار ، ۱۲۶

۵۹ — گھر جب بنا لیا ترے در پر کسے بغیر ، ۱۲۸

۶۰ — کیوں جل گیا نہ تابِ رُخ یار دیکھ کر ، ۱۳۰

۶۱ — لڑتا ہے مرادلِ زحمتِ مہرِ درخشاں پر ، ۱۳۲

۶۲ — ہے بسکہ ہراک ان کے اشارے میں نشاں اور ، ۱۳۳

۶۳ — صفائے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ زنگِ آخر ، ۱۳۶

۶۴ — ستم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خوباں تجھ پہ عاشق ہیں ، ۱۳۶

۶۵ — جنوں کی دستگیری کس سے ہو گر ہونہ عریانی ، ۱۳۸

۶۶ — لازم تھا کہ دیکھو مراد ستا کوئی دن اور ، ۱۴۰

رولیف (ز)

- ۶۷ — فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبحِ مہر ، ۱۳۲
 ۶۸ — حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسوںِ نیاز ، ۱۳۲
 ۶۹ — وسعتِ سعیِ کرم دیکھ کہ سرتا سرِ خاک ، ۱۳۲
 ۷۰ — کیونکہ اس بت سے رکھوں جانِ عزیز ، ۱۳۲
 ۷۱ — نے گلِ نغمہ ہوں نہ پردہ ساز ، ۱۳۶

رولیف (س)

- ۷۲ — مُتردہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے ، ۱۳۸

رولیف (ش)

- ۷۳ — نہ لیوے گرخس جو ہر طراوتِ سبزہ خط سے ، ۱۵۰

رولیف (ع)

- ۷۴ — جادۂ رہ ، خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع ، ۱۵۰
 ۷۵ — رُخِ نگار سے ہے سوزِ جادوئی شمع ، ۱۵۲

رولیف (ف)

- ۷۶ — بیمِ رقیب سے نہیں کرتے وداعِ ہوش ، ۱۵۴

رولیف (ک)

- ۷۷ — زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا تک ، ۱۵۶
 ۷۸ — آہ کو چاہتے اک عمر اثر ہونے تک ، ۱۵۸

رولیف (گ)

- ۷۹ — گر تجھ کو ہے یقینِ اجابتِ دعا نہ مانگ ، ۱۶۰

رولیف (ل)

- ۸۰ — ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفائے گل ، ۱۶۲

رولیف (م)

- ۸۱ — غم نہیں ہوتا ہے آندادوں کو بیش از یک نفس ، ۱۶۴

- ۸۲ — بہ نالہ حاصلِ دل بستگی فراہم کر ، ۱۶۶

- ۸۳ — مجھ کو دیا بغیر میں مانا وطن سے دور ، ۱۶۶

ردیف (ن)

- ۸۴ — لوں دام بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش ولے ، ۱۶۸
- ۸۵ — وہ فراق اور وہ وصال کہاں ، ۱۶۸
- ۸۶ — کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں ، ۱۷۰
- ۸۷ — آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں ، ۱۷۲
- ۸۸ — آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں ، ۱۷۴
- ۸۹ — مہرباں ہو کے بلا لو مجھے ، چاہو جس وقت ، ۱۷۶
- ۹۰ — ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن ، ۱۷۸
- ۹۱ — ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا کہاں نہیں ، ۱۸۰
- ۹۲ — مانعِ دشتِ نوردی کوئی تدبیر نہیں ، ۱۸۲
- ۹۳ — مت مردکِ دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں ، ۱۸۴
- ۹۴ — برشکالِ گریہ عاشق ہے دیکھا چاہتے ، ۱۸۴
- ۹۵ — عشقِ تاثیر سے نو مید نہیں ، ۱۸۶
- ۹۶ — جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں ، ۱۸۸
- ۹۷ — ملتی ہے توڑتے یار سے نارِ التہاب میں ، ۱۹۰
- ۹۸ — کل کے لئے کہ آج نہ خستِ شراب میں ، ۱۹۴
- ۹۹ — حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں ، ۱۹۶
- ۱۰۰ — ذکرِ میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں ، ۱۹۸
- ۱۰۱ — نالہ جزِ حسنِ طلب اے ستم ایجاد نہیں ، ۲۰۰
- ۱۰۲ — دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا ، ۲۰۲
- ۱۰۳ — ہو گئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر ، ۲۰۲
- ۱۰۴ — قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آنا ، ۲۰۴
- ۱۰۵ — دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا ، ۲۰۴
- ۱۰۶ — یہ ہم جو ہجر میں دیوارِ درد کو دیکھتے ہیں ، ۲۰۶
- ۱۰۷ — نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں ، ۲۰۸
- ۱۰۸ — تیرے تو سن کو صبا باندھتے ہیں ، ۲۱۰
- ۱۰۹ — زمانہ سخت کم آزار ہے بجانِ اسد ، ۲۱۰

- ۱۱۰ — دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں ، ۲۱۲
 ۱۱۱ — سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں ، ۲۱۴
 ۱۱۲ — دیوانگی سے دوست پر زنا رہی نہیں ، ۲۱۸
 ۱۱۳ — نہیں ہے زخم کوئی بخنے کے درخورد مرے تن میں ، ۲۲۰
 ۱۱۳ — مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں ، ۲۲۲
 ۱۱۵ — دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ، ۲۲۴
 ۱۱۶ — غنچہ ناشگفتہ کو دُور سے مت دکھا کہ یوں ، ۲۲۶
 ۱۱۷ — اپنا احوالِ دل زار کہوں یا نہ کہوں ، ۲۲۸

رولیف (۹)

- ۱۱۸ — حد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو ، ۲۳۰
 ۱۱۹ — کعبے میں جا رہا ، تو نہ دو طعنہ ، کیا کہیں ، ۲۳۰
 ۱۲۰ — وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو ، ۲۳۲
 ۱۲۱ — نفس میں ہوں گرا چھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو ، ۲۳۴
 ۱۲۲ — دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیمتن کے پاؤں ، ۲۳۶
 ۱۲۳ — واں اس کو ہولِ دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار ، ۲۳۶
 ۱۲۴ — واں پہنچ کر جو غش آتا پئے ہم ہے ہم کو ، ۲۳۸
 ۱۲۵ — تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو ، ۲۴۰
 ۱۲۶ — گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو ، ۲۴۲
 ۱۲۷ — کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو ، ۲۴۴
 ۱۲۸ — رہتے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو ، ۲۴۶

رولیف (۱۰)

- ۱۲۹ — از مہر تابہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ ، ۲۴۸
 ۱۳۰ — ہے سبزہ زار ہر در و دیوارِ نمکدہ ، ۲۴۸

رولیف (۱۱)

- ۱۳۱ — صد جلوہ رُو برودنے جو مرگاں اٹھاتے ، ۲۵۰
 ۱۳۲ — مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہتے ، ۲۵۲
 ۱۳۳ — بساطِ عجز میں تھا ایک دن ، یک قطرہ خون وہ بھی ، ۲۵۴

- ۱۳۴ — ہے بزمِ مہتاباں میں سخنِ آزرده لبوں سے ، ۲۵۶
- ۱۳۵ — تاہم کوشکایت کی بھی باقی نہ رہے جا ، ۲۵۸
- ۱۳۶ — گھر میں تھا کیا کہ تراغم اسے غارت کرتا ، ۲۵۸
- ۱۳۷ — غم دنیا سے گری پائی بھی فرصت سراٹھانے کی ، ۲۶۰
- ۱۳۸ — حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی ، ۲۶۰
- ۱۳۹ — کیا تنگ ہم ستم زدگان کا مکان ہے ، ۲۶۲
- ۱۴۰ — درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے ، ۲۶۴
- ۱۴۱ — سرگشتگی میں عالم ہستی سے یاس ہے ، ۲۶۶
- ۱۴۲ — گر خامشی سے فائدہ اخفائے راز ہے ، ۲۶۸
- ۱۴۳ — تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو ، ۲۶۸
- ۱۴۴ — ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا وہ بھی مٹ گیا ، ۲۷۰
- ۱۴۵ — پینس میں گزرتے ہیں جو کوچہ سے وہ میرے ، ۲۷۰
- ۱۴۶ — مری ہستی فضائے حیرت آباد تمنا ہے ، ۲۷۲
- ۱۴۷ — رحم کر ظالم کہ کیا بُودِ چراغِ کشتہ ہے ، ۲۷۳
- ۱۴۸ — چشمِ خواباں ، خامشی میں بھی نوا پرداز ہے ، ۲۷۳
- ۱۴۹ — عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی ، ۲۷۶
- ۱۵۰ — ہے آرمیدگی میں نکومش بجا مجھے ، ۲۷۸
- ۱۵۱ — زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ، ۲۷۸
- ۱۵۲ — اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے ، ۲۸۰
- ۱۵۳ — رفتارِ عمر قطع رہ اضطراب ہے ، ۲۸۲
- ۱۵۴ — دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاتے ہے ، ۲۸۴
- ۱۵۵ — گرم فریاد رکھا ، شکلِ نہالی نے مجھے ، ۲۸۶
- ۱۵۶ — کارِ گاہِ ہستی میں لالہ داغِ ساماں ہے ، ۲۸۸
- ۱۵۷ — اُگ رہا ہے درود یوار پہ سبزہ غالب ، ۲۸۸
- ۱۵۸ — سادگی پر اس کی مرجانے کی حسرت دل میں ہے ، ۲۹۰
- ۱۵۹ — دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی ، ۲۹۲
- ۱۶۰ — تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ہے ، ۲۹۴

- ۱۶۱ — کوئی دن گزندگانی اور ہے ، ۲۹۶
- ۱۶۲ — کوئی امید بر نہیں آتی ، ۲۹۸
- ۱۶۳ — دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے ، ۳۰۰
- ۱۶۴ — کہتے تو ہو تم سب کہ بتِ غالبہ ہو آتے ، ۳۰۲
- ۱۶۵ — پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے ، ۳۰۴
- ۱۶۶ — جنوں تہمت کش تسکین نہ ہو ، گر شادمانی کی ، ۳۰۸
- ۱۶۷ — نکو ہش ہے سزا فریادی بیدادِ دلبر کی ، ۳۱۰
- ۱۶۸ — بے اعتدالیوں میں سُبک سب سے ہم ہوتے ، ۳۱۲
- ۱۶۹ — جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی ، ۳۱۳
- ۱۷۰ — ظلمتِ کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے ، ۳۱۶
- ۱۷۱ — نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی ، ۳۲۰
- ۱۷۲ — میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہی ، ۳۲۲
- ۱۷۳ — آکہ مری جان کو قرار نہیں ہے ، ۳۲۳
- ۱۷۴ — ہجومِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے ، ۳۲۶
- ۱۷۵ — پابدامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرانورد ، ۳۲۶
- ۱۷۶ — جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے ، ۳۲۸
- ۱۷۷ — حسیں مہ گر چہ ہنگامِ کمال اچھا ہے ، ۳۳۲
- ۱۷۸ — عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے ، ۳۳۴
- ۱۷۹ — شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے ، ۳۳۶
- ۱۸۰ — ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ، ۳۳۰
- ۱۸۱ — میں انہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں ، ۳۳۲
- ۱۸۲ — غیر لیں محفل میں بوسے جام کے ، ۳۳۴
- ۱۸۳ — پھر اس انداز سے بہار آتی ، ۳۳۶
- ۱۸۴ — تغافلِ دوست ہوں میرا داغِ عمرِ عالی ہے ، ۳۳۶
- ۱۸۵ — کب وہ سنتا ہے کہانی ہے ، ۳۳۸
- ۱۸۶ — نقشِ نازِ بیتِ طناز بہ آغوشِ رقیب ، ۳۵۰
- ۱۸۷ — گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آتی ہے ، ۳۵۰

- ۱۸۸ — جس زخم کی ہو سکتی ہو تدریرِ رُفُو کی ، ۳۵۲
- ۱۸۹ — سیلابِ پشتِ گرمی آئینہ دے ہے ہم ، ۳۵۳
- ۱۹۰ — بے وصل ، ہجر ، عالمِ تمکین و ضبط میں ، ۳۵۴
- ۱۹۱ — چاہتے اچھوں کو جتنا چاہتے ، ۳۵۶
- ۱۹۲ — ہر قدمِ ددری منزل ہے نمایاں مجھ سے ، ۳۵۸
- ۱۹۳ — مکتہ چیں ہے غمِ دل اس کو سناتے نہ بنے ، ۳۶۲
- ۱۹۴ — چاک کی خواہش اگر دشتِ بہ عریانی کرے ، ۳۶۴
- ۱۹۵ — وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے ، ۳۶۶
- ۱۹۶ — تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے ، ۳۶۸
- ۱۹۷ — خطر ہے رشتہ الفتِ رگ گردن نہ ہو جاتے ، ۳۶۸
- ۱۹۸ — فریاد کی کوئی لے نہیں ہے ، ۳۷۰
- ۱۹۹ — نہ پوچھ نسخہ مرہمِ جراحتِ دل کا ، ۳۷۲
- ۲۰۰ — ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے ، ۳۷۲
- ۲۰۱ — کرے ہے بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ ، ۳۷۴
- ۲۰۲ — کیوں نہ ہو چشمِ مہیاں مجھ تغافل کیوں نہ ہو ، ۳۷۴
- ۲۰۳ — دیا ہے دل اگر اس کو ، بشر ہے ، کیا کہتے ، ۳۷۶
- ۲۰۴ — دیکھ کر دردِ پردہ گرم دامنِ انسانی مجھے ، ۳۷۸
- ۲۰۵ — یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے ، ۳۸۰
- ۲۰۶ — حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی آزمائش ہے ، ۳۸۲
- ۲۰۷ — کبھی نیکی بھی اُس کے جی میں گر آجاتے ہے مجھ سے ، ۳۸۴
- ۲۰۸ — زبسکہ مشقِ تماشا جنوںِ علامت ہے ، ۳۸۶
- ۲۰۹ — لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے ، ۳۸۸
- ۲۱۰ — باز بچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے ، ۳۹۰
- ۲۱۱ — کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہتے ، ۳۹۳
- ۲۱۲ — رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے ، ۳۹۸
- ۲۱۳ — نشہ ہا شادابِ رنگ و ساز ہا مستِ طرب ، ۴۰۰
- ۲۱۴ — عرضِ نازِ شوخیِ دندانِ برائے خندہ ہے ، ۴۰۲

قطعات

- گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری ، ۳۹۰
 — ہے جو صاحب کے کنبہ دست پہ یہ چکنی ڈلی ، ۳۹۲
 — منظور ہے گزارش احوالِ واقعی ، ۳۹۶
 — اے شہنشاہِ آسمان اورنگ ، ۵۰۰

متفرقات

- اب رہا ہے کب ہمیں حور و بشر کا امتیاز ، ۵۰۸
 — پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد ، ۵۰۸
 — اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقتِ آرائش ، ۵۰۸
 — دیدہ خوبیار ہے مدت سے ولے آج ندیم ، ۵۱۰
 — ابر و تار ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرو ، ۵۱۰
 — کمالِ حسن اگر موقوفِ اندازِ تغافل ہو ، ۵۱۰
 — شکوہِ یاراں غبارِ دل میں پہنا کر دیا ، ۵۱۰

ترجمے کا اعجاز

تخلیقی فنی کارنامے اپنی جگہ مگر ان کے بعد میرے نزدیک علم و فن کی دنیا میں دشوار ترین کام، ایک زبان کی شاعری کا دوسری زبان میں منظوم ترجمہ ہے جو حضرات یورپی زبانوں پر قدرت رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگرچہ انگریزی، فرانسیسی، روسی، جرمن، ہالوی، سپینی اور دیگر زبانوں کے افعال و مصادر کا معاملہ خاصی یکسانیت رکھتا ہے اور پھر یورپی ممالک کے تمدنوں میں بھی خاصی مماثلت پائی جاتی ہے، اس لئے ان زبانوں کے باہمی تراجم میں اتنی شدید دشواریاں حائل نہیں ہوتیں، تاہم یہ تراجم بھی، اصل کی روح کو کما حقہ برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح شاعری کے غیر فانی شاہ پاروں کا ترجمہ شری شاہکاروں کے تراجم کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ شاعری کا شاعری میں ترجمہ اعلیٰ درجے کی شعر شناسی کے علاوہ بڑی محنت و مشقت اور شدید کد و کاوش کا بھی متقاضی ہے اور متعلقہ زبانوں پر استادانہ گرفت کا بھی۔

خود اپنی مثال پیش کرتا ہوں کہ ۵۸-۱۹۵۹ء کی نظر بندی کے دنوں میں جیل کے اندر مجھے انگریزی شاعری کا ایک انتخاب ہاتھ لگا۔ اس کے مطالعے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ الزبتھ براؤننگ کے ”لوو سانیٹ“ (LOVE SONNETS) ہماری غزل کے بہت قریب ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سانیٹس کو اردو شاعری میں منتقل کرنے کی کوشش کی۔ کئی دن گزر گئے اور میں ایک سانیٹ کی ابتدائی چار پانچ لائنوں کا بھی سچا اور کھرا اور معیاری ترجمہ کرنے سے قاصر رہا۔ ترجمے کے طور پر جو مہرے میرے ذہن

میں آتے وہ بجائے خود خوبصورت تو تھے مگر انہیں الزبتھ کے مصرعوں کے دیانتدارانہ تراجم نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ کسی مصرعے میں اصل کے مقابلے میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا اور کسی مصرعے میں کچھ کمی رہ گئی تھی۔ چنانچہ میں نے ترجمے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر میں اثر لکھنوی اور ہادی حسین وغیرہ کے انگریزی کے منظوم تراجم دیکھ چکا تھا اور میں ان تراجم میں ایک اور پھیکے اور بے رس ترجمے کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مگر جب چند برس بعد عزیزم خالد احمد نے مجھے بتایا کہ ایک پنجابی شاعر اسیر عابد نے ”دیوانِ غالب“ کو پنجابی شاعری میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تو مجھے مسترت کی بجائے خدشہ محسوس ہوا کہ پنجابی میں منتقل ہو کر کہیں مرزا غالب کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔ میں سوچتا تھا کہ اسیر عابد نے غالب کے مثلاً اس شعر کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا :-

دل نہیں در نہ دکھاتا تجھ کو داغوں کی بہار

اس چراغاں کا کروں کیا، کار فرما جل گیا

کچھ عرصے کے بعد میں نے اسیر عابد کے تراجم میں سے اس شعر کا ترجمہ بطور خاص تلاش کیا، اور جب یہ ترجمہ پڑھا تو دم بخود رہ گیا کہ مرزا غالب کے اس بڑے شعر کے مفہوم کو اسیر عابد نے کچھ اس طرح پنجابی کا جامہ پہنایا ہے کہ اگر غالب زندہ ہوتا اور اسے پنجابی سے بھی شدید ہوتی تو یہ ترجمہ سن کر وہ اسیر عابد کو سینے سے لگا لیتا۔ ترجمہ یہ تھا :-

دل بند اتے آپے تینوں بلدے داغ دکھاندا

میں ایہہ دیوے کتھے باللاں، بالن والا بلیا

جب پورے ”دیوانِ غالب“ کا پنجابی ترجمہ میرے ہاتھ لگا تو میں اپنے بعض

پسندیدہ اشعار کے تراجم پر جھپٹا۔ ایک شعر یہ تھا :-

تو اور سوتے غیسر، نظر ہاتے تیز تیز
میں اور دکھ تری مژہ ہاتے دراز کا

اسیر عابد کا ترجمہ یوں تھا:-

اودھر توں پایا دیکھیں غیراں وتے ڈھنڈی ڈھنڈی اکھ
ایدھر مینوں رٹکا تیریاں لیتاں لیتاں پلکاں دا

اسیر عابد کے اس طرح کے سچے اور اچھے تراجم سے میں مسحور ہو کر رہ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ جس طرح شعر کتنا قدرت کی طرف سے ودیعت کی ہوئی تو توں کا اظہار ہے، اسی طرح اچھے شعر کا اچھا ترجمہ بھی قدرت کی اس ودیعتِ خاص کے بغیر ممکن نہیں اور اسیر عابد اس ودیعتِ خاص سے پوری طرح آراستہ ہے۔

ہم میں سے بہت سے کو تاہ نظر لوگ غالب کو مشکل گو اور دشوار پسند اور مبہم اور نہ جانے کیا کیا کہتے نہیں تھکتے مگر ناقابل تردید حقیقت یہ ہے کہ غالب اردو کا عظیم ترین شاعر ہے۔ اس نے اردو غزل کو وقار بخشا ہے اور اردو شاعری کا مرآت بنا دیا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی شاعری کے ہمہ نظر آنے لگی ہے۔ ایسے شاعر کی تخلیقات کے ترجمے کے بارے میں سوچنے سے ہی لہزہ طاری ہو جاتا ہے مگر اسیر عابد کا ترجمہ دیکھتے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے غالب کو پانی کی طرح پی لیا ہے اور اسے اپنے خون میں رواں کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ غالب کے اس طرح کے اشعار کو بھی اسیر عابد نے اپنے کمال فن سے ہموار کر لیا ہے جنہیں ”عام پسند“ اشعار میں شمار نہیں کیا جاتا۔

مثلاً :-

حسد سے دل اگر افسردہ ہے، گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے وا ہو

بقدرِ حسرتِ دل چاہتے ذوقِ معاصی بھی
 بھروں یک گوشہٴ دامن، گمہ آبِ ہفت دریا ہو
 اب اسیرِ عابد کا دیانت دارانہ اور فن کارانہ ترجمہ دیکھئے :-

ساڑے پاروں جے دل جھجیا، تار لے بھاتی نظراں دی
 خبر سے سوڑھی اکھ، نظارے، کھید کرن قبوتان دی
 سدھراں جیڈی تریہہ وی ہووے ہووے جدوں گناہوانی
 میری چنڈنہ بگلی کردی، چھپڑی ست سمندراں دی

غالب کا یہی مترجم جب غالب کی سلیس اور بظاہر سادہ اور ساتھ ہی مقبول عام
 غزلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ایسے ایسے فنی معجزے ظہور پذیر ہوتے ہیں :-

زندگی یوں بھی گز رہی جاتی
 کیوں ترا رہ گزر یاد آیا
 کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
 دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ترجمہ :-

اینویں کیوں لنگھ جاتی جانی سی
 خبر سے کامنوں تیرا لنگھا یاد پیا
 ات اجاڑاں جیہیاں ات اجاڑاں نیں
 تھلاں بریتے ڈٹھیاں جھنگا یاد پیا

دو اور اشعار :-

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

ترجمہ: —

ساڈے نالوں لگتے لگاتے تروڑیں نہ
کچھ وی نہیں تے بھلیا اٹ کھڑا سہتی
آسی کدی وی اگوں بسر نہ چکاں گے
بے پرواہتیاں تیرا لکھو وسیا سہتی
اب آخر میں غالب کی معروف (سلیس، غزل، کوئی امید بر نہیں آتی) کے
چند اشعار کا ترجمہ دیکھتے: —

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی
جاننا ہوں تو اب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی
اسیر عابدان اشعار کی سادگی اور پُرکاری کو یوں اپنے تخلیقی ترجمے کی
گرفت میں لاتا ہے: —

پکلی گل اے، مرنا اک دن مٹھیا اے
نیندر کا ہنوں راتیں جھلی آؤندی نیتیں
آگے دل دے حالوں ہا سڑ آؤندی سی
ہوں کہے وی گلوں بھیری آؤندی نیتیں

مُنیا، مُتھئیکیاں اَجرو دھیرے نیں
ایسے پاسے طبع کپتی آؤندی نہیں

ان اشعار کے ترجمے میں ”جھٹی“ اور ”بھٹی“ اور کپتی کے اضافوں پر چونکہ نہیں چاہیے کہ ان الفاظ کے بر محل استعمال سے غالب کے شعر کا مفہوم اپنی انتہائی گہرائیوں تک واضح ہو جاتا ہے۔ اسیر عابد کے تراجم میں جہاں جہاں بھی اس طرح کے — بظاہر بے جا — اضافے وارد ہوتے ہیں، وہ محض ضرورت شعری یا وزن و بحر کے تحت وارد نہیں ہوتے بلکہ ان اضافوں نے غالب کے اشعار کی تفہیم میں اضافے کئے ہیں اور یہ اشعار، پڑھنے والے پر آئینہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یوں اسیر عابد نے کسی ایک مقام پر بھی غالب کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب نہیں کیا اور ”دیوان غالب“ کا ایک ایسا منظوم پنجابی ترجمہ وجود میں آیا جو آئندہ صدیوں تک ترجمے کا معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔

مترجم کے لئے ان دونوں زبانوں پر کما حقہ، حاوی ہونے کی ضرورت ہوتی ہے جس کا ترجمہ ہو رہا ہو اور جس میں ترجمہ ہو رہا ہو۔ اسیر عابد کے اس ترجمے نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وہ اردو کی انتہائی گہری اور گہبیر شاعری کی تفہیم و تحسین پر بھی حاوی ہے اور پنجابی تو جیسے اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ ترجمے کا یہ معجزہ اسی لئے ظہور پذیر ہوا ہے۔

احمد ندیم قاسمی

یکم مارچ ۱۹۸۷ء

پینڈا

دوان میں آئی سوسائٹی نے ان میں ریٹرنڈ دے مشتری تعلیمی ادارے وچ ٹیچر ٹریننگ
 لئی داخلہ لیا۔ اک سال دی ٹریننگ دوران استاد کچھ ایڈے دیا لوہو گئے کہ اوہناں
 مینوں ایسے ادارے وچ ملازمت دوان دی ہا می بھرتی۔ اپریل ۱۹۶۲ء نوں
 استاد محترم مولوی شہاب الدین مرحوم دے آکھن ویکھن تے پرنسپل ایم اے کیزلمہ
 ہوراں مینوں معلم اسلامیات دا تقرری نامہ دے دتا۔ مولوی شہاب الدین مرحوم
 فاضل ادبیات ہون دے نال نال قرآن، حدیث تے اسلامی تاریخ دے چنگے بھلے
 عالم سن۔ ایسے لئی مسیحی ہندیاں دی سارے اوہناں نوں مولوی صاحب ای آہندے
 سن۔ مولوی صاحب بزرگ ہستیاں وچوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تے شاعری
 وچ غالب دے بڑے مداح سن۔ گل گل تے غالب دا شعر پڑھ دیندے سن۔
 غالب نال میری عقیدت دی اوہناں دی صحبت دا فیض اے۔

سن آئی سو تریٹھ وچ فاضل اردو دا امتحان دین لئی میں پورا ڈیوان غالب
 پہلی وار پڑھیا۔ شرھاں دی پڑھیاں۔ پڑھیوں احمد ندیم قاسمی ہوراں فرمایا اے سے
 وہ جو شعروں میں ہے اک شے پس الفاظ ندیم
 اُس کا الفاظ میں اظہار نہیں ہو سکتا

بوہتے شعراں دا مفہوم شر دے ہتھ نہ آؤندا ڈٹھا۔ امتحان پاس کر کے غالب

دا پڑھنا تے مک گیا پر کدی کدی پڑھانا پئے جاندا رہیا۔ پڑھیاں پڑھائیاں تشریحاں تے گھڑے گھڑا تے جملے بول کے طالب علماں نوں تے مطمئن کر لیندا، پر میرا دل آہندا، غالب چھوہراں تیکر اپڑیا تیں۔ ہاں؛ جدوں کدی اپنی مادری زبان پنجابی واسارا لے کے غالب دے شعر تے گل بات کہیتی تے اِنج لگاپی اِنج مینوں وی سمجھ آگئی اے تے پڑھا کوآں نوں وی۔ جون ۱۹۷۳ء دی اک رات نوں غالب دی مشہور غزل ”یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا“ ریڈیو توں سن کے او سے ویلے دیوان پھڑکے پنجابی ترجمہ کر چھٹی۔ سویر ہوتی تے سُنان نوں دل کاہلا پئے گیا۔ پر یار دوست تے شام نوں ای ڈھی تے چڑھدے سن۔ شام پی تے سبھ توں پہلاں ہوٹل جا بیٹھا۔ بہرام ساحل، پرویز فرہاد، رفیق آذر، فقیر کامل تے ایم۔ بی منہاس آکے بیٹھے ای سن تے میں اوہناں نوں ترجمہ سنانا شروع کر دتا۔ اوہناں دادوی دتی تے ہور ترجمے کرن لئی وی آکھیا۔ تے میں اوہناں دی گل من لئی۔ ایہناں دناں دولے یاراں دل کے حلقہ ادب و ثقافت دی نینہ رکھی تے میں حلقے وچ پڑھن لئی ہور ترجمے وی کہتے۔ میرے بٹے نگھے سجن اجمل خاں اجمل ہوراں ایہ ترجمے کسے اخبار، رسالے اندر چھپوان دی رائے دتی پر میرا تے لاہور وچ حالی کوئی اجیسا شاعر، صحافی جانو نہیں سی جیہدے راہیں ایہ کم ہندا۔ اوہناں دناں وچ لاہور اک دن پرویز فرہاد ہوراں ریاض احمد شاد نال ملاقات کرائی۔ ریاض احمد شاد نے حلقہ ارباب غالب لاہور دے آؤن والے مشاعرے وچ ترجمے پڑھن لئی آکھیا۔ اتفاق نال ایہ مشاعرہ وی غالب دی برسی دے سلسلے وچ ہو رہیا سی۔ میں پہلی وار ایسے مشاعرے وچ دو پنجابی ترجمے سناتے۔ بڑی واہ واہ ملی پر خالد احمد نے میرا پوہتا دل ودھایا مشاعرہ مگن تے جیہڑے نویں سبناں وچ وادھا ہو یا اوہناں وچ خالد احمد، نجیب احمد، گلزار وفاق چوہڑی اکبر لاہوری مرحوم تے ڈاکٹر رشید انور شامل نیں۔ اسلامیہ کالج قصورتوں پر وفیسر احمد حسن خالد

ہو راں ایٹھے ترجمے سُن کے اپنے کالج و توں میرے مال اک شام ترجمہ داسر بندہ دایت
 ایس شام وچ کالج دے پرنسپل ارشاد احمد حقانی دی موجود من۔ ایسے شام دے تے
 قصور دے جیڑے دوستاں مال جان کادی ہوئی اوہناں وچ خلیل آتش، ظفر منگھوڑ
 اظہر کاظمی، سوز عباس، احسان الہی ناوک تے بابا احمد یار خاں مجبور دے ناں گنن
 جوگ نیں۔ بابا احمد یار خاں مجبور ہوراں مینوں بڑی تھا پنادتی تے ۱۹۸۲ء وچ اپنی
 وفات توں کوئی دس پنڈراں دن پہلاں اک فارسی قطعہ عنایت کیتا تے فرمایا:
 ”جدوں کدی ترجمے دی کتاب چھپو اتیں ایہوی مال چھاپ دینا۔“ میں بابا جی دا قطعہ
 تبرکاً چھاپ رہیاں۔

آن اسیرے کہ عابدش گویند دا دِشعرش نہ چوں دہند احباب
 آن کہ از کاوشش قلم مجبور غالب آورده است در پنجاب
 میں ایہناں صفحیاں اُتے اپنے ترجمے دی وڈیاتی تئیں کھلا راجا ہندا۔ میں تے
 صرف اوہناں مہربان سبحاں تے بیلیاں داناں جینا چاہناں جنہاں اپنی اپنی تھاں
 ایس ترجمے نوں دُور دُور اُڑان وچ بھرواں کردار ادا کیتا اسے جناب احمد تم قاسمی
 ہوراں ”فتون“ جیسے سردار ماہنامے وچ ایہہ پنجابی ترجمہ شامل کر کے پنجابی داماں
 ودھایا۔ ایسے طرحاں جناب عطا الحق قاسمی ہوراں نواتے وقت، لاہور تے جناب
 شفقت تنویر مرزا ہوراں امرتسر لاہور دے ادبی صفحیاں تے کئی ترجمے تعارفی نوٹ
 دے کے چھاپے۔ حسن رضوی ہوراں جنگ لاہور تے انوار قمر ہوراں مغربی پاکستان
 لاہور راہیں وی ایسے طرحاں یاری داحتی ادا کیتا میں ایہناں ساریاں دا احسان منداں۔
 دیوان غالب دا ایہہ منظوم پنجابی ترجمہ ۱۹۸۸ء نوں پہلی وار مجلس ترقی ادب لاہور وچ
 چھپیا تے ایہوں اہل نظر دانشوراں تے قاریاں و لوں بڑی پذیرائی ملی۔ ایہہ راجا ثروت کتاب
 دی تعارفی تقریریاں وچ نقاداں تے سوجھناں دے پڑھے گئے مضامین نیں۔ ادہ مضمون

تے ایسے نقل نہیں کیئے جاسکدے پر اوہناں دے خوشبوداں بھرے چند جملے میں نقل کر دینا تاں جے اوہناں دی عظمت تے دڈپائی دا اندازہ ہو سکے:

جناب احمد زیدیم نامی اسیر عابد نے کسی ایک مقام پر بھی غالب کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب نہیں کیا اور دیوانِ غالب کا ایک ایسا منظوم پنجابی

ترجمہ وجود میں آیا۔ جو آئندہ صدیوں تک ترجمے کا معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔“

اشفاق احمد ”غیر متیقن ناں کہہ سکدا آں کہ اسیر عابد نے حد کر چھڑی اے تے قلمہ مغلیٰ ہیٹھاں دھیدو دارا شکلا پلنگ ڈاہ کے اوہدی کرسی ہو ر اُچھی کر چھڑی اے۔ بڑا اوکھا کم سی تے بڑا امی سوکھا کر ڈنا لے۔ دُہائی خدا دی!“

امجد اسلام امجد ”ایمانداری کی بات یہ ہے کہ اسیر عابد نے دیوانِ غالب کا ترجمہ کر کے اس کا حق ادا کر دیا ہے اور یہ کام اس نے ایک ایسے زمانے میں کیا ہے جب حق اور ناحق کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔“

پروفیسر سائیں احمد شاد ”میں اس ترجمے کی چند ایک بیان کردہ خوبیوں اور بہت سی محسوس کردہ لطافتوں کی بنیاد پر اسے اس عمری

کے پنجابی ادب کی دس بڑی کتابوں میں شمار کرتا ہوں۔“

باب سجاد حیدر ”اسیر عابد بڑی سیانف توں کم لیا اے پئی اوہنے غالب دے شعردی تصویر کچھن دی کوشش نیں کیتی۔ اوہنے

پہلوں شعرا پنے اندر جذب کیتا لے تے فیر اپنیاں صلاحیتاں نوں کمیں لاکے، اپنے آئے دوالے وچ بہرے کے دھیان لایا لے تے غالب دا اک اک شعر پنجاب دے پساراں دیاں پوچیاں ہوتیاں کنڈھاں اُتے پینٹ کیتا لے۔“

بیشتر مندرجہ حوم ”ایس دیوان وچ جیویں اردو شاعری اور کنبل لے او سے طراں پنجابی شاعری دی اور کنبل لے۔ جے کدھرے کدھرے کوئی شعر ترجمے دی بھیرہ ماردا لے تے او تھے ایہ پتہ نہیں چلدا کہ اسیر عابد نے غالب دا

ترجمہ کیتا اے یا غالب نے اسیر عابد دے پنجابی شعراں فول اُردو دا روپ دتا اے۔ گل
اصل وچ ایہ دے کہ اسیر عابد نے اپنے دلوں تے ترجمہ کیتا اے پر اوہ ایٹا کو چنگا ہو گیا اے
کہ اوہ دے تے اصل دا دھوکھا ہون لگ پیا اے،

انور مسعود ”اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ غالب کا مشاہرہ مرکب ہے وہ جب
کسی ایک نقطے پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی نظر تمام مربوط نقطوں کا احاطہ
کر لیتی ہے۔ اس کو اس کی پہلو داری کہا جاتا ہے۔ غالب کی اس پہلو داری اور اس کے
منفرد اسلوب بیان کو پنجابی کے رنگ میں رنگنے کی اسیر عابد نے ایسی کوشش کی
ہے جس کی داد دینے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔“

خالد احمد ”جے غالب دی پنجابی لکھدا تے اجئے ای لکھدا۔“

جیلانی کامران ”بحروں کے اس نئے سلسلے اور مزاج نے غالب کی شعری
شخصیت کو ایک بدلا ہوا چہرہ بھی دیا ہے اور ان بحروں کے
بطن سے جو غالب رُد نما ہوتا ہے اس کی صدا تو اُردو دیوان کے شاعر کی ہے لیکن اس
کے ضد و خال ان شاعروں سے مشابہ دکھائی دیتے ہیں جو پنجاب کے لوک کلچر میں آباد
رہے ہیں۔ اسیر عابد کے دیوان کا اسد اللہ خاں، ان پنجابی شاعروں کے قافلے میں شریک
ہوتے نظر آتا ہے جو لوک ورثے میں نمایاں ہیں۔ لیکن خیال انگیز امر یہ ہے کہ غالب اپنی
صدا سے محروم نہیں ہوتا۔ اسیر عابد کے ترجمے کی ایک بڑی کامیابی ہے۔

ایہناں عظیم دانشوراں، نقاداں تے شاعراں دے مضمون وچوں میں جنھاں پھلاں
دی چون پیش کیتی اے اوہناں دی خوشبو نال میرے ترجمے دا سارا سفر تھک رہیا اے۔
میں ایہناں لوکاں نوں سلام پیش کرناں۔

پہلی اشاعت توں بعد موجودہ اشاعت دیلے میں پورے دیوان تے نظر ثانی کر کے کوئی
گھٹو گھٹ اسی نوے شعراں وچ کچھ تبدیلیاں کیتیاں تیں۔ ایہہ تبدیلیاں کدھرے اک دو
لفظاں تے کدھرے اک مصرعے یا پورے شعر دیاں تبدیلیاں تیں۔ ترجمے دے ایس عمل
دا پینڈا کمن والا نہیں۔ جدوی ترجمہ پڑھاں تے نویں نویں مترادفات تے سا پنچے سامنے
آؤندے تیں۔ ”موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں“ والا معاملہ اے۔

ایس داری جہڑاں تبدیلیاں یا ترمیمیاں کیتیاں گتیاں تیں اوہناں دی وضاحت لئی

صرف اک مثال دیاں گا۔ دیوان غالب دی پہلی غزل دے مطلع وچ ”نقش فریادی“ ہے دا ترجمہ پہلے ”چتر چکرا لے“، کیتا گیا سی چہڑا ترجمہ تے بیسی پر ”چیک“، دا لفظ ”فریاد“ دے بوہت نیڑے دانتیں سی۔ ہن میں ایہوں ”چتر کوکرا لے“، کر دتا اے کیوں جے ”کوک“ ”فریاد“ دے مترادف اے۔ پنجابی محاورہ اے ”پتی وی کوک درگھا“۔ ایس طرحاں ”کاغذی پیرسن“ دی ایرانی تلمیح دا تہاڑوی اوس درگاہ دل ہو باندا۔ ایسے غالب فریاد اڑانا چاہندا اے۔ ایسے طرحاں باقی اتی نوے تریسہاں پچھے وی ایہو احساس موجود اے۔ ایہناں ساریاں تریسہاں دوران میرادھیان ایس گل دل رہیا اے جے مترادفات بہتر توں بہتر آؤن نالے شعر دا مفہوم آسانی نال وی سمجھ آوے تے غالب دی اپنے مرتبے توں تھلے نہ ڈگے۔

میں اپنے ایس پنڈے دے باہتھی سوناں دا ہمیشہ شکر گزار آں چہڑے مینوں اپنے قیمتی مشوریاں نال ثروت مند کر دے رہندے نیں۔ اوہ نیں محمد عبداللہ جمالی، روحی کجاہی گلزار بجاری، سید منصور احمد خالد، نجم الحسن نجی، علیم اشرف (رحیم یار خاں) اسلام کوسری، بشیر کنور، (سیاکوٹ) اصغر سوڈائی، سید تفضل حسین شاہ (سیالکوٹ) ظفر منصور، اکرم شیخ، اقبال قیصر، سجاد مرزا، ریاض قدیر، امین خیال، حسن ملک تے حلقہ ادب و ثقافت راجپوت دے سارے رکن۔

کتاب نوں امید من موہنی شکل دین وچ جتھے جناب خالد سیف اللہ ہوراں دا تجربہ واں تعاون تے جناب احمد رضا صاحب دا حسن انتظام شامل اے او تھے عبدالمعتین ہوراں دی خطاطی دے نگیٹے وی اہل فن توں داد و سول کر دے رہن گے۔

سجد توں اتے میں ویلے دے وارث جناب احمد ندیم قاسمی ہوراں دی سرپرستی دا ڈھیر ممنون آں جنھاں بڑی آدرنال ”مجلس ترقی ادب لاہور“ ورگے چوٹی دے ادارے و توں ”پنجابی ترجمے“ دے چھاپن دا سر بندھ کیتا۔ نالے کتاب دا دیباچہ لکھ کے ایہدی شان اچیری کیتی۔ اوہناں دے ایس ننگھے خلوص تے پیار دا شکریہ ادا کرن توں میرے سارے حرف نتانے نیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ردیف الف



نقش فرمادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
 کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا
 کاو کاو سخت جانہاتے تنہائی نہ پہچ
 صبح کرنا شام کا لانا ہے جو تے شیر کا
 جذبہ بے انتہا شوق دیکھا چاہیے
 سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا
 آگہی دام شنیدی جس قدر چاہے بچائے
 مدعا غنقا ہے اپنے عالم تقدیر کا
 بسکہ ٹہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا
 موتے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا



جراحت تحفہ، الماس ارمغان، داغ جگر ہدیہ
 مبارک باد اسدِ غم خوارِ جانِ درد مند آیا



چتر کو کدا اے چتر کار کیہڑے کھینکھن گتھیا وچ تحریر سائیں
 چولے کاغذی ساریاں موتاں دے بے دتیاں بے تقصیر سائیں
 کار کار نہ بچچے اکلا پیاں دی پتھر چند توں رسکت عذاب اندر
 شاموں^۳ فجر اڈیکدے کڈھ لیتے دودھ نہر پہاڑ توں چیر سائیں
 سدھرا تھری شوق شہاداں دی مقنا طیس وانگوں کچھ مار دی آ
 سینے وچ تلوار دے ساہ اڈکھا کڈھی چچا تیوں دھار شمشیر سائیں
 سرتاں ہو ہشیار چالاک بھانویں جال کتاں دے لکھ دچھان پتیاں
 پنچھی غیب دا اپنی گل وچلی، نیتیں پھڑکدی وچ تقریر سائیں
 غالب بینکھڑاں^۲ وچ نہ رہاں ٹھلھیا پیراں ہیٹھ چو آیان بھجیاں نیں
 کنڈل سکیا وال ہے سنگلی دا جیہڑی سنگلی اساں آیر سائیں



پھٹ دا تحفہ، ہیسا اونگی، سینے مل سونگتاں
 اسد اللہ دھن بھاگ آج تیرا جانی دردی آیا !

۱۔ نقش۔ تصویر ۲۔ مستود۔ نقاش ۳۔ شاموں فجر اڈیکنا جیوں کڈھنا دودھ نہر پہاڑ توں چیر سائیں
 (دیر مصرع اصل ترتیب کے ساتھ ہے مگر مجھے اوپر والا مصرع بہتر لگا اے) (مترجم)



جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار
صحرا مگر یہ تنگی چشم حسود تھا

ہے شفتگی نے نقش سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی تو زیاں تھا نہ سود تھا

لیتا ہوں مکتبِ غم دل میں سستی ہنوز
لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں تنگ وجود تھا

تیشہ بغیر مرنہ سکا کوہکن اسد
سرگشتہ خمارِ رسوم و قیود تھا



مجنوں باہجوں عشق مدانے کوئی رٹے نہ چڑھیا سی
خبرے دوکھی دی اکھ دانگوں سوڑا نجد برتیا سی

طبع کھلار سواری آپے دل تے چتر کھتن دا
داغ دے دے گل کھلاری دھوں ایہدا سر مایہ سی

سُفتے اندر تیرے ہجر وصال و ہارے لگے رہتے
اکھاں کھلیاں تے مڑ پتے دادھاسی نہ گھاٹا سی

دوکھی من مکتب وچ حالی ایناں حرف پکاناں واں
پر او سوہی تے ایہو ای پی "رفت" گیاتے "بُودہ" سی

میرے ننگ عیباں دی کالکھ آج کفن نے کجی اے
نیتیں تے ہر پوشاکے میرے ہوتے دامنہ کالا سی

استد اللہ، فرہاد جیہا دی تیسے باہجوں مریانہ
رسمان ریتاں لور خمار ی ڈاڈا پھنڈیا ہو یا سی



کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
 دل کہاں کہ گم کیجے، ہم نے مدعا پایا
 عشق سے طبیعت نے زلیست کا مزا پایا
 درد کی دوا پائی، دردِ لا دوا پایا
 دوستدارِ دشمن ہے اعتمادِ دل معلوم
 آہ بے اثر دیکھیں، نالہ نارسا پایا
 سادگی و پُرکاری، بے خودی و ہشیاری
 حسن کو تغافل میں جبرأت آزما پایا
 غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل
 خوں کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا
 حالِ دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی
 ہم نے بار بار ڈھونڈا، تم نے بار بار پایا
 شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا
 آپ سے کوئی پوچھے، تم نے کیا مزا پایا
 ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
 ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقشِ پایا پایا



کیہہ آہنا ایں ، دینا نہیوں ، دل جے سانوں ڈکّا لہجیا
دل تے اگے کول نئیں میرے چورتے تیرے دل دا لہجیا
عشقوں سدا طبیعت تائیں جین جوان دا چسکا لہجیا
درد ہوراں دا دارو لہجیا ، ایہو درد اولّا لہجیا
ایہوی سجن دیری دا اے ، دل دا مان دی چھٹنا پینا
ہا ہواں دی تاشی نہ ڈھٹی ، ہو کے بھر دا ہو کا لہجیا
بھولتے چالاک بڑا اے بے پروا تے طاق بڑا اے
عشق ہمیشہ عشاقاں نوں بن ابنجان ازماندا لہجیا
کھڑوا کھڑوا پھیل ڈٹھا اے ، سانوں سادا دل لگدا اے
ڈٹھاتے رت نھاتا ڈٹھا ، لہجیا دور گواچا لہجیا
سانوں دل دی خبر نہ کوئی ایہوں اگے کیہہ دس پاتے
آسی تے لہجہ لہجہ آپ گواچے توں تے جدوی لہجیا لہجیا
مٹاں دے اس شور شرابے نوں میرے پھٹاں تے سٹیا
مٹاں جی نوں بندہ پچھے ، کیہہ ایہناں نوں چسکا لہجیا
رہا تیرے کن ارادے ، کتھے دوجا پیسہ ٹکایا
لنگھیا سی "فیسکون" بریتے اکو ایہ کھرے دا لہجیا



دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا
آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بار بار
میری آہِ آتشیں سے بالِ غمقا جل گیا

عرض کیجے جو ہر اندیشہ کی گرمی کہاں
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صبحِ صل گیا

دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار
اس چراغاں کا کروں کیا کار فرما جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا



گھنٹے سیک اندر دل بہہ کے بے دسوا سا بلیا
گلے بالن دانگوں دھنڈا سکدا سکدا بلیا

چسٹن دین اوہدیاں یاداں تیک نہ دل وچ پچیاں
انجری تیسلی لگی گھرنوں تیسلا تیسلا بلیا

حدفنا دی پتی بیٹھاں نہیں تے کئی کئی واری
میری ہاہ کھمبراٹ عنقے داساڑ گویا، بلیا

نکراں دے جوہر دایسکا کتھے عرض گزارو
دل کیتا سی جھل کڈا تے آن برتیا بلیا

دل بہنداتے آپے تینوں بلدے داغ دکھاندا
میں ایہہ دیوے کتھے بالان بالن والا بلیا

بجھار ہناں غالب دل نوں سینے لاکے خہیرا
رنگتے سینے لگ لوکاں دے ساد مرادا بلیا



شوق ہر رنگِ رقیبِ سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یا رب
تیر بھی سینہٴ بسمل سے پر افشاں نکلا

بوتے گل، نالہٴ دل، دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دلِ حسرت زدہ تھا مادۂ لذتِ درد
کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا

تھی نو آموزِ فنا ہمتِ دشوار پسند
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

دل میں پھر گر یہ نے اک شور اٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفاں نکلا



عشق نوں جیہڑے رنگوں ڈٹھا دیریں بٹھ بٹھا دڑٹھا
 مجنوں مورت پردے اندر وی تے ننکا پنکا ڈٹھا

پھٹ نے ربا سورت دے دی کھول ذرا وڈیا تے نہ
 تیر دی زخمی سینے وچوں ایج کچرک کے نگھڑٹھا

نخشبو پھیل دی ہوک دے دی دھوں وی پرہیادے دیوے دا
 دھکیا جو تیری درگا ہوں، جاندا اڈیا اڈیا ڈٹھا

سدھراں پھنڈیا دل دی اپنا، مہیسی در دسوا داں سنگر
 جھنے جتا جتا پھتیا اونا اونا رجیا ڈٹھا

اؤکڑ بھانی ہمت لسی تے پہلے پیر مقم فناہ دا
 ڈاڈھی اڈھی بن گئی اے من ایوی تے کم سوکھا ڈٹھا

دل وچ ڈکیاں ڈکیاں غالب فیرا ج شوکر مارن لکیاں
 جھتوں اک چھٹ نیتیں سی لہجہ دی اوتھوں اک ہر چھڑھیا ڈٹھا



دھکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
 عشقِ نبرد پیشہ طلبِ کارِ مرد تھا
 تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
 اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگِ زرد تھا
 تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
 مجموعہ خیال ابھی فردِ فرد تھا
 دل تاجگر کہ ساحلِ دریائے خون ہے اب
 اس رہنمائی میں جلوہ گل آگے گرد تھا
 جاتی ہے کوئی کشمکشِ اندوہِ عشق کی
 دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا
 احبابِ چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے
 زنداں میں بھی خیالِ بیاباں نورد تھا
 یہ لاشیں بے کفن اسدِ خستہ جاں کی ہے
 حقِ مغفرت کرے عجب آزادِ مرد تھا



ہک د بکاڑے مویا، جیہڑا مرن مران نہ ڈھکیا سی
 عشق تے معرکیاں داموہری، گاہکے ہی ایہ مرداں داسی
 جیوندی جانے چند نمائی مرن دی چنتا لا بیٹھی
 مار اڈاری اڈنوں اگتے وی اڈیا رنگ میرا سی
 بچ ونا دی پوہتی میں اددوں وی کٹھی کرداساں
 میری فکر کتاب کہانی خالی ورقا ورقا سی
 رت چنھاں دی کندھی ہن تے دلوں کایے توڑی لے
 ایسے زہ وچ پہلاں پھلاں دی مٹی گھٹا سی
 عشق غماں دی کھچ دھروہ دی کتھوں گروں لہندی لے
 دل دی جاندا تاں وی ادھا پتھچے درد و دھیرا سی
 کرنہ سکے دارو، سکے، میسری طبع اڈارو دا
 قید اندر وی نکر پھیر و جنگلیں اڈوا پھر داسی
 باہج کفن دے کھلی پی جو لاش اسد اللہ غاں دی جے
 اللہ بخشے جیویں داسی بندہ کھٹھا ڈٹھاسی



شمارِ سبجہ، مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا
تماشا تے بیک کف بردنِ صد دل پسند آیا

بفیضِ بیدلی، نو میدی جاوید آساں ہے
کشائش کو ہمارا عقدہ مشکل پسند آیا

ہو اتے سیر گل، آئینہ تے مہری قاتل
کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا



منکے سو، گن کے تسبی رول دینا، کپتی چُنڈنے یار دی جان بھایا
کٹھے نتو دل مار جھڑا ہٹ اکو کھوہ کھاہ لینا اوہرے دھیان بھایا

خالی قلب دے فیض دریا پاروں حشر تیک نراس آسان ہوئی
ساڈی ریشمی تنہ دی گنڈھ پیچی، ایہدا نو نہاں نوں کھولنا آن بھایا

کھڑے مچلاں دی سیر دا چا بوہتا، ستمگار دے ظلم نوں کرے شیشہ
پھٹڑ عاشقاں وانگ پے پھل پھڑکن، منظر اوس نوں ہسٹوہان بھایا



زہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا
 ہے یہ وہ لفظ کہ شہِ مندرہ معنی نہ ہوا
 سبزہ خط سے ترا کا کل سرکش نہ دبا
 یہ زمرہ بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا
 میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
 وہ ستم گر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا
 دل گزرگاہِ خیال مے و ساغر ہی سہی
 گر نفس، جادوہِ سرمنزلِ تقویٰ نہ ہوا
 ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پہ بھی راضی کہہی
 گوش، منت کشِ گلبنائکِ تسلی نہ ہوا
 کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے؟
 ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں سو وہ بھی نہ ہوا
 مر گیا صدمہ یک جنبشِ لب سے غالب
 ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا



جگ دنیا تے نقش و قادی من دھروا سا ہویا نہ
 ایہہ کوئی لفظ نصیبیاں مٹیا معنے جوگا ہویا نہ
 سرتے چڑھدی زلف نہ تیری مس سربالی نے پئی
 جیہا زرد وی سپنی وی شوکے ڈکا ہویا نہ
 میں دھاری سی بچ پالی دے آزاروں چند کڈھاں گا
 پر میرے مرجان تے دی ادہ راضی بھیڑا ہویا نہ
 جام شراب^۱ و چاراں لانگھا ای دل توڑے ہووے سہی
 جے دم نیکو کاری دے پینڈے توں سدھا ہویا نہ
 ایہوی چنگا اے توں مینوں کدی زبان پھڑائی تئیں
 پھل ورگی دل رکھنی گل دا کن تے بھارا ہویا نہ
 رکھتے جا کے جھورا جھرتے ہن تقدیر نکھٹی دا
 آہندے ساں مرجاتیے، ساکھوں ایہوی ہندا ہویا نہ
 اکو سوٹھ ہلارے مویا، ایہوی زور نہ غالب سہے
 ماڑی جانے عیسے دی اک بھوک وی جھلدا ہویا نہ



ستائش گر ہے نہ اہداس قدر جس باغِ رضوان کا
 بیاں کیا کیجئے بیدار کاوش ہائے مٹرگاں کا
 نہ آئی سطوتِ قائل بھی مانع میرے مالوں کو
 دکھاؤں گا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے
 کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے
 مری تعمیر میں مضمحل ہے اک صورت خرابی کی
 اُگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر
 خموشی میں نہاں، خون گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں
 ہمنوز اک پر تو نقش خیال یار باقی ہے
 بغل میں غیر کی آج آپ سوتے ہیں کہیں ورنہ
 نہیں معلوم کس کس کا لٹو پانی ہوا ہوگا
 وہ اک گلہ ستہ ہے ہم بیخودوں کے طاقِ نسیاں کا
 کہ ہر اک قطرہِ خون دانہ ہے تسبیحِ مرجاں کا
 لیا دانتوں میں جو تنکا ہوا ریشہ نیتاں کا
 مرا ہر داغِ دل، اک تخم ہے سر و چہرہ انساں کا
 کرے جو پیر تو خورشید عالم شبہ ستاں کا
 ہیولی برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقان کا
 مدار اب کھودنے پر گھاس کسے میرے درباں کا
 چراغِ مردہ ہوں میں بے زباں، گورِ غریباں کا
 دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا
 سبب کیا خواب میں آکر تبسم ہلتے پنہاں کا
 قیامت ہے سرشک آلود ہونا تیری مٹرگاں کا

نظر میں ہے ہماری جادۂ راہِ فنا غالب

کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشیاں کا



ملاں ایڈا تو ہر بنا تے جیڑے باغ بہشتاں دا
 کر تے کیہ تہ تقریراں کیہ اے سین پر دنا پلکان دا
 برکپ دی مہیت دی میرے ہو کے ہاڑے ڈکے نہ
 ڈاڈا چانن لائن گاجے کر دتی مہلت ویلے نے
 تیری حسن تجلی دا ایہہ شمش مکاتے نقشہ اے
 مجھ قبوت اسارے پچھپے ڈگن دی ڈھاہ لگی اے
 ویڑے ہر پا سے ہر پالی گھرومی چاپے روہی جے
 ریتے بلجاں دے پھٹ اوہلے لکھاں زخمی سداں میں
 خواب خیال سخن دا جھولا حالے دی پڑچھاواں دے
 سیج پرائی بکلیے مانی آج تساں کتنے نبتیں تے
 کیڑا دتے کہ ادا لہو او دوں پانی ہو یا سی

ساڈے مستان لئی او جھیل پڑھتی تے رگ پھیلان دا
 تہکا تہکا لہو داسی اندر منکا لعلان دا
 کدھیاں جتیاں نکت لکیراں اگیا بیلابا انسان دا
 ہر ہر سئل دے امیرا، تخم ہے لب سڑوٹاں دا
 سورج دا لشکارا حال کرے جو تریل محلان دا
 کھلوٹے دنی بجلی دا مڈھ بکدا خون کساناں دا
 گھاہ کھوترے آہرے لگدا رکھا نریاں کندھان دا
 بچھیا دیوا بے جھہ لانا میں پر دس مزاراں دا
 سجاد جیوں حجرہ یوسف دے گے بندی داناں دا
 سفنے اندر آکے کامنوں مسدے ہا سا اکھیاں دا
 آخر جیسی آخرسی بہنجاں ترنا تیریاں پلکاں دا

لیک فناہ دی غالب ساڈی اکھوں اوہلے ہندی تیں

ایہو تند تر دیا جگ دی درق ورق کتاباں دا!



نہ ہو گا ایک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا
 جنابِ موجہ رنقار ہے نقشِ قدم میرا

مُحبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے
 کہ موج بُوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا



سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ اُلفتِ ہستی!
 عبادتِ برق کی کرتا ہوں اور افسوسِ حاصل کا

بقدرِ ظرف ہے ساقیِ خمارِ تشنہ کامی بھی
 جو تو دریا ئے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا



تھلاں بریتے گاہیاں دی نیتیں، اکیا چسکا میرا
چھوٹاں دی لہرے بلبلیاں، اُیرے کھرے دامیرا

باغاں نال پریت کدی سی ہن ایدا سر پھریاں
پھل دی باس دے بٹے دی چانگ ساہ کتیا میرا



نالے عشق دے گننے پینا نالے جان پیاری
بجلی دی ہتھ مالا اتوں کرنا فکر بچا دا

جیڈا بھانڈا میرا ساتی میری تریہہ وی اوڈی
جے توں بیاس شراہاں دا میں اکڑ من دریا دا



محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
 یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا
 رنگِ شکستہ صبح بہارِ نظارہ ہے
 یہ دقت ہے شگفتنِ گلہائے ناز کا
 تو اور سوتے غیر نظر ہائے تیز تیز
 میں اور دکھ تیری مژہ ہائے دراز کا
 صرف ہے ضبطِ آہ میں میرا دگر نہ میں
 طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جاں گزار کا
 ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے
 ہر گوشہ مبطاط ہے سر شیشہ باز کا
 کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز
 ناخن پہ قرض اس گمرۃ نیم باز کا
 تاراجِ کاوشِ غمِ جہراں ہوا اسد
 بیینہ کہ تھا دینہ گمراہ ہائے راز کا



محرم توں نہ بولیوں بندیا ایچھے بھیت پکاراں دا
 اچھے نیویں گھنٹہ دا پردہ کول تیرور سازاں دا
 پوئی ہو یا مکھڑا میسرا، دید بہار سویرا اے
 سبنا! ایہ وقت غنیمت ہس ہس کھڑ دے پھلاں دا
 اودھرتوں پایا دیکھیں غیراں دتے ڈوہنگی ڈوہنگی اکھ
 ایہدھ مینوں رڈ کاتیسری لمیاں لمیاں پلکاں دا
 ہاتھواں ڈک لوآں تے ہووے بچت میری تیں تے میں
 اکو سا ہے آلو پھکا بلدے بلدے ساہواں دا
 بھوتے نٹے شراباں اندر پنچیاں شیش صراحیاں دی
 میخانے دا گوشہ گوشہ رسیں ہے شیتے بازاں دا
 دل نوں منگ آجے وی ہے ایہدے توں ٹھنگن دی جویں
 نو تہ دے برتے بھارا ہووے اودھ کھڑ کھلیاں گنڈھاں دا
 پیر دوانوں سٹاں سہندا ایہدا جنڈرا ٹٹ گیا
 سینہ بھیت صندوق سی غالب بھریا میرے لعلان دا



بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتہ کھلا
 رکھیو یارب یہ درگنجینہ گوہر کھلا
 شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کھلا
 اس تکلف سے کہ گویا بت کدے کا در کھلا
 گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب؟
 آستیں میں دشنہ پنہاں، ہاتھ میں نشتر کھلا
 گونہ سمجھوں اس کی باتیں گونہ پاؤں اس کا بھید
 پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا
 ہے خیالِ حسن میں حسنِ عمل کا سا خیال
 خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا
 منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں
 زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا
 در پر رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا
 جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا
 کیوں اندھیری ہے شبِ غم؟ ہے بلاؤں کا نزول
 آج ادھر ہی گور ہے گا دیدۂ اختہ کھلا
 کیا رہوں غربت میں خوش جب ہر حادثہ کا خیال
 نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ نبراکثر کھلا
 اس کی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند
 واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کھلا



شاہواں دے دربارے دارہ شعر سخن دا کھلا
 ربا لعل خزانے داہن رکھ دروازہ کھلا
 رات ہنیری چمکن تارے دین نظر اکھلا
 انج پیا جاپے جیویں مورت گھر دا بوا کھلا
 بھاویں میں آں جھلا پر کیوں دستاں سخن تے وی
 نکلے خنجر رکھا، ہتھے نشتر کھلا کھلا
 بھاویں اوبھی گل نہ سمجھاں بھاویں دل نہ لہجاں
 ایہوی تھوڑا نیس اڈنے دا میٹھوں جھا کھلا
 حسن و چاروی نیس کو کاراں و رگی کار و چاراں
 میری سامی اندر سرگاں دا اک بوا کھلا
 موٹہ ڈھکیا اے تاں وی ایڈی دکھ کدی نیس ڈھی
 زلفوں و دھ کے شوخے مکھ تے گھنڈ نظر اکھلا
 دربانی دا امر وی کیتا، نال ای گلوں پھریا
 چتے چرتوں میرا دری سرہانہ ولیا کھلا
 کاہنوں رات عناندی کالی؟ کیہ آفاتاں لہجیاں
 آج اودھرتوں تاریاں رکھنا اکھ دروازہ کھلا
 رکیہ خوشیاں پردیس دیاں وی جد ہونی اس کاہے
 دیسوں خط ہر کارا دیندا یا پانا یا کھلا
 میں آں اوبدا امتی، میرے کہیں ڈکے کاہے
 جیہڑے شہ نسئی غالب بے درگنبد بوا کھلا



شب کہ برقی سوزِ دل سے زہرہ ابر آب تھا
 شعلہ جوالہ ہر اک حلقہ گرواب تھا
 واں کرم کو عذیر بارش تھا عنناں گیسہ حرام
 گریہ سے یاں پنبہ بالش کف سیلاب تھا
 واں خود آرائی کو تھا موتی پردنے کا خیال
 یاں ہجوم اشک میں تارنگہ نایاب تھا
 جلوہ گل نے کیا تھا واں چہراناں آب جو
 یاں رواں مرگان چشم تر سے خون ناب تھا
 یاں سر پُ شور بے خوابی سے تھا دیوار جو
 واں وہ فسق نازِ محو بالش کخواب تھا
 یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بے خودی
 جلوہ گل واں بساطِ صحبت احباب تھا
 فرش سے تاعرش واں طوفاں تھا موج رنگ کا
 یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا
 ناگہاں اس رنگ سے خونناہہ ٹپکانے لگا
 دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا



من سیک بجل تھیں رات سے بدلاں دا پتا پانی سی
 پانی دی گھمن گھیری وچ اک لاٹ بھوالی لیندی سی
 اودھر کن من دے پنج نرے ڈکی سی واگ پریمی دی
 ایدھر ہنجاواں ہڑھ جھگ وانگوں تکیے دی لوگر تڑدی سی
 اودھرتے ہار شنگار لئی اودھنے دی پرونے سن موتی
 ایدھر ہنجاواں دی بھیر وچوں نٹیں ڈور نظر دی لہجہ سی
 اودھر چھلاں دی چھاں پاروں دیوے ندیاں وچ تڑدے سن
 ایدھر بلکاں دے چشمے توں رت خاص جگر دی جاری سی
 ایدھر سر جگراتے پھینڈیا کندھ لہجہ انکراں مارن نوں
 اودھرا دہ سیس گلاب جہیا کجواں اب سر ہانے سکھی سی
 ایدھر ہاتواں تے بالے سن مستی دی محفل وچ دیوے
 اودھر میلے سبھاں دیہڑے پھل چھٹیاں چادر دھچی سی
 اوتھے فرشوں عرشاں توڑی ہڑھ چڑھیا سی رنگ لہراں دا
 ایٹھے آسمان زمی ہر شے لائیلی پھوکن جوگی سی
 آچن چیتی گو ہڑے رنگوں رت زیر وساؤن لگت پیا
 دل جتھے نو نہ دے مٹونگے دی لذت آزاروں چھکی سی



نالہِ دل میں شب اندازِ اثر نایاب تھا
 تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر گو بے تاب تھا
 مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے
 خانہِ عاشق مگر سازِ صدائے آب تھا
 نازشِ آیامِ خاکستر نشینی کیا کہوں
 پہلوئے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا
 کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارسانے، ورنہ یاں
 ذرہ ذرہ رُدکشِ خورشیدِ عالمتاب تھا
 آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے
 کل ملک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا
 یاد کرو وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا
 انتظارِ صید میں اک دیدہ بے خواب تھا
 میں نے روکا راتِ غالب کو وگرنہ دیکھتے
 اس کے سیلِ گمبہ سے گم دوں کفِ سیلاب تھا



مَن ہو کیاں، اندر رات سے تاثیر زرا نہ لہجہ دی سی
 غیراں دے میلے ہر ل سی دل بھاویں دھنڑی دھونی سی
 ہرٹھ شوکے تے دل دے اندر خوشیاں دے لہرے دھینے
 رانجھن دی جھوک جھلھاراں نے خبرے کہہ دنجھلی چھوکی سی
 کیڈے دن بھاگاں والے سن جد مٹی تے بیہ رہندے ساں
 سوچاں دی رانی رات دے ریشم دی سیج ہنڈاندی سی
 کہیتا کجھ نہ اس جھل شدھے بے دستے نے، نہیں تے ایچھے
 سورج نوں اکھاں کڈھداسی ذرے دی ایڈی ہستی سی
 آج کاہنوں تینوں بھلتے نیں تڈھ پریم دی بھاہی دے پنچھی
 کل تیسکر تیرے سینے وی سو مہرہ محبت پلدی سی
 اوہ وی دن سن چیتا کہ خاں جد گھرھیاں تیرے جال دیاں
 دن رات اڈیک شکاراں دوج اوہناندی اکھ نہ لگدی سی
 میں ڈگیا غالب نوں راتیں نہیں تے لوکی اکھیں دہندے
 اوہ ہنجاں دا ہرٹھ چڑھنا سی آسماناں وی جھگ ترنی سی



اک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خونِ جگر و دیعتِ مرگانِ یار تھا

اب میں ہوں اور ماتم یک شہرِ آرزو
توڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا

گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھیر دکن میں
جاں دادہ ہوائے سہرہ بگزار تھا

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال
ہر ذرہ مثلِ جوہر تیغ، آبدار تھا

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو، پر اب
دیکھتا تو کم ہوتے یہ غم روزگار تھا



میںوں آخر توں دینا پنیاسی لیکھا چھٹ چھٹ دا
رت جگر دی یار دیاں پلکان دا، آدینا، آوند اسی

ہن اک میں آن یا سدھراں دی کربل تے بہیہ پٹناے
توں اوہ شیشہ کرچی کیتا، جیہڑا شکلاں بھریا اسی

میری لاش دھروہندے پھرنا گلیاں اندر کیوں جے میں
اودھیاں راہواں دے چاواں تے جندڑی واری بٹھیا اسی

شوق تھلاں دے وہم سمندرے لہراں دی تلواراں سن
ذره ذره برہچی دے چلکارے لشک اُچھالا اسی

عشق آزار و ہارے توں گھٹ آپ اسی دی سمجھے ساں
جے گھٹا وی ڈٹھاتاں وی جگ آزاراں جیہڑا اسی



بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
 آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
 گر یہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
 در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا
 وائے دیوانگی شوق کہ ہمد دم مجھ کو
 آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیراں ہونا
 جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے
 چوہر آئینہ بھی چاہے ہے مرگاں ہونا
 عشرتِ قتل کہ اہلِ تمنا مت پوچھ
 عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا
 لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط
 تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا
 عشرتِ پارہ دل، زخیمِ تمنا کھانا
 لذتِ ریشِ جگر، غرقِ نمکداں ہونا
 کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
 ہائے اُس زودِ پشیمان کا پشیمان ہونا
 حیف اس چار گره کپڑے کی قسمت غالب
 جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا



اُوکھی گل اے کم کوئی آسان ہووے
 ایہوی سوکھانتیں ، بندہ انسان ہووے
 ہنجرال وی دا چھڑ گھرنوں ڈھاہ لائی اے
 کندھاں بوسے رڑکن ، رڑا مدان ہووے
 اَشکے جھل پریتاں دے ، پل پل اودھر
 آپے بندہ جائے ، آپ حیدان ہووے
 رُوپ دکھالی وی اکھ رکھی نظراں تے
 چلکاں ، بن بن پلکاں شیشے جان ہووے
 مقفل وچ کیہ عاشق عیداں کر دے نیں
 جن چڑھے جے برجھی باہر میاں ہووے
 مٹی بیٹھ اسی لے گئے سدھراں ، پچھے
 توں تے تیرمی پھلداں رنگی جان ہووے
 دل نوں موجاں چکھے جے پھٹ سدھراں
 چیسہ کلیجے توں ، سواداں مان ہووے
 اک میسر کپ کے تا تب ہو بیٹھا
 ربا ! ایہہ پھپتان کوئی پھپتان ہووے
 غالب پیڑا اے دو گٹھ تھکڑے دی جہیڑا
 تقدیروں عاشق دا کلماں آن ہووے



شبِ خمائرِ شوقِ ساقیِ رستخیزِ اندازہ تھا
تا محیطِ بادہ، صورتِ خانہِ خمیازہ تھا

یک قدمِ وحشت سے درسِ دفترِ امکانِ کھلا
جادہِ اجزائے دو عالمِ دشتِ کاشیرازہ تھا

مانعِ وحشتِ خرامیہائے لیلے کون ہے
خانہٴ مجنونِ صحرا اگر دے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائیِ اندازہ استغنائے حسن
دستِ مرہونِ حنا رخسارِ رہنِ غازہ تھا

نالہٴ دل نے دیے اوزاقِ لختِ دلِ بباد
یادگارِ نالہٴ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا



ساقی دازد دہیندے راتیں آخر چڑھی خماری سی
 کندھے تیک شراب پیالے اندر آکڑ لیندی سی
 عشقوں پہلے پیے کھٹھیا لیکیا کن پسا رے دا
 دو جگ تیلی تیلی وی اس پنڈے سر کن تھی سی
 کیڑا ڈکدا ایسی نور بے عشق برتے چڑھ پندی
 تھل و اسی مجنوں دی و سوں چا چھیرے کھٹھی سی
 سوہنے بے پردا بنیاں دی بس بونے بونے چکی پھر دے نیں
 گھنے پے ہتھ مہندی ہتھ، منڈتے منڈویں لالی سی
 دں دیاں ہوکاں دل دے ورقے دتے ہتھ ور ولے دے
 ہوکاں دتی غزلاں دی اک درق و ورق نشانی سی



دوستِ غمِ خواہی میں میری سعی فرمائیں گے کیا
 زخم کے بھرنے تک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا
 بے نیازی حد سے گزری بندہ پر در کب تک
 ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا؛
 حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشیں راہ
 کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا
 آج داں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
 عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا
 گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا توں سہی
 یہ جنوںِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا
 خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
 ہیں گرفتارِ وفا، زنداں سے گھبراہٹیں گے کیا
 ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ اُلفتِ اسد
 ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا



ایسہ دردِ یارِ دراک اندر بجائیں سو دلچھڑے لاون گے
 پھٹ بھردیاں بھردیاں بھرن توڑی نوٹہ نالے نال و دھ آون گے
 بے پرواہیاں حدوں لنگھیاں ایسہ مسداں کیتوں تیکر نیں
 اسی دل دے دکھڑے دتساں گے، اوہ کیسہ کیسہ؛ پئے فرماون گے
 مت دینے آون جے میرے دل سو بسم اللہ میرے سر متھے
 پر مینوں ایسہ تے سمجھاؤ، مینوں آکے کیسہ سمجھاؤن گے
 تلوار کفن آپے لے کے میں یار دے بوسے جاناں واں
 نہ ہر کتن دا یار ہو رہی ہن وہینساں کیسہ تیج لاون گے
 مٹاں ولے سائوں جے کر پئے ڈھنگے پان تے انجے سہتی
 تاں وی کیڑے ایسہ عشق دے چینی ساڈے توں چھٹ جاون گے
 اسی آزلوں قیدی زلفاں دے اسی زنجیراں توں بھنجے کیوں
 جکڑے جو وچ و فساواں دے، زندانوں کیسہ گھبراون گے
 اسد اللہ خاں اس شہر اندر من درد دراک دا کال پیا
 دس پیار دے بھکے دلی وچ رہ جاون تے کیسہ کھاون گے



ہو س کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
 نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا
 تجاہلِ پیشگی سے مدعا کیا
 کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا
 نوازش ہاتے بیجا دیکھتا ہوں
 شکایت ہاتے رنگیں کا گلہ کیا
 نگاہِ بے محابا چاہتا ہوں
 تفائل ہاتے تمسکین آزما کیا
 فروغِ شعلہ جس یک نفس ہے
 ہوس کو پاس ناموس وفا کیا
 نفس موجِ محیطِ بے خودی ہے
 تفائل ہاتے ساقی کا گلہ کیا
 دماغِ عطشہ پیرا ہن نہیں ہے
 غمِ آوارگی ہاتے صین کیا
 دل ہر قطرہ ہے سبزِ اناجر
 ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا
 محابا کیا ہے ہا میں ضامن ادھر دیکھ
 شہیدانِ نگہ کا خوں بہا کیا
 سن اے غارت گہر جنسِ وفا سن
 شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا
 محابا کیا ہے ہا میں ضامن ادھر دیکھ
 شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا
 کیا کس نے جگر داری کا دعویٰ
 یہ قاتل وعدہ صبر آزا کیوں
 یہ کافر فتنہ طاقت ربا کیا

بلاتے جاں ہے غالب اس کی ہر بات

عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا



ریجھاں نوں ادا ماں دا چسکا لگا کیہ
 کتنیں اُنکلاں دتیاں تینوں لہجدا کیہ
 تھھاں تھھاں ہندیاں مہراں اکتیں دینے آں
 مہر کم دیاں نظراں توں گھنڈ لاه دے خاں
 لکھناں دے لنبو دا چپان پل دی پل
 ایہہ دم، چھتل اے مستی بھرے سمندر دی
 ہلے پو شا کاں دے جھلے جانڈے نتیں
 قطرہ قطرہ کو کے آپ سمندر میں
 ڈر دا کیہہ ایں؟ میہ اذمہ، دیکھیں نا!
 جنس وفا دیا نا قدر! کن لا کے سُن
 دس خاں کیہڑا چھاتی تے مہتھ رکھدا اے
 صبروں بھارا لارا آرا کیہہ ہو یا
 برنا جے نہ ہندا، بندہ جیوندا کیہہ
 کتھے مکنی تیسری نخرے مڑیا! کیہہ
 باں باں جیسے کرے تینوں شکوہ کیہہ
 اکھ پرتا کے دل ترسانا ہو یا کیہہ
 ہو چھے کرنا عشق دا شملہ اچھا کیہہ
 ساتی اکھ پرتا ندا اے تے جھور کیہہ
 آپ مہارے پریان دا غم ایڈا کیہہ
 اسی دی اوسے دے آں چھپنا ساڈا کیہہ
 نین کٹاری گھٹیاں دا مل پیندا کیہہ
 بھاجے دل دا ٹٹے پوے پٹو کا کیہہ
 دل عاشق دا کیہہ تے بھلیا جیرا کیہہ
 جان ہنفا کے مارے وعدہ ہو یا کیہہ

غالب ادب دی ہر گل دل نوں کو ہندی لے
 ناز ادا کیہہ جھسکن جھسکا کیہہ، نخر اکیہہ



یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
 اگر اور چیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا
 ترے وعدے پر جتنے ہم تو یہ جان جھوٹا جانا
 کہ خوشی سے مرنے جاتے اگر اعتبار ہوتا
 تیری ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
 کبھی تو نہ توڑ سکتا، اگر استوار ہوتا
 کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیسرے نمیکش کو
 یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
 یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوستانہ
 کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا
 رگ سنگ سے ٹپکتا وہ تہو کہ پھیر نہ تھمتا
 جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شمار ہوتا
 غم اگر چہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
 غم عشق اگر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا
 کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم برمی بلا ہے
 مجھے کیا بُرا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا
 ہوتے مر کے ہم جو رسوا ہوتے کیوں نہ غرق دریا
 نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا
 اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ کیسا
 جو دُوتی کی پو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا
 یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
 تجھے ہم دلی سمجھتے جو نہ بادہ حواد ہوتا



ایڈے کتھوں سی نیک نسیب میرے، میری بیکلے وی میرا پار ہوندا
 وودھ جانڈے جے ہو رو وی ساہ میرے، بند اکیہہ؛ ایہو استظار ہوندا
 تیرے وعدیاں تے جیوندے تاں رو گئے دلوں کدی یقین نہ کر بیٹھے
 تیں تے چا وِج اسی نہ مر جانڈے تیرے جیسے دا جے اعتبار ہوندا
 تیری چند ملوک توں نپک ہو یا پتچ بچھیا سی تیرے نال کچھا
 کدی ایس نوں تر وڑ نہ توں سکدوں تیرے پاسیوں جے پیڈے بھار ہوندا
 میرے دل کولوں کوئی پچھو دیکھے تیرے ادھ چھک تیرا مل کیہہ اے
 سینے وِج نہ وسدیاں راج رٹکاں جے ایہہ تیر کلیجیوں پار ہوندا
 ایہہ کدھروں ریت ہے یاریاں دی جیہڑا پار آوندا متاں دین آوندا
 میرے دکھ دا کوئی آیا کردا درد مند کوئی غم خوار ہوندا
 راج لہو چٹان دی رنگوں پھٹا کدی مکدا نہ کدی رکدا نہ
 جتھوں پو لے جیسے منہ نال غم آکھو جے ایہہ پتھراں وِج چنگیاد ہوندا
 بھادیں جان دا ویری اے غم ڈاڈا پر ایہہ دل بھٹرا غموں بچدائیں
 ایہہ جے عشق دا پھٹیا نہ ہوندا ایہنوں جگ دا بوہت آزار ہوندا
 کوئی کیہہ جانے کتھوں کیہہ دستاں رات غماں دی کیہہ ہنیر پایا
 مینوں جین توں مرن سوکڑا سی جے کر مر جانا اکو وار ہوندا
 ہوتے مرن دے نال بدنام سکے کڈا چنگاسی شوہ دریا ڈبڈے
 نہ کوئی ساڈے جنازے دی لوڑ پیندی آتا پتا نہ کدھرے مزار ہوندا
 کیہڑا جتیا اے اوہنوں دیکھ لیندا، اوہا مثل، مثال، مشیل ہے نہیں
 جے کر دوج دی مُشک وی اڈ پیندی کلا ہو کے کتے دوچار ہوندا
 تیرے "ہو" دے ویر دے واہ سائیں، آتوں غالباً کٹک بیان تیرا
 جے کمر پین دی تینوں نہ مار بندھی، ساڈے لئی توں ولی اوتار ہوندا



در خورِ قسر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا
 پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا
 بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود ہیں کہ ہم
 اُلٹے پھر آتے، در کعبہ اگر وہ نہ ہوا
 سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا
 رُو برو کوئی بتِ آئینہ سیمانہ ہوا
 کم نہیں نازشِ ہسم نامی چشمِ خوباں
 تیرا بیچارہ بُرا کیا ہے، گر اچھا نہ ہوا
 سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
 خاک کا رزق سے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا
 نام کا میرے ہے، جو دکھ کہ کسی کو نہ بلا
 کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا
 ہر بنِ موم سے دمِ ذکر نہ ٹپکے خونِ ناب
 حمزہ کا قصہ ہوا، عشق کا چرچا نہ ہوا
 قطرے میں دجلہ دکھاتی نہ دے اور جزو میں گل
 کیسل بچوں کا ہوا، دیدہ بینا نہ ہوا
 تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پڑے
 دیکھنے ہسم بھی گتے تھے پہ تماشا نہ ہوا



اسد! ہم وہ جنوں جولاں گداتے بے سرو پا ہیں
 کہ ہے سرِ نیچہ مژگانِ آہو، پشتِ خار اپنا



اوہ نے نظماں جو گا جو کوئی ساڈے ورگا ہویا نہیں
 جھوٹھ نہیں جے آکھو، ساڈے ورگا دوجا ہویا نہیں
 منگھے ٹیکن وِچ وی ایڈے سیلانی تے آنکھی آں
 پرت آتے جے ڈٹھا در کعبے دا کھلا ہویا نہیں
 سارے تیسری یکتائی دا دعوائے منتی بیٹھیں
 تیرے منہ تے ایسے لسی کوئی شیشے ورگا ہویا نہیں
 سوہنے لوکاں دی اکھ داناں سدن مینوں گھانا کیہ؟
 منہ اکیہ اے تیرا ایہہ بیمار جے چنگا ہویا نہیں
 سینے واسل ہوگا جیہڑا بلھاں توڑی اپڑے نہ
 اوہ قطرہ مٹی نے پھکنا جیہڑا دریا ہویا نہیں
 جیہڑا دکھ کسے نہ جھلیا میرے نافوں لکھی اے
 مینوں ظلم بھیرے اوہ لہجہ جیہڑا وِسیا ہویا نہیں
 لوں لوں بیٹھوں رت نہ سمجھے جے کر اوہی گل کریاں
 اوہ حمزہ دا قصہ جانو، عشق پوڑا ہویا نہیں
 قطرے وِچ چنھاں نہ دیکھے بوہل نہ دیکھے دانے توں
 اوہ ڈیلا بالان دا کھٹوں اکھ سوجا کھا ہویا نہیں
 دھم پئی سی غالب خاں دے آج پڑھے اڈ جانے نہیں
 اسی دی او تھے اپڑے ساں پر کھیڈ تماشا ہویا نہیں



کدے جھل تے چنگیاں مار بھجے، اسی ایڈ فقتیر نا دار غالب
 پلکاں ہرن دیاں جوڑ کے بنے کنگھی، کیہڑی ذات دا کھر کھنا ہے ساڈا



پیسے نذرِ کرم تحفہ ہے شہرمِ نارسانی کا
 بخوں غلطیہ صد رنگِ دعویٰ پارسانی کا
 نہ ہو حسنِ تماشا دوست، رسوا بیوفائی کا
 بہ مہرِ صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسانی کا
 زکوٰۃِ حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
 چراغِ خانہ درویش ہو کا سہ گدائی کا
 نہ مارا جان کہ بے جرم، قاتلِ تیری گردن پر
 رہا مانندِ خونِ بے گنہ حقِ آشنائی کا
 تم تائے زباں، محو سپاسِ بے زبانی ہے
 مٹا جس سے تقاضا، شکوۂ بے دست و پائی کا
 وہی اک بات ہے جو بیاںِ نفسِ واں تکہتِ گل ہے
 چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگیں نوائی کا
 دہانِ ہر بُتِ پیغارہ جو زنجیرِ رسوائی
 عدم تک بے وفا، چرچا ہے تیری بیوفائی کا
 نہ دے نامے کو اتنا طولِ غالبِ مختصر لکھ دے
 کہ حسرتِ سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا



نذر کرم درگا ہے تحفہ، ایہو گھاٹ گھٹائیاں دا
 رتورت حسابوں بوہتا، دعویٰ نیک کسائیاں دا
 روپ دکھائے بسیلی، مٹھے، ٹنگائیوں رسوائیاں دا
 سو اگھاں دی مسروں سچا، دعویٰ منوں صفائیاں دا
 نظراں دا چانن جے وڈے حسن زکاتاں تے ہوئے
 سورج وانگوں دیوا فقران گھر کسکول گدائیاں دا
 سرکپ ہوکے سر نہ کپیا، جان بد دسا، تیرے سر
 کسے بد سے خون برابر بھار رہیا سجنائیاں دا
 جیہ دی سدھر، سیتی جیہ دے شکر دھیانے لگی اے
 ورت پاٹ گیا، ہن شکو اکیہ بے زور گھٹائیاں دا
 او تھے پھل دی خشبوتے ہوک ایتھے، دونوں اکوتیں
 باغ بہاراں نے مڈھ بنھیا میسری سخن الائیاں دا
 منہ میلے نہیں سوہنے لوکاں، ہوتے ہوتے دی زنجیرنی
 دیس عدم بے مکھیا چرچا، تیری بے مکھیا تیاں دا
 لتے خط کیہ، لکھنے غالب، کم دی گل اکو لکھ دے
 سدھراں سہکدیاں نہیں کیوں دتے قہر خدائیاں دا



گر نہ اندوہِ شبِ فرقتِ بیاں ہو جائے گا
 بے تکلفِ داغِ مہ، مہرِ دہاں ہو جائے گا
 زہرہ گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہونا ہے آب
 پر تو مہتاب، سیلِ خانماں ہو جائے گا
 لے تو لوں سوتے میں اُس کے پاؤں کا بوسہ مگر
 ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا
 دل کو ہم صرفِ دفنا سمجھے تھے، کیا معلوم تھا
 یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحاں ہو جائے گا
 سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
 مجھ پہ گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا
 گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تسلیمِ ضبط
 شعلہِ خس میں جیسے خوںِ رگ میں نہاں ہو جائے گا
 باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
 ہر گلِ تر، ایک چشمِ خوںِ فشاں ہو جائے گا
 داتے گر میرا ترا انصافِ محشر میں نہ ہو
 اب تلک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا
 فائدہ کیا، سوچِ آخر تو بھی دانا ہے اسد
 دوستی ناداں کی ہے، جی کا زیاں ہو جائے گا



رات ہجر دے دکھڑے جے نہ آکھ سنا تے ہوسی
کھلی گل کراں چن پھپھا مہر ساں تے ہوسی
ہجر نماشیں ایسے رنگ جے ، پتے پانی ہونے
چپے چن لشکارے دے ہڑتہ کھلے ڈنعا ہندے ہوسی
ستیاں ستیاں او بدے ، آنخے واسے پتے تے جہاں
اینی گل توں شمکاں سٹریا ہور پھلھیوت ہوسی
جاتا سی دل لگیاں دی رنج رکھسی ، پر کیہہ ساڈاں
ایہہ ساختوں پہلاں اوکھے ویلے دی نذرے ہوسی
دل دل اندر تیری تھاں جے میرے ول دا ہوویں
دیکھ لبتیں ایہہ خلقت ساری میرے ولے ہوسی
بلدیاں نظراں ایسے تا جے صبر سکھان دیاں رہیاں
رت جیویں ناڑاں دے اندر ، لمب تر پڑے ہوسی
میںوں کھڑ نہ باگے سجنا ، نتیں تے میرے رنگوں
سجرے پھل کھڑے ، رت روندی اکھیاں رنگے ہوسی
جا چندے جے حشر دھاڑے ساڈا نیاں نہ ہووے
حالے تیک تے آس اے او تھے چل تارے ہوسی
کیہہ لہجھاں میں سوچ اسد اللہ توں دی آپ سیانا
ناداناں دی یاری سجنا بھار کلیجے ہوسی !



دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا
 میں نہ اچھا ہوا، بُرا نہ ہوا
 جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
 اک تماشا ہوا، گلہ نہ ہوا
 ہم کہاں قسمتِ آزمانے جائیں
 تو ہی جب خنجرِ آزمانہ ہوا
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
 گالیاں کھانے کے بے مزا نہ ہوا
 ہے خبہ گرم اُن کے آنے کی
 آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
 کیا وہ نمرود کی خُدا ہی تھی
 بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
 جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
 حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
 زخمِ گر دَب گیا، لہو نہ تھما
 کام گر رُک گیا، روا نہ ہوا
 رہنمائی ہے کہ دِلستانی ہے
 لے کے دل، دِلستاں روانہ ہوا
 کچھ تو پڑھتے کہ لوگ کہتے ہیں
 آج غالبِ غزلِ سرا نہ ہوا



پُن جھلیا درد دوا دانتیں
 میں بچیاں نہیں، میں مریاں نہیں
 کیوں سچن دشمن سد لے فی!
 گلے شکوے کھینڈ تماشا نہیں
 رکھ لیکھ دی جھولی جا اڈتے
 توں دی خنجر خیریں کھڑدانتیں
 ایہہ بھلیاں رکڈیاں مٹھیاں نہیں
 ویری کھا کھا گاہلیں رجب دانتیں
 آج دھم گئی اے اوہناں آؤنا اے
 آج گھر وچ پیڑھی موڑھانیں
 کیڑھی نمرود خدائی سی؟
 مینوں بندگی بوٹا پھلیا نہیں
 چند دتی، چندتے اوہدی سی
 گل حق دی اے، حق دتا نہیں
 پھٹ جے دتیا، لہو رکیا نہ
 کم جے رکیاتے ٹریا نہیں
 ایہہ ڈاکہ اے، دلبریاں نہیں؟
 دل لے کے یار کھلوتا نہیں
 کچھ پڑھ چھڈ لو کی آہندے نہیں
 آج غالب غزل آلا دانتیں



گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا
 گھر میں محو ہوا اضطراب دریا کا
 میں جانتا ہوں کہ تو اور پاسخِ مکتوب!
 مگر ستم زدہ ہوں شوقِ خسامہ فرسا کا
 خلتے پاتے خزاں ہے، بہار اگر ہے یہی
 دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیشِ دنیا کا
 غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو
 مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا
 ہنوز محمدیِ حسن کو ترستا ہوں
 کر بے ہے ہر بنِ موم کامِ چشمِ دنیا کا
 دل اس کو پہلے ہی ناز و اداسے دے بیٹھے
 ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا
 نہ کہہ کہ گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہے
 مری نگاہ میں ہے جمع و خسرِ چ دریا کا
 فلک کو دیکھو کے کرتا ہوں اس کو یاد اسد
 جفا میں اس کی ہے اندازِ کار فرما کا



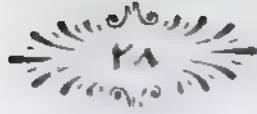
دل اندروی شوق توں کیڈا شکوہ سوڑیاں تھاواں دا
 موتی ورج گواچا لبھدا، چھل اُبال سمنہراں دا
 تیسرے وُتوں خط پرتاوا؛ رہین دے مینوں سالانہیں
 میں تے آپ سواداں پٹیاں کاغذ قلم گھسائیاں دا
 پت جھڑ سمیاں پیریں مہندی جے اس رنگ بہاراں تیر
 روگ دِلے توں عمر اں توڑی جگت دیاں من موحاں دا
 سینے سَل وچھوڑے والا، مینوں کچج نہ باگاں نوں
 جیہرا مینوں رکھتے، اوتھے بے جا ہمدے پھٹاں دا
 حالی رُوپ تیرے دیاں محرم ایہہ ترہائیاں نظراں نہیں
 لوں لوں کھولے رُوپ وٹایا آپ سو جا کھی اکیاں دا
 دیکھ اداواں پسلاں اسی دِل دے کے اوہنوں ویہلاں
 سانوں ایسا تھوہ ہُن کتھے رُوپ دیاں تکراراں دا
 دِل دی سدھ تول نہیں تِلے اتھرو، ایسہ گل آکھیں نہ
 میسری اکھ دے اندر ساٹاں بھر بھارا دریاواں دا
 اسد اللہ جے دیکھاں ول آسمان تے اوہنوں یاد کراں
 ایہدے نظم ماں اندروی اے چالا ساڈے سبناں دا



قطرہ مے بسکہ حیرت سے نفس پر در ہوا
 خردِ جامِ مے سرا سر رشتہ گو ہر ہوا
 اعتبارِ عشق کی خرابی نہ خرابی دیکھنا
 غیبر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا



جائے بتقریبِ سلفِ یار نے محلِ باندھا
 تپشِ شوق نے ہر ذرہ پہ اکِ دلِ باندھا
 اہلِ بنیش نے بحیست کدہ شوخی مانا
 جو ہر آئینہ کو طوطیِ بسملِ باندھا
 یاس و امید نے یک عریدہ میدان مانگا
 عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ سائلِ باندھا
 نہ بندھے تشنگیِ شوق کے مضمونِ غالب
 گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحلِ باندھا



نے دا قطرہ قطرہ حیرت ڈبا رنج کھلوتا ہے
جام کنٹاری، موتی و تھکے کے تند پر دئی مالا ہے

میرے شوق انتبار دی دیکھو مینوں پٹھے پے گئے نہیں
دیرمی کدھرے سہی کر داتے اوہ میرے تے وسدا ہے



یار سفر دی خاطر جس دم اڈٹھ کچا دہنھیا
دید مواتے ذرے ذرے دل ترہا یا بنھیا

اکھاں والے ناز ادا دے حیرت پنجرے بھٹے
آئیے دے جوہر نوں دی ہریں پھٹیا بنھیا

آس نراساں جھولی اڈی، اداں دا پڑمنگیا
زور تانے مانگت دالک منتر لا لا بنھیا

شوق ترہیتیں شعراں اندر غالب ساتھوں تھجی
بھاویں کھلے دل دریا نوں ساحل بنا بنھیا



میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں
گر میں نے کی تھی توبہ، ساقی کو کیا ہوا تھا

ہے ایک تیر جس میں دونو پھدے پڑے ہیں
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں
جب رشتہ بے گروہ تھا، ناخن گروہ گشا تھا



گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویراں ہوتا
بگر گروہ نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا

تنگی دل کا گلہ کیا؟ یہ وہ کافر دل ہے
کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے
کاش رضواں ہی دریا رکا درباں ہوتا



میں ہوواں تے مینجانے چوں سکے تالو آواں
ہینتوں تووا کر بیٹھا، ساقی نوں کیہہ ہو یا سی

تیرا کواسے دونویں ہن تے اکی وچ پر پتے
لد گتے دن، دلوں کلیجہ جد دکھرا دکھرا سی

بجھیاں رنجیاں غالب جے کجھ پنج پومی تے جاناں
رستی نوں جد گنڈھاں تیں سن او دوں نو نہ اڑا سی



کدی جے نہ روندے ایہہ گھرا پنا تان وی تے دیران ہندا
سمندر، سمندر نہ ہندا تے ایٹھے بیسا بان ہندا

گلہ سوڑ دا دل دی کرے تے کیہہ، دل دا ایمان کیہہ اے
کدی ایہہ نہ سوڑا وی ہندا تے بوہتا پریشان ہندا

عبادت گزار سی جے کر دے تے جی آیاں نوں تے اوہ آہندا
بہشتاں دار اکھا بوہے یار دے جے بگمبان ہندا



نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ہو جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا اگر جُدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پہ کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا



کچھ نیتیں سی تے آپ خدا سی، کچھ نہ ہندا اوہ تے ہندا
میںوں غرق تے کیئا ہونے، کیہہ ہندا، میں نہ جے ہندا

جے غم نے اینج مار لیا اے، غم کیہہ جے سہ کپیا جاتے
جھٹیوں جے نہ وکھرا ہندا، دھریا گوڑے اُتے ہندا

عمر ایں ہوتیاں غالب مریاں پر اوہ چیتے آجاندا اے
گلے گلے بول پوے آ، کیہہ ہندا اینج کہہ رہے ہندا



یک ذرّہ زمیں نہیں بے کار باغ کا
یاں جادہ بھی نقتیلہ ہے لالہ کے داغ کا

بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی
کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خطِ ایانغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کتے ہیں عشق جس نوخسل ہے دماغ کا

تازہ نہیں ہے نشہٴ فکرِ سخنِ مجھے
تریانگیِ قدیم ہوں دو چرخِ داغ کا

سو یار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوتے
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

بے خونِ دل ہے چشم میں موجِ نگہِ غبار
یہ مے کہہ خراب ہے مے کے سراغ کا

باغِ شگفتہ تیرا، بساطِ نشاطِ دل
ابر بہارِ تخمِ کدہ کس کے دماغ کا



اک ذرہ وی بے قدرانتیں ، تھیں تھیں پھل پھلواری دا
ایتھے زہ دی کم دیندا ، لالے پھل دیوے ، بتی دا

مُرتاں تہہ منڈاتے کیسٹا پنہاں شراباں چاٹرن مے
کچھ پیالے لیکاں لاییاں ، دیکھ پچا چنہ ماڑی دا

بُلبُل دے اتبار وہاریں ڈھل دے ہا سے پھلاں دے
جنھوں آکھن عشق اوہ ناں اے سردی اک بیماری دا

شعر سخن دی فسکروں مینوں سجری لورخاری نتیں
مڈھ توں سوٹا لاناں میں دیوے دی لائے سلفی دا

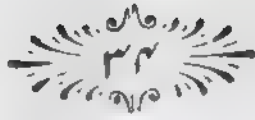
عشق دی قیدوں سانوں وی سو وار رہاتی بلدی رہتی
پر کیتا کیسہ جاتے جے دل دیرمی آپ رہاتی دا

زنت جگر دی باہجوں اکھ وچ لہر نظر دی گھٹا اے
ایہہ مے خاناہ لٹیا ہو یا آپ شراب گواچی دا

توں کھڑیا پھلواری دا نگوں من دہڑے پھیں چھاوان میں
چیتر بدلاں نشہ چٹھایا کدھڑے ہوہ جوانی دا



وہ مری چینِ جبین سے غم پنہاں سمجھا
 رازِ مکتوب بہ بے ربطیٰ عنوان سمجھا
 یک الف بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز
 چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا
 شرحِ اسبابِ گرفتاریٰ خاطر مت پوچھ
 اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا
 بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرمِ خدام
 رُخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیراں سمجھا
 عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا
 نبضِ خس سے پیشِ شعلہ سوزاں سمجھا
 سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی
 ہر قدم سائے کو میں اپنے شبتاں سمجھا
 تھا گریزاں مثرۂ یار سے دل تادمِ مرگ
 دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا
 دل دیا جان کے کیوں اس کو وفادار اسد
 غامطیٰ کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا



میرے متھے ڈٹ پیاتے ادہنے وٹ دلے دا جاتا
 اکھڑے پکھڑے سرزنا نویرس توں بھیت لفانے وچلا جاتا
 حالی الفوں بے نیتس ہوتی، چلکن فولادی ریشیے دی
 بیٹھ لنگارے لاہتی جاناں، گلماں جیس ویلے دا جاتا
 پیچھ نہ کیویں دل پھڑکھٹیا، کیویں پھولن پھوللاں دل دے
 اینا کو دل سوڑا ہو یا، قیساں کوٹھی ورگا جاتا
 اوہدی تر کھی ٹور نہ بھائی مینوں شکاں دے مورے نوں
 مڑھکے داہر تیکا، متھے اکھ حیرانی ورگا جاتا
 آپے ماڑے ساں تے اوہنوں منیا، تہا ہووے گا اوہ
 سکے گھساہ دی نبض تریریاں، تا تہلے بھانیر دا جاتا
 مگن ہار نہ عشق دے پینڈے ہفیا ساہیاں لہجہ ساں میں
 پیرے پیرے اپنے پر پچھاویں نوں رین بسیرا جاتا
 مڑدے تیسرے پاسا وٹیا، پلک سجن دی کافی توں میں
 تیسرے قضا دا رنج گھسہانا میں دی کیڑا سوکھا جاتا
 کاہنوں جان کے پیڑا اوہنوں، اسد اللہ دل دے بیٹھوں توں
 سوہنی وانگوں سوہنیا آپے، توں کچے نوں پکا جاتا



دل جگر تشنہ فریاد آیا	پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا	دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا	سادگی ہائے تمنا، یعنی
نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا	عذریہ و اماندگی، اے حسرتِ دل
کیوں ترا راہِ نذر یاد آیا	زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی
گھر ترا خلد میں گم یاد آیا	کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی
دل سے تنگ آ کے جگر یاد آیا	آہ وہ جبرأتِ فریاد کہاں
دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا	پھر ترے کوچہ کو جاتا ہے خیال
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا	کوئی دیرانی سی دیرانی ہے

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد

سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا



فیر اُج اکتیاں وِچ ہٹھ ڈکیا یاد پیا
 آخر پیراں حالی دُھون نہ کدھھی سی
 حالے وی ایہہ سدھ ساد مرادی لے
 دل وی سدھ اگے ہاراں تاں متیاں
 اینویں کیویں لنگھ جیاتی جانی سی
 جنت دے راکھے نالے چھنج پئے جانی
 کیہہ کرتیے اوہ ہاڑیاں وِچ دلیری نہیں
 فیر دھیان گلی تیری نوں جاندا لے
 ات اجاڑاں جیہیاں ات اجاڑاں نہیں
 دل نوں جگر وں ہو کے ہاڑا یاد پیا
 فیر تیرے ٹہ پین دا ویلا یاد پیا
 فیر ایہنوں اوہ رنگ بزنکا یاد پیا
 ڈیکاں دے وچکار کلیجا یاد پیا
 خبرے کاہنوں تیرا لانگھا یاد پیا
 جنت اندر جے گھر تیرا یاد پیا
 دل ہندیاں وی اُج کلیجا یاد پیا
 خبرے دل دا لعل گواچا یاد پیا
 تھلاں بریتے ڈٹھیاں، مچھکا یاد پیا

نکلیاں ہندیاں مجنوں دل اسد میں وی
 اٹ اُلا رمی، کو پرہ سردا یاد پیا



ہونی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا
 آپ آتے تھے مگر کوئی عنقاں گیر بھی تھا
 تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا کلمہ
 اس میں کچھ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا
 تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں
 کبھی فتراک میں تیرے کوئی نچیر بھی تھا
 قید میں تھی ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد
 ہاں کچھ اک رنج گراں باری زنجیر بھی تھا
 بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا
 بات کرتے کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا
 یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے ، خیر ہونی
 گر بگڑ بیٹھے تو میں لائق تعذیر بھی تھا
 دیکھ کر غیب کو ہو کیوں نہ کلیجہ کھنڈا
 نالہ کرتا تھا دلے طالب تاثیر بھی تھا
 پیشہ میں عیب نہیں رکھتے نہ فریاد کو نام
 ہم ہی آشفقتہ مردوں میں وہ جواں میر بھی تھا
 ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی
 آخر اس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا
 پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
 آدمی کوئی ہمارا دم تحسیر بھی تھا؛
 ریختہ کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب
 کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا



تینوں آوندیاں آج کوئل ہوتی، پچھے ایس کوئل امراروی سی
 میرے دل آوند اکیسے دیکھ تینوں گلیں جو کے لیس کھلھاروی سی
 گلہ تیرے اُتے میرا پھبدا نہیں ترا توں نئیں مڈھ بربادیاں دا
 میرے رُلن رُلان دے رولیاں وِج میرے اپنے لیکھاں دی ہاروی سی
 تینوں رہی جے نہیں پچپان میسری ہووے حکم تے اک گوڑ دُستاں
 کدی تیرے شکار گلاویاں وِج، چیتا آیا ای اک شکاروی سی
 تیرے اڈنے شوق نوں قید خانے کُنڈل زلف دے کدی وی تیں بھلے
 اپنی گل ضرور ہے سنگلی دے چلے بھسار دا بوہت آزاروی سی
 ہو یا کہہ جے چُم کے اکھیاں نوں لشکاں مار کے ہونی اڈا بجلی
 چنکا گل ہے سی جے کوئی گل کر دے، میرے بھلاں دی تریہ گفٹاروی سی
 یوسف اوس نوں آکھاں تے سہ جائے، اگوں بولیا نہیں بچا ہویا
 جے کر ہونی نوں کہتے اوہ بھڑک پیندا مینوں فیہ سزا درکاروی سی
 اکھیں دیکھ کے غیر نوں ایس تاتے کیوں نہ پوے کلیجڑے ٹھنڈ مینوں
 ساڈ بھو کداسی مال ہو گیاں دے نالے حاصلان دا طلبگاروی سی
 کسے کار و ہار نوں نہیں مہنا کا مہنوں بند تیرے پے فرہاد تائیں
 چنٹوں چڑھی جو انی سیر موت آئی اُساں عاشقان وِج سرداروی سی
 ساڈے مرن دے جا اڈیکدے رہتے، نیرے ڈھکنوں رہیا جے غدار مہنوں
 دُوروں نہیں سی جے کم تلوار کیتا سوکھا اوس نوں تیر دا واروی سی
 پھڑے جلتے آل اسی نخت بندے ہمیں تھماں تے بستمہ فرشتیاں دے
 لکھے گئے سن جَدوں اعمال نامے کول ساڈا وکیل مختاروی سی؟
 ایس ریختے شعر شعور غالب صرف توں نہیں اک استاد ہویا
 لوکی اکھدے نہیں بھلے دیلیاں وِج میر نام دی اک سرکاروی سی



لبِ خشک در تشنگی مُردگاں کا
 زیارت کدہ ہوں دلِ آزدگاں کا
 ہمہ نا اُمیدی، ہمہ بدگمانی
 میں دل ہوں فریب و فاخوردگاں کا



تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
 ادروں پہ ہے وہ ظلم جو مجھ پر، نہوا تھا
 چھوڑا مہِ نخب کی طرح دستِ قضانے
 خورشید بہنوز اس کے برابر نہوا تھا
 توفیق بہ اندازہ ہمت ہے ازل سے
 آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا
 جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدیار کا عالم
 میں معتقدِ فتنہ محشر نہوا تھا
 میں سادہ دل آزدگی یار سے خوش ہوں
 یعنی سبق شوق مکرر نہوا تھا
 دریائے معاصی تنکِ آبی سے ہوا خشک
 میسر دامن بھی ابھی تر نہوا تھا
 جاری تھی اسدِ داغِ جگر سے مری تحصیل
 آتشکدہ جاگیرِ سمندر نہوا تھا



سُکّا بُلّھ میں نال ترھو کھڑ مویاں دا
 خانہ کعبہ ہاں یں دل بیزاراں دا
 اصلوں آس نہ پتے ، اصلوں شک شبہ
 میں اک دل جے، عشق بھلیکھے وِسیاں دا



توں موہرا توں سجن بیسلی کدی کسے دا ہویا نانہ
 قمر پیا جو میری جھولی ہوراں جوگا ہویا نانہ
 نخب دے چن وانگوں ایمنوں قدرت ہمتوں چھڈیا اے
 سورج اوہدے نال کھلوتا سی پر اوڈا ہویا نانہ
 لکھیاں گتیاں ہین ازل توں ہمتاں سہر توفیقاں نیں
 اکھ دی سپ دا چانن قطرہ ، موتی جیہڑا ہویا نانہ
 بچتے توڑی یار سروٹے قد نہ چالے دیکھے سن
 میں وی قائل حشر دھاڑے دی آخر دا ہویا نانہ
 میں دی کیڈا جھلاں ، سجن غصتے تے میں راضی آں
 اکھوں اولے شوق سبق دا پسلا ورقا ہویا نانہ
 پاپ چنھاں دی گٹے گٹے پانی پاروں سُکیا اے
 میری ترہیہ دا پلا وی تے حالے گلا ہویا نانہ
 ساڈ کلجیے دا اللہ حاصل سیکے دیندا اے
 جد جاگیسہ چتا دا مالک آگ دا کیڑا ہویا نانہ



شب کہ وہ مجلسِ فردوزِ خلوتِ ناموس تھا
 رشتہ ہر شمع ، خارِ کسوتِ فانوس تھا
 مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اگتی ہے حنا
 کس قدر یارب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا
 حاصلِ اُفت نہ دیکھا ، جز شکستِ آرزو
 دل بدل پیوستہ گویا اک لبِ افسوس تھا
 کیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیساں
 جو کہ کھسایا خونِ دل ، بے منتِ کیموس تھا



آئینہ دیکھ اپنا سامنہ لے کے رہ گئے
 صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا
 قاصد کی اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے
 اس کی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا



رات سمے جد سوہنا بنکے، کلا گھنٹ لاه بیٹھیا سی
دیوے دیوے اندر بستی، جیوں کھرتے پٹھ کنڈا سی
عاشق دی ڈھیری تے اُگی کوہاں تیکر جو مندی
پیریں لگن دی سدھہ داربا، کیڈا کھٹیا سی
لجھتاں کیہہ نہیں پیار دیاں بس اک سکت ڈوری ٹٹی اے
دل نوں دل بلیاتے اوہوی بلیتے بلجھ پھپتا و اسی
روگ غماں دا چنگا اے کیہہ دے کیڈے سوکھے آں
کھانا پینا دل دا لہو تے بھار جگر دا کاہا سی



شیشے جھاتی پا کے مکھ لکاندے پھر دے
دل نہیں دینا، آپ ہوراں نوں مان بڑا سی
اپنے ہتھیں ہرکارے دا بہر نہ کپتیں
اوپرے بر کی دوس، اوہنوں تے میں گھلیا سی



عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
 جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
 جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لےتے ہوتے
 ہوں شمعِ کشتہ درخوردِ محفل نہیں رہا
 مرنے کی اسے دل اور ہی تدبیر کر کہیں
 شایانِ دست و بازو تے قاتل نہیں رہا
 بر روتے ششِ جہت در آئینہ باز ہے
 یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا
 وا کر دیتے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن
 غیہ از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا
 گو میں رہا رہینِ ستم ہاتے روزگار
 لیکن ترے خیال سے نائل نہیں رہا
 دل سے ہواتے کشتہ و فامٹ گئی کہ واں
 حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا
 بیدارِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد
 جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا



دعوے نما نے عشق دے جوگانہ رہ گیا
 ہسی مان جیہڑے دل اُتے اوہانہ رہ گیا
 ٹریا میں سل حیاتی دی سدھراں داسینے لاء
 میں بجھیا دیوا محفلے سبجیا نہ رہ گیا
 کوئی سبیل ہو رہ لاء! جان دین دی
 ہر کپ دیاں میں ہمتاں جوگانہ رہ گیا
 شیشے دا ٹوہا کھولیا میں سارے پاسیاں
 اپنی پہچان منداتے چنگانہ رہ گیا
 چکے نیں گھنڈ روپ دے مکھڑے توں شوق نے
 نظروں بغیر کوئی وی پردانہ رہ گیا
 بجاویں میں گمنے پے گیا جگ دے ستائیاں
 تیری دچار نوں کدی بھسیانہ رہ گیا
 بچ کھیتیاں دی پھوک دلوں نہ گئی، اتھاں
 سٹے دی سدھروں پناں سٹانہ رہ گیا
 نیں خوف کوئی عشق دے ظلماں دا پر اسد
 ہسی مان جیہڑے دل اُتے اوہانہ رہ گیا



رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف !
 عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا
 ذرہ ذرہ ، ساغر مے خانہ نیرنگ ہے
 گردش مجنوں پچشمک ہائے یسلی آشنا
 شوق ہے سماں طرازِ نازش اربابِ عجز
 ذرہ صحرا دست گاہ و قطرہ دریا آشنا
 میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
 عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا
 شکوہ سنج رشک ہمد گیر نہ رہنا چاہیے
 میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا
 ربط یک شیرازہ وحشت ہیں اجزائے بہار
 سبزہ بیگانہ ، صبا آوارہ ، گل نا آشنا
 کہ بہن نقاشی یک تمثالِ شیریں تھا اسد
 سنگ سے مرماہ کہ ہووے نہ پیدا آشنا



رشک آکھے ایہہ کوڑی لگے اوہ غیہراں نوں مٹھا
 عقل آکھے موہرا دی ہندا اے کدی کیے داہیلی
 رنگ برنگے مے خانے وچ ، ذرہ ذرہ پیالہ
 محنوں دی گردش نوں ہیویں سینئر لیلی بیلی
 عاشق بھاویں بین وچارے عشق توفیقاں دتیاں
 ذرے نے محفل بکلی لایا ، قطرہ دریا بیلی
 مینوں اڈنا دل کیہہ بلیا آفاتاں دا اچھوڑا
 سکتھی نہیں داویری جیہڑا بھج بھجا داہیلی
 اک دوجے دا ساڑ نہ کر تے نپتے گھٹے رہتے
 میہرا بیس سلامت جھولی ، شیشہ تیسراہیلی
 پھگن رت کتاب دے ورتے پھٹ دے دھاگے بیتے
 ہریالی تے وار ہرجاتی ، پھسل وی اللہ بیلی
 شیریں دی مورت گھر دار ہندا فرہاد نما نا
 پتھراں توں سرما ریاں غالب کتھے لبھدا بیلی



ذکر اس پری دشس کا اور پھر بیاں اپنا
 بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا
 مے وہ کیوں بہت پیتے بزم غیر میں یارب
 آج ہی ہوا منظور اُن کو امتحان اپنا
 منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
 عرش سے ادھر ہوتا کاشکے مکاں اپنا
 دے وہ جس قدر دولت ہم ہنسی میں ٹالیں گے
 یارے، آشنا نکلا، اُن کا پاسباں اپنا
 دردِ دل لکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلاؤں
 انگلیاں نگار اپنی، خارِ خونچکاں اپنا
 گھتے گھتے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا
 ننگِ سجدہ سے میرے سنگِ آستاں اپنا
 تاکرے نہ غم سازی، کر لیا ہے دشمن کو
 دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زباں اپنا
 ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے
 بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا



ذکر سراپا اوس پری دا آتوں کٹک بیان اَساندا
 اوہوی جم رقیب پیا جو ہمیشی بھیت پچھان اَساندا
 بوہتی پی کے ڈگدا کاہنوں غیراں دی محفل وچ سائیاں
 اپنی دیکھ آخیرہ شرابوں، لگا وقت و نجان اَساندا
 نظراں توں ایدوں آچاوی، ہوڑ لکانا لہجہ سکدا رسی
 عرش عظیموں دی جے اُگے ہندا کدی مکان اَساندا
 بھاویں سو سو بھٹکاں پاونے ہا سے وچ مل چھڈاں گے
 واہ دا جانو نکل پیا اے اوہناں دا دربان اَساندا
 رکھتوں توڑی دکھڑے لکھتے جاکے رکھیں آپ دکھائیے
 قلماں وانگوں چھتیاں انگلاں کا نام تو لہان اَساندا
 گھس گھس کے مک نک جانی سی کاہنوں تسی وٹان پتے سو
 اپنے بوہے دی بسل اتے سجدہ دیکھ نشان اَساندا
 اوہوی تے نہ توتی لاتے، ویرمی نال لبیر لیا اے
 دوہاں گلہ کٹیا سجن دا، اکو رہیا بیان اَساندا
 رکھتوں وے ساں اسی سیانے، کیڑی کالے رطاق سدا تے
 کیڑی گل اے جھتوں غالب ویرمی اے آسمان اَساندا



سُرمۂ مُفتِ نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشمِ خسریٰ را پہ احساں میرا

رُخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
ترے چہرے سے ہو ظاہرِ غم پنہاں میرا



غافلِ بوجہم نازِ خود آرا ہے، ورنہ بیاں
بے شانہ صبا نہیں، طُترہ گیاہ کا

بزمِ قدح سے عیشِ تمنا نہ رکھ کہ رنگ
صیدِ زدام جتہ ہے اس دامِ گاہ کا

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عُذر نہ کرنا گشاہ کا

مقتلِ کوکسِ نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے
پُر گل، خیالِ زخم سے دامنِ نگاہ کا

جاں در ہوائے یکِ نگہِ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیسلِ ترے دادخواہ کا



ہولے مل نگاہ دایں سر نہ میری اپنی تے وٹک ضرور ہونے
اک وار جے نظر منظور ہواں رہوے گا کھک دی اکھ تے بھار میرا

ہموکے ہاڑیاں وٹوں دے چھوٹ مینوں کتے ظالم اناج نہ ہو جاتے
تیرے مکھڑے تے دکھ دے جاتے سینے دکھیا دکھ آزار میرا



غافل کر دے مان شنکاراں، نیتیں تے وچ خدائی دے
پر دے، کنگھیاں دا کم کر دے ہریالی دیاں زلفاں دا

دل مل کے پی لین شراباں، ایہو رنگ ہمیشاں نیتیں
ایہہ بچھی تے اڈیا پھر دا، ایسے جگ دیاں بھاریاں دا

گل بڑی نیتیں رب دی رحمت نوں ایہو گل بھار جاتے
شرماں نال نہ آوے جیہڑا جیہڑے تے عذر گناہواں دا

مقتل دے ول تاہیوں چائیں چائیں ٹریا جاناں میں
پچھٹ وچاروں، پھیل گلاباں، دامن بھریا نظراں دا

اسد اللہ اک اوبدی نگھی بھاتی دے چار چند واری
آپ دکیس بنے پروانہ تیرے دعوے داراں دا



جوڑ سے باز آتے پر باز آتیں کیا
 کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلاتیں کیا
 رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
 ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراہٹیں کیا
 لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
 جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھاتیں کیا
 ہولے کیوں نامہ بُر کے ساتھ ساتھ
 یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا
 موجِ نحوں سر سے گزر رہی کیوں نہ جاتے
 آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟
 عمر بھر دیکھا کتے مرنے کی راہ
 مر گئے پر دیکھتے دکھلاتیں کیا
 پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
 کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلاتیں کیا



لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
 چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا
 حریفِ جوشش دریا نہیں ساحل کی خود داری
 جہاں ساتی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا



ظلموں بازتے آتے ہیں پر، آئیے کیہ
 ہن آہندے نہیں تینوں شکل دکھائیے کیہ
 ست آسمان میں گہرے دے وچ اٹھے پر
 ہو جانا اے کجھ نہ کجھ گھبراہیے کیہ
 لگدا ہووے فیرتے جانتے لگدا اے
 جے کر لگے اینویں دھوکھا کھائیے کیہ
 ٹرپے ساں کیوں ہرکارے دے نالے نال
 اپنی چھٹی رہا آپ اپڑائیے کیہ
 چھلاں نسو دیاں سرتوں بھاویں لنگھ جاوں
 یار دے پوہویوں اٹھ جائیے، خوائیے کیہ
 عمریں تیکر مرن دی رہ وچ بیٹھے رہے
 مریاں ویکھو، پانا رب توں پائیے کیہ
 غالب کون اے؟ ساتھوں اوہوی کچھدے نہیں
 کوئی دستے آپے دست گوائیے کیہ



جدتائیں قلبوت نہ ہووے رُوح دکھالی دیندی نیں
 پھسواڑی زنگار پچھانو، شیشے باد بہاراں دے
 راوی چھلاں مارے تے مر کنڈھے سینہ ڈاہندے نیں
 جتھے ساتی توں اوتھے کیہ مان بھلا ہتھیاراں دے



عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
 درد کا حسد سے گزرتا ہے دوا ہو جانا
 تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفل ابجد
 تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا
 دل ہوا کشمکشِ چارۂ زحمت میں تمام
 بٹ گیا گھسنے میں اس عقدے کا وا ہو جانا
 اب جفا سے بھی ہیں محسوس ہم اللہ اللہ
 اس قدر دشمنِ اربابِ دنیا ہو جانا
 ضعف سے گریہ مُبَدَل بہ دمِ سرد ہوا
 باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا
 دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال
 ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا
 ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا
 روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا
 گر نہیں نکلتی گل کو ترے کوچے کی ہوس
 کیوں ہے گردِ رہِ جُولانِ صبا ہو جانا
 تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل
 دیکھ برسات میں سبز آئینے کا ہو جانا
 بخشنے ہے جلوۂ گلِ ذوقِ تماشا غالب
 چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا



قطرے نوں موجاں جے نہر فنا ہووے
 حدوں لنگھیا ہویا درد دوا ہووے
 حرنی جندرے وانگوں تیرے میرے لئی
 بخت لکھے سن بن دیاں گل، جدا ہووے
 دل مکیا اے دکھاں دا دارو کر دے
 گھنٹی گھسی گئی پر نہ دل پولا ہووے
 نظماں نوں وی ترس گئے آں رب سائیاں
 ایڈا ویری کیہہ کوئی سبحناں دا ہووے
 ماڑی جانے اتھرو ہو کے بن گئے نیں
 من لیا اے پانی رنج ہوا ہووے
 مہندی رنگی چچی دل توں لہندی نیں
 جیویں نوئہ نہ ماس کنوں دکھرا ہووے
 میرے لئی تے جیویں بدل وس کھلے
 رو رو چند وچھوڑے وچ فنا ہووے
 خشبو نوں جے بھکھ نہیں تیرے دیڑے دی
 کاہتوں پریاں دے رہ وچ گھٹا ہووے
 ویکھ کرامت لشکارے دے چاواں دی
 سون سمے تے شیشہ وی سادا ہووے
 پھلاں دی دکھ غالب نظر اں نوں بھکھ دے
 ہر رنگے اکھ بوبا، کھلا ہووے

ردیف (ب)



پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
 دے بطیمے کو دل و دستِ ثنا موجِ شراب
 پوچھ مت وجہ سیہ مستیٰ اربابِ چمن
 سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا موجِ شراب
 جو ہوا غرقہ سے بختِ رسا رکاتا ہے
 سر سے گزرے پہ بھی ہے بالِ ہما موجِ شراب
 ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر
 موجِ ہستی کو کرے فیضِ ہوا موجِ شراب
 چار موجِ اٹھتی ہے طوفانِ طرب سے ہر سو
 موجِ گل، موجِ شفق، موجِ صبا، موجِ شراب
 جس قدر روحِ نباتی ہے جسکے تشنہ ناز
 دے ہے تسکینِ بدمِ آبِ بقا موجِ شراب
 بسکہ ڈوڑے ہے رگِ تاک میں خون ہو ہو کہ
 شہرِ رنگ سے ہے بال کشا موجِ شراب
 موجِ گل سے چہ انغاں ہے گزر گاہِ خیال
 سے تصویر میں زبس جلوہ نما موجِ شراب
 نشہ کے پردے میں ہے محو تماشا تے دماغ
 بسکہ رکھتی ہے سر نشو و نما موجِ شراب
 ایک عالم پہ ہیں طوفانی کیفیتِ فصل
 موجِ سبزہ نوحیند سے تا موجِ شراب
 شرحِ ہنگامہ ہستی ہے زبے موسمِ گل
 رہبرِ قطرہ بہ دریا ہے خوشا موجِ شراب
 ہوش اڑتے ہیں مرے جلوہ گل دیکھ اسد
 پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب



فیر آئیاں رُتیاں کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں
 ننگے شراباں دے ہر پاسے تارے چھل شرابوں
 پھل بوٹے پھلوڑی اندر نہ پچھ کیوں مستے نیں
 بن دے وار دے بے دکھاں تھلے چھل شرابوں
 جیہڑا ڈبیا ایس شرابے اوہدا بخت اچھیرا
 ہر توں ننگھی ہوتی وی پتی تارے چھل شرابوں
 سون سمے ہر ساتاں دے تاثیر دکھاندے ایہوی
 فیض ہواؤں چھل حیاتی ہووے چھل شرابوں
 کانگے چڑھی خوشیاں دی چاکے چھلاں چاہے پاسے
 چھل گلاباں، چھل لالی، چھل پردے، چھل شرابوں
 جیہڑی پینگرن ہارنبا تی رُوح کلیجے تستی
 امرت دے گھٹ دے کے سینہ تھارے چھل شرابوں
 رگ رگ ول انگوراں اندر لہسو وانگوں پتی ڈرکے
 ساوے سوہے کھمب کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں
 چھل گلاباں دیوے بالے وچ وچاراں لانگھے
 سوچاں دی اکھ اندر دیندی جلوے چھل شرابوں
 پردے وچ نشے دے لگی ہر دی تھل دھیانے
 فکران فصل اگاندی بتے بتے! چھل شرابوں
 نشیاں رُت ہڑھ لے کے دونوں جگ تے کرن چڑھائی
 ہووے چھل ہریالی، بھادیں ہووے چھل شرابوں
 پھلاں دی رُت بھاگاں والی زہ کھوہے جگ میلے
 قطرے نوں دریا ول ٹورے اشکے چھل شرابوں
 اسد اللہ پھل کھڑ دے دیکھاں مارن ہوش اڈاری
 فیر آئیاں رُتیاں کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں

۱- ہر بال کشا - ۲- پانی کا ایک جانور اور برتن کا نام بھی ہے - ۳- طوفان - دریاؤں میں پانی کا چڑھ جانا اور زور سے بہنا - ۴- گزر گاؤ خیال - ۵- ہنگامہ ہستی -

رولیف (ت)



افسوس کہ دیداں کا کیا رزقِ فلک نے
جن لوگوں کی تھی درختِ عقدِ گہرا انگشت

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے، بوقتِ سفر انگشت

لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخنِ گرم
تا کہ نہ سکے کوئی، ہرے حرفِ پر انگشت



واہ تقدیرے کیڑے اوہناں نوں وی کھا کھارتے
 چتھاں نوں سجدے سن مندری دے نگ ہیرے، انگلی

گھٹ نشانی ایہوی نسیں، جے چھلا دے نہ ٹریوں
 مینوں جدوں دکھالی، خالی، ٹر دے ویلے، انگلی

اسد اللہ میں بلدے شعر الیکاں دل دے لاوے
 تاں جے دھرنہ دے کوئی میرے حرفاں اتے انگلی



رہاگر کوئی تاقیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشقِ خونِ نابہ مشرب
لکھے ہے خداوندِ نعمت سلامت

علیٰ الرِّغْمِ دُشْمَنٍ، شہیدِ وفا ہوں
مُبَارَکِ مُبَارَکِ، سلامت سلامت

نہیں گرسرد و برگ اور اک معنی
تماشا تے نیرنگ صورت سلامت



مُند گتیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
یار لاتے مری بالیں پہ اُسے پر کس وقت



حشر دھاڑے تیسکر بھاویں بلیا جیویں
اک دن آخر نوں مرنا اے، شالا جیویں

رُت دھارا عشق کھیجے میرے نوں پیا
آکھے، جم جم میرے پالنا جیویں

دیر ی ہریا، چندے شوق شہادت ڈھتی اے
سُکھی وستیں، شالا جیویں، شالا جیویں

جے ہر پیر نہ کبھے تینوں باطن داوی
دیکھی جا ایہہ ظاہری میلہ، بندیا جیویں



درشن چارہ کر دے کر دے اکھاں مچیاں زوری غالب
بیلی میرے تائیں لے آئے اوہنوں پر کھیڑے ویلے



آمدِ خط سے ہوا ہے سرِ وجہِ بازارِ دوست
 دُورِ شمعِ کشتہ تھا شاید خطِ خسارِ دوست
 اے دلِ ناعاقبت اندیش ضابطِ شوقِ کور
 کون لا سکتا ہے تابِ جلوة دیدارِ دوست
 خانہ ویراں سازیِ حیرت تماشا کیجئے
 صورتِ نقشِ قدم ہوں رفتہ رفتارِ دوست
 عشق میں بیدارِ رشکِ غیر نے مارا مجھے
 کشتہ دشمن ہوں آخر، گرچہ تھا بیمارِ دوست
 چشمِ مارِ روشن کہ اس بیدرد کا دل شاد ہے
 دیدہ پرخوں ہمارا ساغیر سرشارِ دوست
 غیرِ یوں کرتا میری پریشانی کے ہجر میں
 بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوارِ دوست
 تاکہ میں جانوں کہ ہے اس کی رسائی واں تلک
 مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدہ دیدارِ دوست
 جبکہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہ ضعیفِ دماغ
 سر کرے ہے وہ حدیثِ زلفِ اعتبارِ دوست
 چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر
 مہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخی گفتارِ دوست
 مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجئے
 یا بیاں کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست
 یہ غزل اپنی تجھے جی سے پسند آتی ہے آپ
 ہے ردیفِ شعر میں غالبِ زبیں تکرارِ دوست



لہندی مس دے نالے پئے گئی ٹھنڈی گاہکی بیلی دی
 دھوں بچھے دیوے داسی منبرے مس لہندی بیلی دی
 اگا سوچن جو گا نہیوں، شوق دلا ڈک رکھ سینے
 اینویں جھلا ہو یوں، جھتے کون دکھالی بیلی دی
 حیرانی دے چالے دیکھو، کیوں گھرے بہندی لے
 ایر کھرے دے وانگوں ٹرنوں رکھیا، ٹرنی بیلی دی
 عشق دہارے بھنیا اے غیراں دے مینوں ساٹے نے
 ڈیری مار گیا اے بھاویں تہیسی لگی بیسی دی
 ساڈی اکھ رشتنیاں جے اوہ بیدرومی انج رانی لے
 ساڈی رت بھری اکھ ہو دے لور پیالی بیلی دی
 سرت لوے انج غیروی میری اوہے درد و چھوٹے دی
 وندے پیٹے جویں کوئی ہو کے اپنا بیلی، بیلی دی
 تاں جے نیں دی جاناں ایہوی او تھے اپڑ جاندا لے
 دیندا سنبھیا مینوں، گھلی لار دکھالی بیلی دی
 نیں جے کیتا اپنے ہمدی کمزوری داسکواہ ای
 اوہنے گلین زلف پھڑی کستوری بھتی بیلی دی
 دیکھ لوے جے مینوں بلکے منہ دے دے کے رونے نوں
 ہنس ہنس کے اوہ مینوں دسد اکھڑ کھڑ، مسنی بیلی دی
 ڈیری جو جو چنگی کیتی اوہے ای جھورے جھرتے
 یا آکھو شابا، جو لذت تہسروں چکھی، بیلی دی
 میری ایس غزل تے مینوں اندرون واہ واپدی لے
 شعر کچھو کر آوے غالب گل انخیری بیلی دی

ردیف (ج)



گلشن میں بندوبست بزنکِ دگر ہے آج
قری کا طوق حلقہٴ بیرونِ در ہے آج

آتا ہے ایک پارہٴ دل ہر نغاں کے ساتھ
تارِ نفس، کمنہٴ شکارِ اثر ہے آج

اے عافیت کنارِ اکر، اے انتظامِ چل
سیلابِ گریہ در پئے دیوارِ در ہے آج



لو ہم مریضِ عشق کے تیمار دار ہیں
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج



پھلوڑی وچ ہور دیاں کچھ ہور بہاراں آج تے
گھوگھی دی گانی پیالگے گھیسر بر و نہاں آج تے

اک اک ہتھ کے نال ٹڑی آوندی آئے بوٹی دل دی
ساتھواں ڈور کمندے پھسیاں نیں تاثيراں آج تے

کنڈھے لگ جا امن امانے، چالا ٹر دا ہورے
ہنجاواں ہڑھ دی اکھ پے رڑکن بوہے کندھاں آج تے



اسیو عشق، منیکے دی سیوا اپنے مہر کیتے
پر جے تاں وی بچیا نہ تے عیسیٰ دا کیہہ دارو

رولیف (بج)



نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
 اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ
 کمال گرمی سعی تلاشِ دید نہ پوچھ
 برنگ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ
 تجھے بہانہ راحت ہے انتظار اے دل
 کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ لبت کھینچ
 تری طرف ہے بکثرت نظارہ نرگس
 بکوری دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ
 بہ نیم غمزہ ادا کر حق و دیعتِ ناز
 نیام پرودہ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ
 مرے قدح میں ہے صہبائے آتشِ نہاں
 بروئے سفرہ، کبابِ دل سمندر کھینچ



آس اُمیدیاں کولوں ہونہ دکھرا ساہواں کھچتیں
 جے کر ہتھہ شراب نہ آوے بیٹھ اڈیکاں کھچتیں
 درشن پان دی نس بھج دے تاکیڈے نیں کیہہ دتساں
 ہن میرے آیتنے وچوں جوہر سوللاں کھچتیں
 سکھ مانن دے پنج نرے نیں مننا! اڈیکاں کارتے
 کدھیاں من کے اٹھے پھرے ناز وچھاتیاں کھچتیں
 تیرے دتوں نرگس مورتی سدھراں دی اکھ دکھے
 اٹھے ویری دے چاداں وچ بیٹھ شراباں کھچتیں
 نیم اشارے اکھ دے پورا حق امانت کر دے
 پھٹ نیام کلیجے وچوں نجنجہ ایداں کھچتیں
 میرے بھانڈے وچ شراباں گھتیاں اگاں لمباں
 اگ دے کیڈے دادل شغلے، وانگ کباباں کھچتیں

ردیف (د)



حُسنِ غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
 بارے ، آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد
 منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
 ہوتی معذرتوں کی اندازِ دادا میرے بعد
 شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
 شعلہٴ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد
 خوں ہے دلِ خاک میں احوالِ بُتاں پر یعنی
 اُن کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد
 درخوردِ عرض نہیں جو ہر بیداد کو جا
 نگہ ناز ہے سرمہ سے خفا میرے بعد
 کون ہوتا ہے حریمِ مردانگہ عشق
 ہے مگر زلبِ ساقی پہ صلا میرے بعد
 ہے جنوں ، اہلِ جنوں کے لئے آغوشِ وداع
 چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد
 غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
 کہ کرے تعزیتِ ہمدرد و وفا میرے بعد
 آئے سے بیکسی عشق پہ رونا غالب
 کس کے گھر جاتے گا سیلابِ بلا میرے بعد



روپ سنگھاراں دی کھیچل توں چھٹیا میرے پچھوں
 شکرے! ظالم لوکاں وی سوں ڈٹھا میرے پچھوں
 عشق دی جوگ کماؤن والے تے منہ نئیں کر دے
 ہیراں، ڈنگے چیسر نہ متھے ٹکا میرے پچھوں
 لاٹ مرے دیوے دی اٹھ اٹھ جھلتے دھوں مکاناں
 عشق دے لمبو کالایس وٹایا میرے پچھوں
 قبر اندروی دل تے ایسے غم وچ رتاں رووے
 مندی ہتھوں یار ہو دے گا اوکھا میرے پچھوں
 نظراں دے تہ کتھے تیراں دے لائق نئیں نشانے
 مست زنگا ہواں سرے توں منہ موڑیا میرے پچھوں
 کون پیالہ عشق دا آن خریدے میرے ہتھوں
 ساقی دوہراں پایا دیوے ہوکا میرے پچھوں
 جھل عشقے دا جھلیاں کولوں ہو کے ودعیسا ٹریا
 ڈاڈا گلے گلوں لنگارا لبتھا میرے پچھوں
 ایسے دکھوں مردا جاناں نئیں تو فسیق کسے نوں
 میرے پیار دے گل لگ روئے جیڑا میرے پچھوں
 عشق دیاں بے دستیاں اتے غالب روندی ٹریا
 دیکھو! ایہ ہڑھ کیڑے دیڑے وڑدا میرے پچھوں

ردیف (۱۲۶)



بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر درو دیوار
نگاہ شوق کو ہیں بال و پر درو دیوار
و فوراً شک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در درو دیوار
نہیں ہے سایہ کہ سن کر نویدِ مقدم یار
گئے ہیں چند قدم پیشتر درو دیوار
ہوتی ہے کس قدر ارزانی مئے جلوہ
کہ مست ہے ترے کوچہ میں ہر درو دیوار
جو ہے تجھے سہ سودا تے انتظار تو آ
کہ ہیں دکان متاعِ نظر درو دیوار
ہجومِ گریہ کا سامان کب کیا میں نے
کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر درو دیوار
وہ آ رہا مرے ہمسایہ میں تو ساتے سے
ہوتے فدا درو دیوار پر درو دیوار
نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر درو دیوار
نہ پوچھ بیخودی عیشِ مقدم سیلاب
کہ ناچتے ہیں پڑے سہر درو دیوار
نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہیں زمانے میں
حریفِ رازِ محبت مگر درو دیوار



دسدے رہن جے دسن مینوں اگتے بوہے کندھاس
 میرے اڈنے شوق دے کھمب میں تیرے بوہے کندھاس
 ہنجاں دی دا چھٹ منہ گھر دا دو جے بتے لایا
 لو کو ہو گتے میرے کندھاس بوہے، بوہے کندھاس
 پڑ چھا دیں تیں ایہ تے اوہدے آون دیاں خوشیاں نہیں
 جی آیاں نوں! آکھن اگوں ٹر پئے بوہے کندھاس
 انج سولیاں ہوتیاں تیسری گلئے دید شہاباں
 پی پی مستیاں ڈھکے بوہے بوہے، بوہے کندھاس
 لہجہ لہجہ کتے اڈیک انہارے بن جاتی جے بھار دی
 اوہ دسدے نہیں ہٹ نظر دی راسے، بوہے کندھاس
 کیڑے دن میں راج کے رتا جسد اچھی ساہ کڈھیا
 نیویں ہو کے میرے پیریں ڈگے، بوہے کندھاس
 سانجھی چھا دیں آکے دستیاں آن ڈھلے پڑ چھاویں
 چند پئے وارن بوہے کندھاس اُتے، بوہے کندھاس
 تیرے باہجوں اکھ دا اکھرا دسدے گھر دی دستوں
 ہر ویلے روندے رہنے آں دیکھ کے بوہے کندھاس
 پڑھ آونالے خوشیاں چڑھیا پچھ نہ مستی کارے
 ہیٹھ اُتے پئے ڈگدے نچدے نچدے بوہے کندھاس
 غالب دل دی گل نہ کرہتیں لہجہ نہیتوں جھیرے
 بھیت پیار دا اجر کے رکھن، خبرے بوہے کندھاس



گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
 جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر
 کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
 جاتوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر
 کام اس سے آپڑا ہے کہ جس کا جہان میں
 لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر
 جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم
 سر جاتے یا رہے نہ رہیں پر کہے بغیر
 چھوڑوں گا میں نہ اس بت کافر کا جو بنا
 چھوڑے نہ خلق کو مجھے کافر کہے بغیر
 مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام
 چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر
 ہرچند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
 بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر
 بہرہ ہوں میں تو چاہیے ڈونا ہوا التفات
 سننا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر
 غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
 ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر



ڈیرا تیرے بُو ہے تے جد سٹیا آکھے باہجوں
 ہن وی نہیوں لُجھدا ڈیرا ساڈا آکھے باہجوں
 بولن دی جسد واہ نہ زہ گئی اوہوی آکھن لگے
 کیوں جا پے حال کسے دے دل دا آکھے باہجوں
 اوہدے دُست پئے آں جس داسارے جگ دے اند
 اک بندا وی ناں نئیں لیندا چندرا آکھے باہجوں
 دل سکھنا اے میرا، نئیں تے میرے ورگا بندا
 بھر جاندا یا زہندا پر نہ زہندا، آکھے باہجوں
 چھڈوانئیں میں اس کا فرما دھو نوں سجده کرنا
 بھاویں لوک نہ چھڈن کافر وڈا آکھے باہجوں
 ناز اداواں بارے بھاویں گلاں ہون تر کھیاں
 پئے نہ چیسے کلیجے بر چھی آرا آکھے باہجوں
 حق دی مُستی دا جے لُجھتے وچ بیاناں پلا
 مُستاں ہمتہ نہ آوے بھنگ پیالا آکھے باہجوں
 ڈورا واں تے میرے اُتے دُونی کر پار کھو
 میں نئیں سُن دا گل کسے نوں دوہرا آکھے باہجوں
 غالب مُڑمڑ کا ہنوں عرضاں کرنا میں سرکاے
 تیرے حال دے محرم نہیں اوہ جھلیا آکھے باہجوں



کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر
 جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر
 آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے
 سرگرم نالہ ہاتے شہر بار دیکھ کر
 کیا آبروتے عشق جہاں عام ہو جفا
 رکتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر
 آتا ہے میرے قتل کو پر جوشِ رشک سے
 مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
 ثابت ہوا ہے گم دنِ مینا پہ خونِ خلق
 لرزے ہے موجِ مے تری رفتار دیکھ کر
 واحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
 ہم کو حیرتِ لذتِ آزار دیکھ کر
 بک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ ہنر کے ساتھ
 لیکن عیارِ طبعِ خسریار دیکھ کر
 زنار باندھ سجہ صد دانہ توڑ ڈال
 رہدو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر
 ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
 جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار دیکھ کر
 کیا بدگماں ہے مجھ سے کہ آئینہ میں مرے
 طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھ کر
 گرنی تھی ہسم پہ برقِ تجلی، نہ طور پر
 دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدحِ خوار دیکھ کر
 سر بھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا
 یاد آ گیا مجھے تری دیوار دیکھ کر



کیوں نہیں سڑیا میں دلبر دامکھ تجلا ویکھدیاں
 مہن سڑناں اکھیاں کیڈا دیدار بچایا ویکھدیاں
 لوکی تہ پڑتے مینوں اگت پجاری کہندے نہیں
 ہر ویلے کر لاناں دے بھانبر اگسے تار ویکھدیاں
 عشق دیاں کہینہ قدراں جتھے دباں ہاری ساری نوں
 ڈو ڈوٹ جاں ہر پاسے تیرا چوہنڈی دھپتھا ویکھدیاں
 لین آیا سر میسدا بجاویں، آنے میرے پاٹ گتے
 مردا جاناں اوہدے موہڈے پڑھیا برچھا ویکھدیاں
 پے جانا اے خون صراحی دی گردن تے خلقت دا
 کنبے پھل مشرابوں، تیری ٹوروں چالا ویکھدیاں
 واہ تقدیرے یار پیارے، چھکیا ہتھ آزاراں توں
 سانون نوں نوں پھٹ سواداں دا چسکورا ویکھدیاں
 سو دے نال سخن دے آپے دی اٹمے وکنے آں
 سچے طالب گانگ اپنے دانقدوں پلا ویکھدیاں
 جنجو بنھ لے، سومنکے تسی دے ٹوٹے تبتے ڈھاہ
 پاندھی پنڈھ سہیڑے بلیارہ نوں پدھرا ویکھدیاں
 میں پیراں دے چھالیاں ہتھوں آپے پھسیا پھر داساں
 بھریاں نال خوشی دے پنڈا سولاں بھریا ویکھدیاں
 اوہ کیڈا اے شرکاں پٹیا، میرے شیشے پاکے جہات
 سکواں ہر تل جاتا سو، پڑچھاواں ساوا ویکھدیاں
 طور وچارے تے نتیں بجلی ساڈے اتے پنی سی
 جیویں دین شراب بھنڈارا بھانڈا بھانڈا ویکھدیاں
 ٹکراں مارن تے سر پاڑن غالب جیسے سودائی دا
 یاد پیا آج مینوں تیرا ڈھکیا بوا ویکھدیاں



لرزتا ہے مرادل زحمتِ مسہر درخشاں پر
 میں ہوں وہ قطرہ شبنم جو ہو خارِ بیا باں پر
 نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی
 سفیدی دیدہ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر
 فنا تعلیم درسِ بیخودی ہوں اس زمانے سے
 کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر
 فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے
 بہم گر صبح کرتے پارہ ہاتے دل نمکداں پر
 نہیں اقلیمِ اُفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا
 کہ پشتِ چشم سے جس کے نہوے مہر عنوان پر
 مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلود یاد آیا
 کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر
 بجز پر وارِ شوقِ نازِ کیا باقی رہا ہوگا
 قیامت اک ہوائے تند ہے خاکِ شہیداں پر
 نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہو اگر اُس نے شدت کی
 ہمارا بھی تو آخِ زور چلتا ہے گریباں پر



ہاتھ کنبدی کنگ دی تار وانگوں، لشکے سورجوں ایڈیاں کھیچلاں تے
 میں تے انج دا آپ تریل قطرہ، بیلے ٹنگیا سولاں دی سولیاں تے
 یوسف اوتھے دی لکلیاں لکلیاں نئیں، کال کوٹھڑی پئی سہاندڑی اے
 پونی اکھ یعقوب دی رہتی پھر دی قید خانے دے کندھ بنیریاں تے
 درس مستی دے اوہناں زمانیاں دی پٹی میں فناہ دی پڑھی بیٹھاں
 لام ایف دے پورنے پور داسی مجنوں کندھ مسیت کچھو کڑاں تے
 ساہ سکھ دامینوں دی آجاندا پھاہ وڈھ دیندا مہم لہجھنے دا
 ٹوٹے ولے دے آپ جے فنڈ کھاندے صبر شکر کر دے نمکد انیاں تے
 ہونانئیں کوئی پیار دے جگ اندر البیلڑا عشق کتاب ورق
 کند کیتیاں اکھاں دانئیں ٹھپا جہدے لیکھاں دی لکھت ہرنا زویاں تے
 ڈٹھا لالیاں بھندیاں بدلاں نوں، آج دیکھ کے مینوں ایہہ پک ہو یا
 ایہو سسے وچھوڑیاں تئیاں نوں، اگاں دوسیاں باغ بغیچیاں تے
 ادتھے شوق پتنگ اڈاریاں توں بچھے ڈور نشان کیہہ لہجھنا اے
 جھکھڑ ہین، اخیر قیامتاں دی ایہناں پاک شہیداں دی ڈھیریاں تے
 ملاں نال نہ غالب لامتھا ہو یا کیہہ جے اوس دبیٹیا ای
 ساڈا اہل دی بلیا جا چڑھدا کدی اپنیاں چولیاں گلکیاں تے



ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اور
 کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گُماں اور
 یازب! وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
 دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور
 ابرو سے ہے کیا اُس نگہ ناز کو پیوند
 ہے تیسرے مقرر مگر اس کی ہے کہاں اور
 تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
 لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جساں اور
 ہرچند ٹیک دست ہوتے بُت شکنی میں
 ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور
 ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا
 ہوتے جو کئی دیدہ خوننسا بہ فشاں اور
 مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سراٹھ جاتے
 جلاؤ کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ”ہاں اوڑ“
 لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا
 ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور
 دیتا نہ اگر دل تجھے لیتا کوئی دمِ چین
 کرتا، جو نہ مرتا کوئی دن، آہ و فغاں اور
 پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
 رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
 ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے
 کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور



بل ابل اشارتاں اوہدیاں دے چال سہر کوئی چالا سہر کوئی
 پری مکھ دے پیار اظہار بوہتے سانوں جن چھوڑیا سہر کوئی
 جانی نئیں اوہناں تے نہ جانی اے میری گل میں رب نوں سو نہ چھپے
 بدلے اوہناں دا دل جیکر بولنے دا مینوں ڈھب نئیں لہجہ سہر کوئی
 ایس شان دی نگہ ہے مان متی، بھوواں نال ایہدا جوڑ میل کیہاں
 ایہو تیسرے تے منیا تنیا اے، کتے سے کما نچا سہر کوئی
 تسی شہر دے وچ موجود ہوو، سانوں فکر کاہدی جدوں موج آئی
 جتہ لوں گے جا باز رو تچوں، دل لوں گے دکھ سہر کوئی
 بھاویں ہے کیڈا ساڈا ہتھ ہولا بت بھننے ڈیکنے توڑنے نوں
 اسی ہاں تے آجے وی راہ اندر بھارا پتھر اک دسدا سہر کوئی
 رت جوش کلیجے جویں مارے، جی کیتا سی کھل کے رت روندنا
 رت رون کیتے جے کراکھیاں دا جوڑے اتے ہندا جوڑا سہر کوئی
 مراں اوس دی ایس آواز اتے بھاویں دھون تے رہے نہ سیں میرا
 آکھی جائے جلا دنوں وا کوئی شا باہور، شا با، شا با سہر کوئی
 ایسے سورجوں جگ جہان روشن چٹے دینے لوکاں نوں رہیا اوہلا
 بہت توں سویر توں میں اپنا نوں داغ دکھایا سہر کوئی
 دیند میں جے کدی نہ جیوتینوں لیند میں وی گھڑی آند کوئی
 کردا، مردانہ ہے، دن چار میں وی دنوں دھون دا آسرا سہر کوئی
 لگے ڈاٹ جے وگدیاں پلکھو آں نوں پانی کنڈھیاں تیکراں جان چڑھے
 میری طبع دے دھین جے روک آدے، ہندا آوین اچا لہر سہر کوئی
 شاعر سہر دی جگ تے بہن چنگے، بھلیو بھلی داننت شمارناہیں
 غالب، غالب اے آکھدے بہن سارے ایہدا بول مہاندرا سہر کوئی



صفتے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ رنگِ آخر
 تغیرِ آبِ برجامانہ کا، پاتا ہے رنگِ آخر
 نہ کی سامانِ عیش و جاہ نے تدبیرِ وحشت کی
 ہوا جامِ زمرہ بھی مجھے داغِ پلنگِ آخر



ستم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خواباں کچھ پہ عاتق ہیں
 تکلفِ برطرف، مل جائے گا تجھ سا رقیبِ آخر



شیشے دی بتری حیرانی رنگ چڑھاندمی آن اخیری
اکو تھاں جے رہن کھلوتے پانی رنگ بدلان اخیری

دولت نشیاں کچھ نہ کیتا، وارو، طبع اڈارو دا وی
جام زرد وی چیتے دے لگا ڈب وکھان اخیری



دکھ پیا جبرناں چنگی آسے، سوہنے عاشق نیں تیرے تے
ننگی گل اے لہج جاتے گاتیرے جیہیا رقیب اخیری



جنوں کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی
گر بیاں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر

برنگ کا غذا تش زدہ ، نیرنگ بیتابی
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر

فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے
متاع بڑوہ کو سمجھے ہوتے ہیں قرض رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہے
شعاعِ مہر سے تہمت نگہ کی چشمِ رُوزن پر

فنا کو سونپ، گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوف گلخن پر

اسدِ بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر



جھل پئے نوں کیڑا کجے، جے کرننگ نہ ہوئے
پاٹے نکلے دا حق ہو یا میرے بر دے اُتے

لُہے کاغذ رنگے، رنگ دکھائے سڑکن بھڑکن
سو سو دل بتھے عاشق دے مڑ دے ڈولے اُتے

جیڑے عیش دہائے اوہ آسمانوں منگی جاتیے
لٹ دا مال دی جاتا جیویں قرض لٹیرے اُتے

ایویں رُمدے ویری دے وس پئے آں جیہڑا لہدا
سورج رشموں تہمت ویکھن دی اکھ جھرتے اُتے

اپنی اصل پچھان کیتے سونپ فنا نوں ہستی
لگھاں دی قسمت چمکے وچ بھمٹی بلنے اُتے

اسد اللہ پھٹیا کس شانے برکپ نوں شکارے
ہتھ رواں کر، قتل خدائیاں پین دے میرے اُتے



لازم تھا کہ دیکھو مرارستا کوئی دن اور
 تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور
 مٹ جاتے گا سرگرم تر پتھر نہ رکھے گا
 ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور
 آتے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں
 مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا کوئی دن اور
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو بلیں گے
 کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
 ہاں اے فلکِ پیر جواں تھا ابھی عارف
 کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور
 تم ماہِ شبِ چار دہم تھے برے گھر کے
 پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور
 تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے
 کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور
 مجھ سے تمہیں نفرت سہی نیر سے لڑائی
 بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور
 گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش
 کرنا تھا جواں مرگ گزارا کوئی دن اور
 نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالب
 قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور



چاہی داسی دیندوں میرا رستا ہور دہاڑے
 کیوں ٹر لوں کلا ہن رُوہ خاں کلا ہور دہاڑے
 جے تیرا پتھر نہ گھسیا سرتے مر مٹک جاسی
 تیرے بوہے تے رگڑاں گامتھا ہور دہاڑے
 کل آیا سیں آج ٹر یا ایں ایڈی چھیتی کیہہ سی
 منیا ایچھے بیہہ نئیں رہنا، رہندا ہور دہاڑے
 جاندا جاندا آکھیں روز قیامت ہوسن میلے
 اشکے! روز قیامت ہونا کیہڑا ہور دہاڑے
 بڈھیا ٹھنڈیا آسمانا عارف سی منڈا کھنڈا
 تیرا کیہہ جاندا سی جے نہ مردا ہور دہاڑے
 توں تے چتا چودھویاں دا چن سیں میرے گھردا
 اوہوی تے کڈھ جاندا، جاندا جاندا ہور دہاڑے
 کتھوں سیں توں ایڈوہاری لینے دینے اندر
 ملک الموت وی بھتیا ہندا بوہا ہور دہاڑے
 منیا میں نہ چنگا لگا، نیتس نال لڑائیاں
 اپنے بالآں توں تے دیندوں ہندا ہور دہاڑے
 جیویں ایہی لنگھ گئی سی تیردی ہسدے روئنے
 اِنج لنگھ جاندا موت جوآنے ویلا ہور دہاڑے
 کیہہ جانے جو آکھے غالب کیویں جیوندا پھردا
 موت اڈیکاں قسمت وچ نیں بھلیا ہور دہاڑے

۱۔ نواب زین العابدین عارف جیڑا مرزا غالب دی بیوی امراؤ بیگم دا بھانجا سی۔ غالب نے اپنا
 متبشی بنایا سی۔ ایہدی موت تے ایہہ مرثیہ لکھیا گیا سی۔ (دمترج)

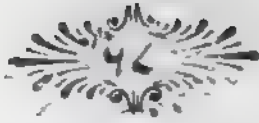
زولیف (ز)



فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبحِ مہر
 ہے داغِ عشقِ زینتِ جیبِ کفنِ ہنوز
 ہے نازِ مفلساں، زرِ از دست رفتہ پر
 ہوں گلِ فروشِ شوخیِ داغِ کفنِ ہنوز
 مے خانہِ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں
 خمیازہ کھینچے ہے بتِ بیدادِ فنِ ہنوز



حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسونِ نیاز
 دُعا قبول ہو یا رب کہ عمرِ خضر دراز
 نہ ہو بہر زہِ بیاباں نوردِ و ہسم وجود
 ہنوز تیسرے تصور میں ہیں نشیبِ فراز
 وصالِ جلوہ تماشا ہے پیدماغ کہاں
 کہ دیکھے آئینہ انتظار کو پرواز
 ہر ایک ذرّہ عاشق سے آفتاب پرست
 گئی نہ خاک ہوئے پر ہوائے جلوہ ناز
 نہ پوچھے وسعتِ میخانہ جنوں غالب
 جہاں یہ کاسہ گم دوں ہے ایک خاک انداز



واندا جان نہ مینوں فخر سوج وِگا
 داغ پریتاں والا، کفنی سچیا حالی
 کنگالاں داماں اے ہتھوں نکلی دولت
 سَل پُرانے بشکاں پھل میں وِندہ حالی
 سینے دے مینانے ایتھے کھیدہ دی نہیں پر
 آکڑیاں نئی جاندا مادھو چندر حالی



اُوکھے کم نہ کڈھدے منتر ترے منتاں
 ربا کر دے خضر دیاں ای عمر اُلیاں
 جھلیاں وانگوں چڑھ نہ وہم برتے کھوجی
 تیری سوچ اُجے دی بجھی ٹبیاں ٹویاں
 وِصل دیاں سوشکلاں میں پر جیرا کتھے
 روز اڈیکاں دے شیشے کیوں پیا چلکاواں
 عاشق دا ذرہ ذرہ وی سوج پوے
 مٹی ہویاں وی نیس اڈیاں دید ہواواں
 غالب ساڈے جھسل دا مینانہ بے اُنا
 جتھے آسماناں دا ٹھوٹھا جھولی کتھاں



وسعتِ سعی کرم دیکھ کہ سرتا سرتا خاک
 گزرے ہے آبلہ پا ابر گسار بارہنوز
 یک قلم کا غذا آتش زدہ ہے صفحہ دشت
 نقشِ پا میں ہے تپ گرمی رفتار ہنوز



کیونکر اُس بُت سے رکھوں جان عزیز
 کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز
 دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے
 ہے ترے تیسرے کا پیکان عزیز
 تاب لاتے ہی بنے ہے غالب
 واقعہ سخت ہے اور جان عزیز



سُنخیاں دے نئی چارے کسوٹاں فیض کمان دیاں نہیں جوہاں
 پیسریں چھالے بھریا بدل، موتی و سدا حالے توڑنی
 اکوٹاٹ بریتے ورقا لوٹے کاغذ ورگا لگے!
 ایر کتے پے جا پن نس بھج دے بلدے تا حالے توڑی



کیویں اوس پیارے کولوں کمر لآں جان پیاری
 مینوں آپ بھلانتیں دین ایمان دی آن پیاری
 دل وچوں تے نکل گیا پر نکلیانتیں دل وچوں
 تیر دی نوک پیاری مینوں، جیویں جان پیاری
 غالب جیہڑی سہرتے پے گئی اوہ تے سہنی پینی
 اوکھی بھاری دی لگدی لے، اتوں جان پیاری



تے کئی نغمہ ہوں نہ پردہ ساز
 میں ہوں اپنی شکست کی آواز
 تو اور آرائشِ خیم کا گل !
 میں اور اندیشہ ہائے دور و دراز
 لاف تمکین ، فریبِ سادہ دلی
 ہم ہیں اور راز ہائے سینہ گداز
 ہوں گرفتارِ الفتِ صیاد
 ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز
 وہ بھی دن ہو کہ اس ستمگر سے
 ناز کھینچوں بجائے حسرتِ ناز
 اے تراغزہ یک قلم انگینہ
 اے تراظلم سربسہ انداز
 تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو
 ریزشِ سجدہ جبینِ نیاز
 نہیں دل میں مرے وہ قطرہ خوں
 جس سے مرگاں ہوتی نہ ہو گل باز
 مجھ کو پوچھیا تو کچھ غضب نہ ہوا
 میں غریب اور تو غریب نواز
 اسد اللہ خاں تمام ہوا
 اے دریغا ! وہ رندِ شاہد باز



نہ میں گون گلی نہ کوئل تیور سازاں
 محفل اندر میں اپنے من دی تان آں
 اودھرتوں پیا کلکھاں تے کنڈل پلماویں
 ایدھر میں شک شبہیاں گھوڑے لمیاں واٹاں
 جیرے دی پھڑٹھ، اصلوں نادانی دے دھوکے
 چھاتی موم کرن تے ساڈی، راز محبتاں
 پچا ہی پریم شکاری دی نوں پھسڑ کن کہیہ
 پر حالے دی جیوندے رہن ایہ کھمب کھمب اٹاں
 اوہوی گھڑیاں آدن کدی جد اس چندرے دے
 نخرے چاداں، جتھے آج اوہناں دیاں چاہواں
 اک اک تیب، اواں دا پیا راج تڑ فائے
 اک اک چیر سزاواں دا جیوں چلتیاں چھڑیاں
 توں آئیوں گھر میرے تیرے نانویں لاتے
 عاجز مٹھے وچوں سجدے جیڑے کیراں
 میرے دل اندراوہ لہو دی چھٹ نیتیں لہجی
 جتھے پلکاں تے نیتیں چاہڑی چادر پھٹاں
 وات لہی جے میسری تے عرشوں نہ ڈگوں
 میں آں غریب نما ناتے توں مان غریباں
 اسد اللہ خاں غالب دی آج مرملیا جے
 اودھے نالے ٹر گئیاں سب حسن پریتاں

ردیف (س)



مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے
 دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس
 جگرِ تشنہ آزارِ تلی نہ ہوا!
 جوئے خوئے ہم نے بہائی بنِ ہر خار کے پاس
 مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے
 خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس
 میں بھی رُک رُک کے نہ مرنے جو زباں کے بدلے
 دشنہ اک تیز سا بوتلا مرے غمخوار کے پاس
 دہنِ شیر میں جا بیٹھئے لیکن اے دل
 نہ کھڑے ہو جتے خوبانِ دل آزار کے پاس
 دیکھ کر تجھ کو چمن بسکہ نمونہ کرتا ہے!
 خود بخود پہنچے ہے گلِ گوشہ دستار کے پاس
 مر گیا پھوڑ کے سرِ غالبِ وحشی ہے ہے
 بیٹھنا اُس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس



قیدی ہوں دیاں ریکھاں نوں خالی جال مبارک
 دچھیا ہويا، پنجرے ڈکے پنچھی پنجرے نیڑے
 آزاروں تے جگرے دی اُکا ترہیہ نہ لختی
 لسو دیاں ندیاں آساں وگائیاں کنڈے کنڈے نیڑے
 پٹدیاں پٹدیاں مچیاں اکھاں کیہہ تقدیر نکھٹی
 چنگے ویلے آتے اوجی، عاشق موتے نیڑے
 اڈیاں رگڑ رگڑ نہ مردا میں وی جے تھان جھدی
 تیز جیہا اک خنجر ہندا ہمتھ دَر دی دے نیڑے
 شیراں دے منہ وچ جا بہنا پر دل نوں سمجھانا
 کدی کھلونا نئیں دلداراں آزاراں دے نیڑے
 تینوں دیکھدیاں پھلواڑی کیڈی پھل پھل پنیدی
 پھل وی آپے اُپڑ دے نیں پگ دے شملے نیڑے
 مویا ٹکڑاں مار کے غالب سر پھریا نئیں جھلدا
 آوناتے آکے بیہ رہنا تیرے بوسے نیڑے

رولیف (ش)



نہ لیوے گر نہیں جوہر طراوت بیزہ خط سے
لگا دے خانہ آئینہ میں روئے نگار آتش

فروغِ حُسن سے ہوتی ہے حلّ مشکلِ عاشق
نہ نکلے شمع کے پاؤں سے، نکالے گرنہ خار آتش

رولیف (ع)



جادہ زہ، خور کو وقتِ شام ہے تا شمع
چرخِ دا کرتا ہے ماہ تو سے آغوشِ وداع



چلکاں دے ککھ جے نہ وِتھدے^۱ مَس بریالی^۲ پاروں
 بھنی امکھڑا لادیندا شیشے گھر ویہڑے لومبا

رُوپ دیاں لاناں عاشق دی مشکل دا حل کڈھن
 دیوے پیروں، سُول نہ نکلے جے نہ کڈھے لومبا



رہ کھوہلے سُو راج داسٹا میں، بوکھر کرناں دی
 چسڑھدے چن آسمانی جھولی اڈی، بھراں دی



رُخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانی شمع
 ہوئی ہے آتشِ گل، آبِ زندگانی شمع
 زبانِ اہلِ زباں میں ہے مرگ، خاموشی
 یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع
 کرے ہے صرف بہ ایمانے شعلہ قصہ تمام
 بظریہ اہلِ فناء ہے فسانہ خوانی شمع
 غم اس کو حسرتِ پروانہ کا ہے اے شعلہ
 ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع
 ترے خیال سے رُوحِ اہتر از کرتی ہے
 بجلوہ ریزی باد و بہ پر نشانی شمع
 نشاطِ داغِ غمِ عشق کی بہار نہ پوچھ
 شگفتگی ہے شہیدِ گلِ خزانہ شمع
 جلے ہے دیکھ کر بالینِ یار پر مجھ کو
 نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغِ بدگمانی شمع



مٹکھ دلبر تھیں ہکت ہمیشاں بلدی رہنی دیوے دی
 پھل دی آگ دے امت پاروں نخر جیاتی دیوے دی
 ساڈی بولی اگو گل اے بچھ مرنا جیہہ سیں لینا
 محفل اندر لاٹاں مارے گل زبانی دیوے دی
 لاٹ ذرا جے جیہہ ہلاتے گل سرے چڑھ جاندی اے
 مویاں مکیاں وانگوں دیکھو مٹکھی کہانی دیوے دی
 ایمنوں سدھ پر وانے دی لاٹے اندروں بھنیا اے
 تیرے ڈولن توں لگدا اے ڈھیہ گتی ڈھیری دیوے دی
 تیرے دھیان گیانوں آوے جان ہلا اے اندر پتی
 پکھیاں جھلے پریاں دی سوئہ نالے کمنی دیوے دی
 داغ عشقے دے رت کھلاری باگے پھیٹاں وچھیاں نیں
 پھل کھڑنی رت وارے اتے گل چواتی دیوے دی
 دلبر یار سرہانے مینوں دیکھ دیکھ پیا بلدا اے
 کیوں نہ سینے سل دھواکھے نیت میلی دیوے دی

ردیف (ف)



بیمِ رقیب سے نہیں کرتے وداعِ ہوش
مجبوریاں تلک ہوتے اے اختیارِ حیف!

جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے
اے ناتمامیِ نفسِ شعلہ بارِ حیف!



اساں خوف رقیب توں اُج توڑی کولوں دُور نہ ہوش حواس کیتے
 اینھوں نیکراں اسی مجبور ہوئے ، وڈا اختیار تے منج سانوں

ایسے تانوں بے پیادل ساڈا اکسے ساہ نہ کیوں مٹر کے ساہ ہوئے
 بلرے ساہواں دیاں ناتمامیاں دے ایس لب چنگیا رتے منج سانوں

ردیف (ک)



زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک
 کیا مزہ ہوتا اگر پتھہ میں بھی ہوتا نمک
 گردِ راہِ یار ہے سامانِ نازِ زخیمِ دل
 ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک
 مجھ کو اِز زانی رہے، تجھ کو مُبارک ہو جیو
 نالہ بلبُل کا درد اور خندہ گل کا نمک
 شورِ جولاں تھا کنارِ بحرِ پر کس کا کہ آج
 گردِ ساحل ہے بزخمِ موجِ دریا نمک
 داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی واہ وا
 یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہے وہ جس جا نمک
 چھوڑ کر جانا تِنِ مجسروحِ عاشقِ حیف ہے
 دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک
 غیر کی منت نہ کھینچوں گاپتے توفیرِ درد
 زخمِ ہمشلِ خندہ قاتل ہے سرتاپا نمک
 یاد ہیں غالب مجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
 زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک



دھوڑن کھتوں بال آیا نے پھٹاں اُتے دھوڑا لُون
 یار سواد آجاندا جے کر ہندا وٹا وٹا لُون
 دل دے پھٹ دا بھرم بھرا اے، سجن دے زہاں دی دھوڑ
 نیں تے جگ اندرتے جتھوں جتا لبھتے لبھدا لُون
 میرے بھاگاں دے وچ وُتے، زہوے مبارک تینوں دی
 بلبل دی کڑلاٹ کڑتوں، پھل بھڑنی دا ہا سا لُون
 کیڑی بکی آج راوی دے کندھے دھوڑاں پٹیاں نیں
 من دریا تے مٹیاں اڈیاں چھلاں دے پچھ لگا لُون
 میرے پھٹ جگر دا اومہنوں بڑا اور لیاں رہندا اے
 میں اومہنوں چیتے آجاناں جتھے وی اوہ وہندا لُون
 پھٹ پیندا عاشق دا چھٹ چلیا ایں، ایہہ چنگا نیں
 دل وی حالی پھٹ دا طالب لُون حالی منگدا لُون
 کاہنوں چکاں، سرغیراں دے بھار، ودھیرے درداں لی
 پھٹ خونئی دے مہتے ہاسے وانگ اے جدوں سراپا لُون
 غالب چیتے نیں دن اوہوی جد چسکے دی لورا ندر
 پھٹوں جے کر پیندا اسی تے پلکاں مال سیں جن دا لُون



آہ کو چاہیے اک عمر اتر ہونے تک
 کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
 دام بر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ
 دیکھیں کیا گزے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک
 عاشقی صبر طلب اور تمتا بے تاب
 دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک
 ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
 خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
 پر تو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
 میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک
 یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل
 گرمی بزم ہے یک رقص شرر ہونے تک
 غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک



اڈیکاں میں لمیاں جیاتی دے پنیڈے نصیباں دی ہاہ نوں اثر ہون توڑی
 کوئی کیوں جیوے تے کتنا کو جیوے تیری زلف دی چوٹی سر ہون توڑی
 کھلاے سمندر تے اوہ جال چھلاں مگر مچھاں کھتے حلق جتھے گھرھیاں
 خدا جانے کیہہ کیہہ قضا ورت جانی اے بارش دے قطرے گھر ہون توڑی
 بھلی عاشقی سی بڑا چیسہ امانگے، ملا پاں دی سدھری سولی تے ٹنگے
 دلا تینوں کیڑے نیاے چارنگے، جگر خون وچ تر برہون توڑی
 تیرے اتے ایسا تو ہے مان سانوں ذرا وی ڈھل اپنے وتوں کریں گا
 پر اپنے نوں ساڈی تے ساہ دی نیتیں لہجھنی کتے تینوں ساڈی خبر ہون توڑی
 نظر بھر کے سورج تریل اتے ڈٹھا، تریل اڈی لے کے فنا دی تریلی
 جیاتی دا دنیا تے میں وی پر وہناں تیری مہر دی اک نظر ہون توڑی
 پیا مور کھا کیڑے ہستی دے پنیڈے، پلک دی جھپک وچ سفر مک جاندا
 ترنجناں، وسا کھی، بستناں دے میڈے چنگ بچ کے سانوں بدر ہون توڑی
 جیاتی دے دکھاں دادا رو اسد جی جے لہجھے تے بس موت کو لوں ای لہجھے
 مزاراں تے ہووے یا مھلاں دے اندر پیا دیوے بلنا فجد ہون توڑی

ردیف (گ)



گر تجھ کو ہے یقینِ اجابتِ دُعا نہ مانگ
یعنی بغیرِ یکِ دلِ بے دُعا نہ مانگ

آتا ہے داغِ حسرتِ دلِ کا شمارِ یاد
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خُدا نہ مانگ



جے پک ہو وی ہمتی جانی، کدی دُعا نہ منگیں؛
مطلب اے خالی دل باہجوں دل دوجانہ منگیں

سدھراں دے سَلّ یاد آؤندے نیں کیڑے کھاتے پاواں
میتھوں میسرے پاپاں دالیکھا رہا نہ منگیں

رولیف (دل)



ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفائے گل
 بُبُل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
 آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف
 ٹوٹے پڑے ہیں حلقہٴ دامِ ہوائے گل
 جو تھا سو موجِ رنگ کے دھوکے میں مر گیا
 اے داتے نالہ لبِ خونیں نوائے گل
 خوش حال اُس حریفِ سیہ مست کا کہ جو
 رکھتا ہو مثلِ سایہ گل سر بیائے گل
 ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لئے بہار
 میرا رقیب ہے نفسِ عطرسائے گل
 شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے
 میناتے بے شراب و دل بے ہوائے گل
 سطوت سے تیرے جلوہٴ حُسنِ غنور کی
 خوں ہے مری نگاہ میں رنگِ ادائے گل
 تیرے ہی جلوہ کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک
 بے اختیار ڈوڑھے ہے گل در قفائے گل
 غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو
 جس کا خیال ہے گل جیبِ قبائے گل



کیڈی مرنے پئی اے جھتی بھرم بھلھیکھے پھلاں دے
 بلبیل دے اتبار و ہاریں ڈلھدے ہاسے پھلاں دے
 خشبوتے پریاں دے لسی ہن کھلاں چار خفیرے نیں
 پھیتی پھیتی جال دیاں کھرھیاں منہ پاٹے پھلاں دے
 ڈب گتے رنگ لہراں اندر، تارو ساد مرادے سی
 ہاڑا ربار تورت بلھیاں تے ہاڑے پھلاں دے
 بخت اچیرے اوس عاشق دے جہڑا نیواں ہو ہو کے
 پھلاں دے پڑچھاویں وانگوں پیریں ڈگے پھلاں دے
 باغ بہاراں ایہہ سو غاناں تینوں ڈھونے ڈھونے نیں
 میرے دوکھی نیں خشبوداں بھجے ہلے پھلاں دے
 چیت سمے دے پریاں توں پے مینوں ہولیاں پلنے نیں
 سکھنے مٹ شراباں دے نہ دل توں چائیں پھلاں دے
 تیرے آنکھی روپ دیاں دکھاں دی جھال جھلیندی نیں
 تاہیوں میری اکھ دی لالی رنگ تماشے پھلاں دے
 تیرے دید بھلھیکھے اندر آج تیسکر ایہہ ڈبتے نیں
 منہ زورے پھل بٹھی آوندے تارمی پچھے پھلاں دے
 غالب مینوں اوہدے سینے لگن دی بسک رہندی ہے
 جہدیاں یاداں دے پھل گلے لاندے چولے پھلاں دے

رولیف (م)



غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش ازیک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

مخفیں برہم کرے ہے گنجفہ باز خیال
ہیں ورق گردانی نیرنگ یک بت خانہ ہم

باوجودیک جہاں ہنگامہ پیدا آتی نہیں
ہیں چہراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

ضعف سے ہے نئے قناعت سے یہ ترک جستجو
ہیں وبالِ تکیہ گاہِ ہمتِ مردانہ ہم

دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد
جانتے ہیں سینہ پر نگوں کو زنداں خانہ ہم



اک دم توں دودھ اللہ والے دُکھ داساہ کدی نہیں لیندے
بجلی دا لشکارا بانے دیوا پھوہڑی ویٹے ساڈے

یاداں دا اک تماش جواری صحبت یاراں پیا کھلارے
وچھڑے سبھاں دی محفل دے آتے نین ہتھ ور قے ساڈے

بھاویں اک جگ روشن اتھ تان دی اتھ کجھ نہ لہجے
پروانے دے تھیرے سینے اندر دیوے بلدے ساڈے

اینے تے جوگے امی نئیں ساں رُج کے کھوج کھرائیں چھڈیا
ہمتاں دے تکیے دی انکھی، ہسرتیں اکا جھلدے ساڈے

اس اللہ لکھ سدھراں ایہدے پنجرے قید حیاتی توڑی
بندی خانہ دستیا جانو، لہتو وچ تر دے سینے ساڈے



بہ نالہ حاصلِ دیبستگی فرما ہم کہ
متاعِ خانہ زنجیر جز صد معلوم



مجھ کو دیارِ غیر میں مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

وہ حلقہ ہائے زلف کہیں میں ہیں اے خدا
رکھ لیچو میسرے دعویٰ دارِ ستگی کی شرم



دل دی کُنڈی دیندی اے کُراٹ نرے
کُنڈی دا گھر بُوہا نسیں چھنکار بنیاں



میٹھوں دِیس پراتے، دِیسوں دُور، حیاتِی کھوہ کے تے
رُکھیاں میرے رُب نے میری بیکس جان دِیاں شِراں

یار دِیاں رُکفاں دے کُنڈل رُبا چھاہی لا بیٹھے
چنکا اے جے رکھیں میرے مان تران دِیاں شِراں

۱۹۸
رولیف (ن)



لوں دام، بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش ولے
غالب یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں



وہ فراق اور وہ وصال کہاں
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں
فرصتِ کار و بارِ شوق کسے!
ذوقِ نظارۂ جمال کہاں
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شورِ سودائے خط و خال کہاں
تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں
ایسا آساں نہیں لہو رونا
دل میں طاقت، جگر کو حال کہاں
ہم سے چھوٹا قمار خانہ عشق
داں جو جائیں گرہ میں مال کہاں
فکرِ دنیا میں سر کھپاتا ہوں
میں کہاں اور یہ وبال کہاں
مضمحل ہو گئے قومی غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں



مُتے بختوں سُنکھ دی زیندر اک اُدھاری منگاں سہتی
پر غالب سوچیں بے جاں واپس بختوں کرنی آں



ہجر وصال دیاں اوہ لذتاں گتیاں کتھے
سال، مہینے، دن کتھے اوہ راتاں کتھے
عشق و ہاجے کیہڑا ایڈا رجبیا کیہڑا
اکھاں نوں دیدار دیاں ہن بھگھاں کتھے
دل تے دل سی ہن سوچاں وی پاٹیاں پتیاں
پاٹے شیشیاں اندر ثابت شکلاں کتھے
کدی کسے لاڑے دانکریں ڈھک ڈھکاسی
آج سوچاں دی دوہٹی وچ براتاں کتھے
اکھاں راہیں رت رونا کوئی سوکھاتے تیں
دل نوں جگرا، جگرے نوں توفیقاں کتھے
عشق جوئے دا ڈیرا سا تھوں چھٹ گیا اے
ادوے منہ جے کریتے پلے ناواں کتھے
جگ دیاں نکراں کتھوں چمبڑ گتیاں مینوں
میں کتھے تے ربا ایڈ بلاواں کتھے
غالب نین پرائوں وی ہن ہو گئے بھارو
آگ پانی دامیلا سانووں سانواں کتھے



کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتی آتی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں
آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے
کہنے جاتے تو ہیں، پر دیکھتے کیا کہتے ہیں
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
جو مئے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں
دل میں آجاتے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں
ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں
پاتے انکار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے
خارِ زہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں
اک شرر دل میں ہے، اس سے کوئی گھبرائے گا کیا
آگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہیں
دیکھتے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اس کی ہر بات پہ ہم ”نامِ خدا“ کہتے ہیں
وحشت و شیفۃ اب مرثیہ کہیں شاید
مرگیا غالب آشفۃ نوا کہتے ہیں



ساڈے نال وفا جے کروا غیسر ستم چا آہندے نیں
 ہوندی ٹردی آوندی اے، چنگیاں نوں بھیرا آہندے نیں
 اپنے دل دی اُخیا تے آج اسی اُنھاں دی سرکاسے
 اکھن کیتے ٹرپے آں پر ویکھو کیہہ چا آہندے نیں
 لوک ایہہ اگلے وقتاں دے نیں، ایہناں نوں کجھ اکھونہ
 جیڑے راگ شراباں نوں دکھاں دا مداوا آہندے نیں
 آہیندا دل اندر جے کر غش و تون ساہ پیندا اے
 ایدوں ودھ کیڑے ہو کے نوں مچیا ہو کا آہندے نیں
 دُور سمجھ دیاں حسداں توں وحی ہے اپنا مسجود کیتے
 قبلے نوں اکھیاں والے قبلے دا اشارا آہندے نیں
 زخمی پیراں تے تینوں وی ترس جدوں دا آیا اے
 راہ دے بھکھڑے نوں عاشق ہن مہر گیا چا آہندے نیں
 دل و تاج اکر چنگ بھنجی کیہہ ایس نے سانوں نوہنا اے
 عاشق بھانبر منگدے نیں جو بلا بلا آہندے نیں
 ویکھو کیہہ رنگ کڈھدی اے ہن شوخے یار دی مغروری
 اوہدی گل گل تے ساڈے جیسے رتا رتا آہندے نیں
 شیفتہ تے وحشت خبرے ہن مرثیہ کوئی لکھ چھڈن
 جگ توں ٹردا ہویا جے، غالب ہر بھیرا آہندے نیں



آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں
 ہے گریباں ننگِ پیراہن جو دامن میں نہیں
 ضعف سے لے کر یہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں
 رنگ ہو کر اڑ گیا، جو خوں کہ دامن میں نہیں
 ہو گئے ہیں جمع، اجزائے نگاہِ آفتاب
 ذرے اس کے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں
 کیا کہوں تار کی زندانِ غم، اندھیرا ہے
 پنہ، نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں
 رونقِ مستی ہے عشقِ خانہ ویراں ساز سے
 انجمن بے شمع ہے گر برقِ خسروں میں نہیں
 زخمِ سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کلبے طعن
 غیر سمجھا ہے کہ لذتِ زخیم سوزن میں نہیں
 بسکہ ہیں ہم اک بہارِ ناز کے مارے ہوئے
 جلوہ گل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں
 قطرہ قطرہ اک ہیولی ہے نئے ناسور کا
 خوں بھی ذوقِ درد سے فارغ مرے تن میں نہیں
 لے گئی ساقی کی نخوت، تسلیمِ آشامی مری
 موجِ مے کی آج رگ، مینا کی گردن میں نہیں
 فشارِ ضعف میں کیسا ناتوانی کی نمود !
 قد کے جھکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں
 تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قد
 بے تکلف ہوں وہ مشتبِ خس کہ گلشن میں نہیں



پھل دی پت کیہ زہ جاندی اے جیہڑا باگے دے وچ نہیں
 اوہ گلماں چولے دانگ اے جیہڑا پتے دے وچ نہیں
 بے ہمتی کجھ رو رو چھڈیا میرے پنڈے دے وچ نہیں
 ہو کے رنگ اڈارو ہویا، لہو جو پتے دے وچ نہیں
 آن جڑے نیں جیہڑے ایہہ سورج دی اکھ دے نقطے نیں
 ذرے اوہدے گھر دیاں کندھاں دے تے جھرنے دے وچ نہیں
 قیہ غماں دی کوٹھی دے کیہ انھیر خدائی دا
 گوہڑا، فجرے دی لوتھیں گھٹ جس دے جھرنے دے وچ نہیں
 جیہڑا عشق و ساند انھیرے، جگ تے چان وی اوہدا
 دیوے باہجوں محفل، جے بجلی کھلاوے دے وچ نہیں
 پھٹ سواں تے طعنہ مارے ”جان بچاندا پھر دا اے“
 دیری جانا، لذت، پھٹ سوئی دے سینے دے وچ نہیں
 بوہتے مار مکاتے آن اک مان بہاراں ورگے دے
 پھٹلاں دی دکھ باہجوں گردا گورٹکانے دے وچ نہیں
 تیکا تیکا مڈھ بختہ اے نویں نویں ناسوراں دا
 رت وی درد سوادوں وانجی میرے جتھے دے وچ نہیں
 میری، راوی دی تریبہ، لے گئی روہڑ غرور آج ساتی دے
 چھل تیرا بون تیرا رگ، پھر کے سکھنے بجاندے دے وچ نہیں
 بے ہمتی دی دت پھیرے، نین پران وی ہنسب گتے نیں
 اُمرن دی بت وی ہن میرے بت کھلوتے دے وچ نہیں
 اپنے دیس وٹک سی کیہ سٹی غالب جو نتیں پر دیسے
 سچ اے میں آن مٹھ لکھاں دی اوہوی چٹھے دے وچ نہیں



آنسو کہوں کہ آہِ سوارِ ہوا کہوں
 ایسا عنان گسیختہ آیا کہ کیا کہوں
 عمدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آسکا
 گر ایک ادا ہو تو اسے اپنی قضا کہوں
 حلقے میں چشم ہاتے کشادہ بسوئے دل
 ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کہوں
 میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش
 تو اور ایک وہ نشیدن کہ کیا کہوں
 ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ
 ہے ہے خدا نکر وہ تجھے بے وفا کہوں
 غالب ہے رتبہ فہم و تصور سے کچھ پرے
 ہے عجز بندگی جو علی کو خدا کہوں



اُتھرو آکھاں یا اک ہو کا وا دے گھوڑے چڑھیا آکھاں
 رنج آیا کڑیا لے ٹٹیا، ایس اُتھرے نوں جی پیا آکھاں

اودھی مان بھری صفتاں دا اوڑک بنا ویکھ نہ سکاں
 ہوئے اک ادا تے اوسنوں اپنی موت بھلا چا آکھاں

کنڈل جیوں اڈیاں آکھاں ول دی تاڑے لگیاں ہوئیاں
 دل دال زلفاں دا کچلے بھسریا نین دوگاڑا آکھاں

اودھ میرے لکھاں ہاڑے ہو کاں جان کلیجے چھٹی
 ایدھ تیری اک نہ سُننی، ایمنوں کبیرہ بیدردا آکھاں

بیدردا رنج رکھیں میری، میرے بھرم بھلیکھے اگے
 توبہ میری رب کرے نہ، تینوں کدی کلجا آکھاں

غالب رتبے و ہم خیالاں سوچاں کولوں وی اگے نیں
 بندہ میں تے ایسے جوگاں رب علی نوں ڈردا آکھاں



ہر باں ہو کے بُلا لو مجھے، چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

ضعف میں طعنہ اغیار کا شکوہ کیا ہے
بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں

زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں



مٹھیاں ہو کے سد کے مینوں بھانویں کھیڑے ویلے
میں کوئی لنگھیا دیلا نہیں جو پرت کے آ نہیں سکا

بے ہمتی دامنا دیندے، غیراں دا کیہ شکوہ
گل آخر گل اے، ہرتے نہیں چنچھوں چا نہیں سکا

موسرا کدھروں لجد نہیں بیدر دا مینوں نہیں تے
ایہہ کوئی تیرے ملن دی سونہ اے جیڑی کھانیں سکا



ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھپیں گے رکھ کر عذرِ مستی ایک دن

غرّۃ افرج بنائے عالمِ امکاں نہ پوچھو
اس بلندی کے نسیموں میں ہے پستی ایک دن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لاتے گی ہماری فاقہِ مستی ایک دن

نغمہ ہاتے غم کو بھی اے دلِ غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

دُھول دھپا اس سرِ اپا ناز کا شیوہ نہ تھا
ہم ہی کہ بیٹھے تھے غالبِ پیشِ دستی ایک دن



ساڈے سنگ شراباں پی کے پاخاں بھنگو اک دہاڑے
 نئیں تے مستی دا پنج پا کے لائہہ گے سنگا اک دہاڑے

کُن پسا رے دی اچھی مٹھی تے ایڈا اچا نہ ہو
 ویکھیں ایہہ آسمان وی دھرتی تے آڈگدا اک دہاڑے

قرض شراباں پیندے ساں پر ایہوی بھل تے تیں سہی ساناں
 چن چڑھائے گا ایہہ ساڈا جھکھ ہارا اک دہاڑے

ایہہ دروئیے گوَن وی حالی جان دِلا نیں بو بہت غنیمت
 بجاں بجاں ہو جانا اے جگدا و جدا و اجا اک دہاڑے

او بدی چند ملوک تے اصلوں دھچر دھرو بلان والی نہیں سی
 اسیو غالب کر بیٹھے ساں ہتھوں وادھا اک دہاڑے



ہم پر جفا سے ترک و ناکا گماں نہیں
 اک چھیسٹ ہے وگرنہ مراد، امتحاں نہیں
 کس منہ سے شکر کیجئے اس لطفِ خاص کا
 پریش ہے اور پاتے سخن درمیاں نہیں
 ہم کو ستمِ عزیز، شتمگر کو ہمِ عزیز
 ناہسداں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں
 بوسہ نہیں، نہ دیکھے، دشنام ہی سہی
 آخر زباں تو رکھتے ہو تم، گر دہاں نہیں
 ہر چند جاں گدازی قہر و عقاب ہے
 ہر چند پشت گرمی تاب و تواں نہیں
 جیاں مٹھری ترانہ ہل من مزید ہے
 لب، پردہ سنج زمزمہ الاماں نہیں
 خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم
 دل میں چھسری چھبو، مڑہ گر خونچکاں نہیں
 ہے ننگِ سینہ دل، اگر آتشکدہ نہ ہو
 سے عارِ دل نفس، اگر آذر نشاں نہیں
 نقصاں نہیں جنوں میں، بلا سے ہو گھر خراب
 سو گز زمیں کے بدلے، بیسا باں گراں نہیں
 کہتے ہو، کیا لکھا ہے تری سر نوشت میں
 گویا جنیں پہ سجدہٴ بت کا نشاں نہیں
 پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی
 روحِ الایں اگرچہ مرا ہسم زباں نہیں
 جاں ہے بہاتے بوسہ، دلے کیوں کہے ابھی
 غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں



ظلموں ڈردے عشقوں نسیے، ساتھوں اوہنوں چٹانئیں
 اتوں، اتوں چھیٹاں کردا، اندروں اوہ ازمانا نئیں
 کیڑے مُنہ شکرانے کرے اوہدے خاص پیاراں دے
 دات لوے پر گل ذرا وی پیسہ وچالے پایا نئیں
 سانوں ظلم پیارے نہیں، ظالم توں اسی پیارے آں
 بھیسڈا تے نئیں کر دا جے اوہ کوئی چنگا کردانئیں
 مُنہ نئیں چمّے دیندا، نہ سہسی، مُنہ بول تے سردوں چا
 جیسو تے ہنی نا، کہیہ ہو یا جے مُنہ اک تینوں جڑیا نئیں
 ایہوی سچ اے، چند چڑھی اے بھنھی قہر عذاباں دی
 ایہوی سچ ہے جیسرا ایڈے تا وی جھٹکن جوگانئیں
 چند اُلاپ کرے استھانی ”رہندے قہر دساندا جا“
 ہوٹھاں وچوں کوئی وی توبہ دی تار ہلاندا نئیں
 چھاتی چیسہ تر کھتے خنجرا، دل بے کر دو ٹوٹے نئیں
 گھب چھری دل اندر جے کر لہو پلکاں لے پیا نئیں
 اوہ دل چھاتی داننگ جیہڑا مچھا بھانبر موئے نہ
 اوہ دم گھاتا دل دا جیہڑا بلدی آگ دا لومبائیں
 عشق اندر ایہہ کاہا گھاتا، گھر دا بھانویں کجھ نہ رہتے
 پنج ست مرے ہلکے دے بدلے تھل سستی دا منگانئیں
 رنج پچھنا ایں مینوں ”کہیہ لکھیا اے تیری قسمت وچ“
 جیویں بُت پوجن دا میرے مٹھے ڈکا لگیا نئیں
 تھوڑی جیہی واہ وا شعراں دی اوہدے کولوں لے لیناں
 بھادیں جبرائیل زبانون مینوں کدھرے رلدانئیں
 اک چند مل اے مُنہ چمّے دا پر کیوں حالی بولے اوہ
 غالب توں اوہ دیکھ رہی اے حالی ایہہ ادھ مویا نئیں



مانعِ دشتِ نوروی کوئی تدبیر نہیں
 ایک چسکڑ ہے مرے پاؤں میں نہ بچیر نہیں
 شوق اس دشت میں دوڑاتے ہے مجھ کو کہ جہاں
 جاوہِ غیر از نگہِ دیدہ تصویر نہیں
 حسرتِ لذتِ آزار رہی جاتی ہے
 جاوہِ راہِ وفا جز دمِ شمشیر نہیں
 زنجِ نومیدی جاوید گوارا رہیو
 خوش ہوں گر نالہ، زبونی کشِ تاثیر نہیں
 سر کھجاتا ہوں جہاں زخمِ سراچھا ہو جاتے
 لذتِ سنگ بہ اندازہٴ تقدیر نہیں
 جب کرم، رخصتِ بیباکی و گستاخی دے
 کوئی تقصیر، بجز نجلتِ تقصیر نہیں
 غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ
 آپ بے ہسہ ہے جو معتقدِ میر نہیں



روہیاں کچھن دے ڈکے دا کوئی رستا لہجدا نیتیں
 ایہہ تے میرے پیریں چکر، ایہہ کوئی سنگل وچا تیں
 عشق بھجائے مینوں انجہ دے ریتڑ سو کے اندر وی
 مورت دی اکھ نظراں باہجوں چتھے رستا لہجدا نیتیں
 آزاراں دے چپکے دی سدھر سینے رہ جان دی اے
 دھار کٹاری باہجوں دیس فنا نوں کوئی رستا نیتیں
 سدا نراساں دے دکھ مینوں ہڈوں چنگے لگدے نیں
 راضی آں جے سوکاں تاشیراں دا بھارا چکپیا نیتیں
 اوتھے فیر جلدوہن اے جتھے بہر دے پھٹ کھرہینڈ پیا
 اٹ سواد پیا اے ایڈا، گلاں دے وچ آؤند نیتیں
 اوہدی کبر پاجے کر آپے جھا کے شرموں کھٹھاں دے
 فیہ کوئی تقصیر سوا تقصیروں شرماں جھا کا نیتیں
 غالب ساڈا تے ایمان اے، ناخ دی ایہہ گل کھری
 اوہدی قسمت کھوٹی جیہڑا میر ہوراں نوں من دانیتیں



مت مردکب دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں
ہیں جمع سویدائے دلِ چشم میں آہیں

دیر و جسم آئینہ تکرارِ تمتا
واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں



برشکالِ گریہ عاشق ہے دیکھا چاہیے
کھل گئی مانند گل سو جا سے دیوارِ چمن

آفتِ گل سے غلط ہے دعویٰ واری
سرو ہے باوصفِ آزادی گرفتارِ چمن



اکھ دی مُپتلی اندر جانیں ! ایہہ نہ نیار لگا ہواں
اکھ دے دل دی ہین کلتن لہ ساڑ مواتے ہا ہواں

مسجد ہنسد ریشیے جانو سدھران دی نس بھج دے
تھک ٹٹ کے ایہہ شوق نمائے گھڑیاں آن پنا ہواں



عاشق اکھیاں ساون جھڑیاں لائیاں دیکھو حالی تے
پھل وانگوں تھان تھان توں پاٹی چار دیواری باگے دی

پھل دی پرتیوں بھجن دے سب دعویٰ جھوٹے دعویٰ نیں
بھاویں سہتی آزاد سرو پر پھسٹیا پھرنی باگے دی



عشقِ تاشیر سے نومید نہیں
 جاں سپاری، شجرِ بید نہیں
 سلطنتِ دستِ بدست آئی ہے
 جامِ مے خاتمِ جمشید نہیں
 ہے تجلی تری سامانِ وجود
 ذرہ بے پر تو خورشید نہیں
 رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے
 ورنہ مرجانے میں کچھ بھید نہیں
 گردشِ رنگِ طرب سے ڈر ہے
 غمِ محرومی جاوید نہیں
 کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ
 ہم کو جینے کی بھی امید نہیں



سچے عشق ، نزا سناں ہتھ تاشیراں نیس
قربانی دا بوٹا ، رکھ سروٹاں نیس

شاہی ہتھو ہتھی ٹر دی آوندی اے
جام شرابی تے جمشیدی مہراں نیس

تیرے جلوے جگ دی کھیڑ چاتی اے
دڑہ وی باہجوں سورج دیاں کرناں نیس

مٹی خوار نہ ہووے کدھرے سوہنے دی
نیس تے مرن دیاں وی سانوں سنگاں نیس

خوشیاں چالے ، گردش وچ ڈرانڈے نیس
مارن مینوں سدا سدا دیاں تھوڑاں نیس

کندے نیس آساں تے لوکی چیندے نیس
سانوں سچنا چین دیاں وی آساں نیس



جہاں تیسرا نقش قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ازم دیکھتے ہیں

دل آشفٹگاں، خیال کنج دہن کے
سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں

ترے سرو قامت سے اک تداوم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں!

تماشا کر اے مجھ آئینہ داری
تجھے کس تمتا سے ہم دیکھتے ہیں

سراغِ تفتِ نالہ لے داغِ دل سے
کہ شبِ رُو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

بنا کر فقیروں کا ہم بھیں غالب
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں!



تیرا ایر کھرے دا جتھے دینے آں
گلیاں گلیاں جنت میسے دینے آں

تیرے مکھ ورا چھے تل نوں دل دے کے
سیر عدم دی ایس ہنیرے دینے آں

تیرے قد سروٹوں اک چھوٹ بندے دا
آخر دے قہراں نوں گھٹدے دینے آں

بشیتے جھاتی ڈبیا، ایدھر ویکھ ذرا
تینوں کھیرا چا اسی پے دینے آں

سوہ، ہاتھواں دے ساڑاں دی دے دل واسل
رات ٹرے دے ایر کھرے دے دینے آں

غالب کر کے آپے سانگ فقیر سی دا
سختیاں دے پے حالے چالے دینے آں



ملتی ہے تو تے یار سے نارالتہاب میں
 کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں
 کب سے ہوں کیا بتاؤں، جہانِ خراب میں
 شب ہائے حجب کو بھی رکھوں گرجواب میں
 تا پھر نہ انتظار میں زیند آئے عشم بھر
 آنے کا عہد کر گئے، آئے جو خواب میں
 قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
 میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں
 مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام
 ساقی نے کچھ ملانہ دیا ہو شراب میں
 جو منکر وفا ہو، فریب اس پہ کیا چلے
 کیوں بدگماں ہوں دوست سے دشمن کے باب میں
 میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ رقیب سے
 ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب میں



دیر دی کھوے وُرگی جا پے اگ بھنجتا ہے اندر
 دوزخ جاں جے پئے نہ مینوں ٹھنڈ چخا دے اندر
 کیہ دستاں میں کد دا وِستاں جگ درانے اندر
 ہجر دیاں راتاں وی جے کر پا لال کھاتے اندر
 تاں جے وِچ اڈیکاں ساری عمر اں سوں نہ سکاں
 لاگتے لاراں آون دیاں تاں آکے سٹھنے اندر
 ہر کارے دے آوندیاں توڑی ہو راک خط لکھ رکھاں
 امینوں بھل نیتیں جو کجھ لکھنا اوس جو ابے اندر
 اوہدی محفل میرے تیسرے جام کدی نہ آیا!
 ساتی خبرے کیہہ آج گھسلیا گھول پیالے اندر
 جیڑا آپ وِفاؤں تا بر کون اوہنوں بھرتے
 دیری دوتوں، بیسلی بدلے کیوں رہاں ساٹے اندر
 چند ملاپ اندر گھبراندی میری خوف رقیوں
 تینوں وہماں پایا کیہڑے شک وِرو لے اندر

نہیں اور حظِ وصل، خدا ساز بات ہے
 جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں
 ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے
 ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں
 لاکھوں لگاؤ ایک چسپاں نگاہ کا
 لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں
 وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پاتے
 جس نالہ سے شکاف پڑے آفتاب میں
 وہ سحرِ مدعا طلبی میں نہ کام آتے
 جس سحر سے رواں ہو سفینہ سراب میں
 غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
 پیتا ہوں روزِ ابرو شبِ ماہتاب میں

اوہ اتے میری بکلی ہوئے، ایہہ کوئی رُب دا کرنا
 بھلیاں چند نذرانہ دینا چاواں میلے اندر
 گھنڈ اندر تریوڑی وٹی مٹھے لگدی پتی اے
 گھنڈی پتی اک جاپے ساہویں گھنڈے پتے اندر
 لکھاں لگت لگا، تے اکو اوبھی اکھ چرانی
 لکھاں بنن بناتے اکو گھوڑی غصے اندر
 اوہوی ہوکا لکھ برابر چید نہ سینے پاتے
 جیہڑے ہوکے پین تریوڑاں سورج بلدے اندر
 اوہوی منتر کم نہ آوے جدوں مراداں منگو
 جیہڑے منتر تروڑے بیڑے وسم بریتے اندر
 غالب چھٹ شراب گئی پرہن وی کدی کد آپن
 اک جھبڑی والے دن پینیاں یاچن راتے اندر



کل کے لئے کمر آج نہ خست شراب میں
 یہ سوہن ہے ساقی کو شر کے باب میں
 ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
 گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں
 جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع
 گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں
 رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھتے تھے
 نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں
 اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بعد ہے
 جتنا کہ وہم غیبر سے ہوں پیچ و تاب میں
 اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
 حیراں ہوں، پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں
 ہے مشتمل نمودِ صورت پر وجودِ بحر
 یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و جناب میں
 شرمِ اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
 ہیں کتنے بے جناب کہ یوں ہیں جناب میں
 آراشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز
 پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں
 ہے غیبِ غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
 ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں
 غالبِ اندیم دوست سے آتی ہے بوجہ دوست
 مشغولِ حق ہوں بندگیِ بوتراب میں



کل کلاں لسی کر نہ کر ساں اَنج شرابے اندر
 کوثر دے ورتا دے بارے ایہہ گل گھاٹے اندر
 اَنج کیوں ایڈے خوار آں کل تیکرتے وارا ستیں سی
 کسے فرشتے دی گستاخی ساڈے والے اندر
 چند کیوں جُستوں اللہ بیسی، سُن کے قول تو آلاں
 جے کر او ہو سُر و سدی لے وا جے گا جے اندر
 جیون بگی دُھوڑاں پُٹنی، دیکھو کتھے ٹھلھری
 نہ ہتھہ وَاگاں اُتے نیں، نہ پِب رکابے اندر
 اینا کو میں اپنی اصلوں زبناں دُور دُور اُتے
 جنت کو میں نقلوں رہناں دُہم ورو لے اندر
 ویکھن والا اُتے وکھیندا ہیں دکھالی اصلے
 جیرانی لے ویکھنیاں نیں کیہڑے کھاتے اندر
 صورت صورت رُل بل بن دی اک سمندر سالم
 پتچے کھیہ دے، بلبلیاں، پھلاں تے قطرے اندر
 سنگ ادا اک مان بھری لے اپنے توں پتی ہوڑے
 کیڈے پردے لتھے نیں جے اِنج نیں پردے اندر
 رُوپ شنکاراں توں اوہ وِہلا حالے دی نیں ہویا
 شیشہ رہوے ہمیشاں ساہویں لے گھنڈ دے اندر
 اوہلا اوہلے دا اے چنھوں جاتا اَساں دکھالی
 حالی سُفنا وِہندے جیہڑے جاگے سُفنے اندر
 سجن دے سجن دے دِچوں غالب سجن مہکے
 کراں عبادت شاہ علی دی رُب دے لیکھے اندر



جیہاں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کوئیں
 مقدر ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گم کوئیں
 چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
 ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کہہ کر کوئیں
 جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
 اے کاش جانتا نہ تری رھگزر کوئیں
 ہے کیا؟ جو کس کے باندھتے میری بلا ڈرے
 کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کوئیں
 لو وہ بھی کہتے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے
 یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کوئیں
 چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
 پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کوئیں
 خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
 کیا پوجتے ہوں اس بت بیدار کوئیں
 پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کو تے یار
 جانا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کوئیں
 اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دھر کو
 سمجھا ہوں دل پذیر، متاع ہنر کوئیں
 غالب! خد کرے کہ سوارِ سمنہ ناز
 دیکھوں علی ہسارِ عالی گسر کوئیں



پٹنے ہوں کلیجے دے یا روداں دل دے مُردے نوں میں
 ہووے جے توفیق تے رکھاں نال اَلَاہِنِیٰ والے نوں میں
 سول کتے نئیں اپڑن دیندا تیرے گھر داناں نئیں لینا
 بندے بندے کو لوں چھپناں، جانا کیہڑے پاسے نوں میں
 ویری دے وی بُو ہے سانوں جانا پیا ہزاراں پھیرے
 پنچنگا سی جے کرنہ ڈٹھا ہندا تیرے لانگھے نوں میں
 ہے کیہہ؟ جتھوں کس کے بچھیں میری ڈرے بلا ایسے توں
 توں جاتا، نئیں جاتا اُکا تیرے لک بھلیکھے نوں میں
 ہو رُسنا! ہن اوہ وی آکھن ایہہ تے اصلوں پھکڑ ہویا
 ہندی سارے جے انج ہونی اے چھنجا انج نہ جھکے نوں میں
 جتھوں دیکھاں ڈرکی لاند ا اوہرے نال ٹراں دو کرماں
 حالی تیکر کدوں چھپاتا اپنے رہبہرے سچے نوں میں
 اوہدی چاہت نوں وی احمق پُو جاتا داناں دتی بیٹھے
 دسو! کیہڑے دن پُو جن بیٹھا ساں مادھو چندے نوں میں
 فیرا ج مستی اندر بھُلیا دلبر پار گلی دیاں راہواں
 نئیں تے کہے دھاڑے جاندا لہجھن آپ گواچے نوں میں
 سارے جگ دُسنیکاں نوں جاتا اے میرے ورگے ای نہیں
 گھٹ کے سینے لاتی بیٹھاں، کلا شعہ خزانے نوں میں
 غالب رُب کرے تے پیلاں پاندے گھوڑے دی کاٹھی تے
 دیکھاں علی ہسار وائی اُچیاں شاناں والے نوں میں



ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں
 غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دُور نہیں
 وعدہ سیرِ گلستاں ہے خوش طایح شوق
 مژدہ قتلِ مقدر ہے جو مذکور نہیں
 شاہدِ ہستی مطلق کی کمر ہے عالم
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے پر ہمیں منظور نہیں
 قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
 ہم کو تقلیدِ تنکِ ظرفی منظور نہیں
 حسرت اے ذوقِ خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی
 عشقِ پرِ عریبہ کی گوں، تین رنجور نہیں
 ظلم کر ظلم! اگر لطفِ درین آتا ہو
 تو تغافل میں کسی رنگ سے مجبور نہیں
 میں جو کہتا ہوں کہ ہم لیں گے قیامت میں نہیں
 کس رعونت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم حور نہیں
 صاف دُردی کشِ پیمانہ جم ہیں ہم لوگ
 وائے وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں
 ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب
 میرے دعوے پر یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں



میرا ناں بُریوں وی ادہنوں وارے نئیں
 غیبر و نجانے، ایہوی گل درادے نئیں
 لارے پھل نظارے دے، بل عشق ہو راں
 قتلاں دے لشکارے نیں پر گوہرے نئیں
 باہج وجودوں سو منے دالک، کل عالم
 لوکی آکھن ہے پر ساڈی نظرے نئیں
 ساڈی وی چھٹا اصلے دی دریا اے پر
 دانگوں شاہ منصور اسی تے اچھلے نئیں
 موت سواداں منخ رہیا، ہمت کتھے
 مارو عشق توں ڈھکدے زور تانے نئیں
 قہر و سا جے ہمدوں جھاکا آوند اای
 بے پرواہیوں توں بے دستا حالے نئیں
 جے آکھاں دن حشر تہانوں بلاں گے
 کس غروروں، ایہہ کوئی حوراں وگے نئیں
 تھلا پینے آں جمشید پیالے دا
 کس پینی این جیٹری ڈاکھوں پچڑے نئیں
 مخفی بن کے غالب جوڑ ظہوری دا
 دعوے دی سچیا تہ شہرت کدھرے نئیں



نالہ جز حَسَن طلب اے ستم ایجاد نہیں
 ہے تقاضائے جفا شکوہ بیداد نہیں
 عشق و مزدوری عشرت کہ خسر و کیا خوب!
 ہم کو تسلیم نگو نامیٰ فسزاد نہیں
 کم نہیں وہ بھی خرابی میں، پہ وسعت معلوم
 دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھریا د نہیں
 اہل بینش کو ہے طوفانِ حوادث، مکتب
 لطمہ موج، کم از سیلی استاد نہیں
 داتے محرومی تسلیم و بیدادِ حال و فنا
 جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فسزاد نہیں
 رنگِ تمکینِ گلِ دلالہ پریشاں کیوں ہے
 گر چہ اغانِ سرِ رگزرِ باد نہیں
 بندِ گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں!
 مژدہ اے مرغ کہ گلزار میں صیاد نہیں
 نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا
 دی ہے جائے دہن اس کو دم ایجاد نہیں
 کم نہیں جلوہ گرمی میں ترے کوچے سے بہشت
 یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں
 کرتے کس منہ سے ہو غرُبت کی شکایت غالب
 تم کو بے مہرئی یارانِ وطن یاد نہیں!



رستاں پٹیا! عرضاں جھولی باہجوں، میرے ہو کے نہیں
 میں تے تہہ سوآلی آں، تیرے ظلماں دے شکوے نہیں
 عاشق ہو کے خسرو شہ دے محل دہاڑی کرنا کیہہ؟
 ایہہ ڈڈیاں تے فریاد ہوراں دی سانوں والے نہیں
 گھٹ اجاڑاں او تھے دی نہیں پر ایہہ کھلاں کتھے نہیں
 تھلاں برتے مینوں اوہ اوہ موجاں میں گھر چیتے نہیں
 ہر پتیاں دے ہڑھ توں اکھاں والے پتیاں پڑھدے نہیں
 پھل ہلتھا، استادان دی چندوں ذرا کیرے نہیں
 واہ تقدیرے، صبر نکرٹا، مندے دن لچپالی دے
 اوہنے جاتا اے ہن سانوں ایہہ فریاداں جو گے نہیں
 رنگ گلاباں دی آنکھاں دا مار اڈاری جائے کیوں
 جے کراہوی جھکھڑاں دی راہواں وچ بلدے دلیرے نہیں
 پھل پٹاری دے وچ پاکے مالی تینوں رکھیا اے
 بلبل موئے، جھل مبارک! آج شکاری باگے نہیں
 نہیں نہیں وچوں ہاں ہاں، آخر توں دکھ پنیدی آہندے نہیں
 ایسے لسی رب جمدیوں اوہنوں دتی منہ دی تھاں تے، نہیں
 تیری ایس گلی توں گھٹ نہیں ذرا دکھالی جنت دی
 انجے دے گھر کوٹھے نہیں پر انجے دے دسدے دسدے نہیں
 غالب کیڑے منہ پر دیس دیاں بدخوتیاں کرنا ایس
 تینوں دیس دیاں سچناں دی سبت تلکھاظی چیتے نہیں



دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آپڑی ہے شرم کہ تکرار کیا کریں

تھک تھک کے ہر مقام پہ دوچار رہ گئے
تیرا پستانہ پائیں تو ناچار کیا کریں

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل بزم
ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں



ہو گئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر
عشق کا اس کو گماں، ہم بے زبانوں پر نہیں



دونوں جگ اوہ مینوں دے کے خوش کر بیٹھے سن
ایتھے رُج پئی سی ، مڑ مڑ جھولی کیسہ کر دے

تھک تھک کے تھّاں تھّاں تے کئے لوکی تھّاں رہ گئے
تیسرا لبھدیاں کھوج نہ لبھیا، کھوجی کیہہ کر دے

دیوے دی، محفل والے کوئی وا بھّا لیندے نئیں
اگ جے اندر لگی ہو دے دروی کیہہ کر دے



جادو وانگ رقیب دے بول مشری ساڈے بھولڑے یار تے کم کر گئے
ساڈے شوق دانئیں اتبار اوہنوں ساڈے ورگیاں چپ چپتیاں تے



قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آنا
 تعجب سے وہ بولا، یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں
 دلِ نازک پہ اس کے رحم آتا ہے مجھے غالب
 نہ کہ سرگرم اس کافر کو اُلفت آزمانے میں



دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا
 بارے اپنی بے کسی کی ہم نے پاتی دادیاں
 ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
 مہر گروں ہے چراغِ رگہزارِ باد، یاں



بیلی قیس کیتے رُلی ریتراں تے، سنی گل تے اوس لے اڈ آنے
 حیرت نال پچھے سچی دس مینوں، ریتاں ایہوی نیں ایس جہان دیاں
 نازک یار دا جیو نہ تا جھلتے، غالب اوس داسیٹ ودھیک مینوں
 ایہو جیے ملوک محبوب تائیں، اکاں لآ نہ پیار ازان دیاں



نیوں لاکے ہن اوہوی لگے کتے کتے گتھیں لگن
 شکرے اپنی بے کتیاں دی سانوں بھتی شابا، ایتھے
 گھاٹے پتی اے ہر شے ایتھے جو دی جگ تے پیدا ہوتی
 آسماناں دا سورج جھکھٹراں لانگھے بلدا دیوا ایتھے



یہ ہم جو جس میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں
 کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

وہ آئیں گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے
 کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو
 یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

ترے جواہرِ طرفِ کلمہ کو کیا دیکھیں!
 ہم اوجِ طالعِ نعل و گہر کو دیکھتے ہیں



اُسی مُجدا تیاں اندر جیہڑے کندھ بُو ہے وُل دیندے
 کدی ہوا نوں، کدی اُسی پے ہر کارے وُل دیندے

ساڈے گھراوہناں دا آؤنا، رُب دے رنگ نیاے
 اک نظرے اوہناں وُل، دُو جی گھرا پنے وُل دیندے

اودے ہتھاں باہواں نوں کدھرے نظراں نہ لگن
 لوکی کاہنوں پٹ پٹ میرے پھٹ جگرے وُل دیندے

تیرے کُٹے چمکن جیہڑے موتی، اوہ کیہہ تیکنے
 اُسی جواہر لالاں دے پے بختاں دے وُل دیندے



نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں
 شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں
 کوئی کہے کہ شبِ مہ میں کیا بُرائی ہے
 بلا سے آج اگر دن کو ابرو یاد نہیں
 جو آؤں سامنے اُن کے تو مرجبانہ کہیں
 جو جاؤں داں سے کہیں کو تو خیر یاد نہیں
 کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں
 کہ آج بزم میں کچھ رفتنہ و فساد نہیں
 علاوہ عید کے بلتی ہے اور دن بھی شراب
 گدائے کوچہ مے خانہ نامراد نہیں
 جہاں میں ہو غم و شادی بہم ہمیں کیا کام
 دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں
 تم اُن کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
 یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں



ایہہ نئیں، روز قیامت نوں میں دِلوں بجانوں مَن دانئیں
 رات ہجڑ دی نالوں آخر دِن بدلے دا وڈا نئیں
 دتے کوئی کیہہ چن رات اندر دسدی بُریائی اے
 نہ سہتی اُج دِنے جے بدل دا دے گھوڑے چڑھیا نئیں
 اوہدے دِل آواں تے اوہ نہ آکھے آجی آیان نوں!
 دِدیا ہواں تے جاخیسریں! اوہدے مُونوں سردائیں
 بھل کے یاد کدی جے آجاواں تے ایسا آہندے نیں
 کیہہ گل اے! اُج محفل اندر کوئی کھڑکا دڑکا نئیں
 بلن شراباں ایس دوارے عیدوں اگے تچھے دی
 مے خانے دامانگت بُوہویوں کدی دی خالی مڑیا نئیں
 روندے روندے لوک کدی جے ہتس وی لین تے ساٹوں کیہہ
 رُب ساٹوں تے اوہ دِل دتا جیہڑا ہتس جوگانئیں
 غالب اوہنوں اوہدا وعدہ کدھرے یاد کرائیں نہ
 اِنج نہ ہووے آکھ بہویں تے اوہ چا آکھے، چیتا نئیں



تیرے تو سن کو صبا باندھتے ہیں
 ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں
 آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے
 ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں
 تیری فرصت کے مقابل اے عمر
 برق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں
 قید ہستی سے رہائی معلوم
 اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں
 نشہ رنگ سے ہے واشد گل
 مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں
 غلطی ہائے مضا میں مت پوچھ
 لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں
 اہل تدبیر کی دامانڈگیاں
 آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں
 سادہ پر کار ہیں خوباں غالب
 ہم سے پیمانِ وفا باندھتے ہیں



زمانہ سخت کم آزار ہے بجانِ اسد
 وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں



تیری بگی نوں جھانجے دا بلا بندھے
 نگیں باتیں یار اسی تے گدا بندھے
 ہا ہواں دی تاثیر کسے نے وی ڈیٹھی جے؟
 اپنے آپ اسی اپنا پے گدا بندھے
 عمرے! تیری ٹوراں دا جے جوڑ پوے تے
 بجلی دے وی پیریں میں مہندی چا بندھے
 قید حیاتی کولوں کوئی بچ نہیں سکتیا
 اتر و نوں وی مہر پیروں پے دا بجا بندھے
 رنگ دی مستی چڑھیاں ای تے پھل کھڑیاے
 مستے ہوتے، چولے دا کد پٹکا بندھے
 مضموناں دے عیب براتاں وچ ایہناں دی
 لوکی، ہو کے دے لاڑے نوں ڈھکیا بندھے
 جیہڑے کرن اپا اوہوی عقلوں ہارے میں
 پیریں چھالے دیکھ اتے مہندی چا بندھے
 کچھڑے، ساد مرادے بن دے سوہنے غالب
 ساڈے ورگے نال پریت بھروسا بندھے



ویلے ڈاڈا گھٹ بتایا چند اسد اللہ صدقے
 سانوں تے کجھ ایہدے کولوں ہین لمیاں آساں



دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
 خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں
 کیوں گردشِ مدام سے گھبرانہ جائے دل
 انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں
 یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے
 لوحِ جہاں پہ حرفِ مکر نہیں ہوں میں
 حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے
 آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں
 کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے
 لعل و زمرد و زرد و گوہر نہیں ہوں میں
 رکھتے ہو تم قدم، مری آنکھوں سے کیوں دریغ
 رُتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں
 کرتے ہو مجھ کو منعِ قدم بوس کس لئے
 کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں
 غالب! وظیفہ خوار ہو، دو شاہ کو دُعا
 وہ دن گئے کہ کہتے تھے، نوکر نہیں ہوں میں



تیرے بُو ہے اُتے ڈُگا، عُمراں تیسکر نہیں میں
 ایں حیاتی بسر کھسیہ سنج ! جیہڑا پتھر نہیں میں
 سدا سدا دے گیڑے اندر دل نہ کیوں دل چھڈے
 بندہ ہاں، کوئی بھنگ پیالہ مستاں اندر نہیں میں
 ربا! کاہنوں ایہہ جگ والے مینوں ہتھیں ڈھاہندے
 جگ تختی تے لکھیا ہو یا دوہرا اکھر نہیں میں
 دوزخ وچ عنذا باں دا کوئی اوڑک بنا ہوئے
 راج گناہی ہو داں گا پر اصلوں کافر نہیں میں
 کاہنوں میرے درگے نوں دی نہیںوں اکھ وچ رکھدے
 لال، جواہر، ہیرا، موتی، پتہا، گوہر نہیں میں
 میری اکھیاں اُتے پیر دھرن توں کیوں پیا سنگیں
 کسے حساب کتابوں چن سورج توں کتر نہیں میں
 مینوں توں اپنے پیراں نوں چمنوں کیوں پیا ہٹکیں
 توں جاتا آسماناں دی دی شان برابر نہیں میں
 غالب لگییاں کھانا ایں بہن شاہ نوں دے خان سییاں
 لدگئے دن جد آہندا ہندا سیں نوکر تیتیں میں



سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
 خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں
 یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
 لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں
 تھیں بناتِ النعشِ گردوں دن کو پردے میں نہاں
 شب کو ان کے جی میں کیا آتی کہ عریاں ہو گئیں
 قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
 لیکن آنکھیں روزِ دلوارِ زنداں ہو گئیں
 سب رقیبوں سے ہوں ناخوش، پر زناںِ مصر سے
 ہے زلیخا خوش کہ محو ماہِ کنعاں ہو گئیں
 جو تے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق
 میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں
 ان پری زادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام
 قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں
 زمیند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
 تیسری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں
 میں چمن میں کیسا گیا گو یا دبستان کھل گیا
 بلبلیں سن کر مرے نالے غز بخواں ہو گئیں



ساریاں تے نئیں، رُوپ وُٹا کے کجھ پھل کَلیاں ہو گئیاں
 مٹی ہڈھاں اوہے نجرے کیہہ کہیہہ شکلاں ہو گئیاں
 سانوں وی رنگ دے رونق میلے سجدے ہندے سن
 اوہ گلاں ہن بھسٹل پڑ چھتی مٹھے چھٹیاں ہو گئیاں
 ست مٹیاں قطبی رہیاں دِنے دِنے وِج ستر ا دے
 راتیں کیہڑی موجے آتیاں ستے ننگیاں ہو گئیاں
 بھاویں بندی خانے سار لئی یعقوب نہ یوسف دی
 پر کالی کوٹھی دی کندھے جھرنے اکھیاں ہو گئیاں
 سارے سڑن رقیباں توں پر سینے ٹھنڈ زلیخا دے
 مصری ناراں تک یوسف نوں بکیاں بکیاں ہو گئیاں
 اکھوں وین دیو رت ندیاں شام ہنیر جُدائی دی
 میں جاناں گا اکھ دیوے روشن دولٹاں ہو گئیاں
 ایساں پریاں کولوں لاں گے بدلے وِج بہتاں دے
 رُب کرے جے ایہو اوتھے جا کے حوراں ہو گئیاں
 زیند راوہدی، مان وی اوہدے، مانے لیاں راتاں اوہ
 جمیدیاں باہواں اتے سٹھرتیاں زلفاں ہو گئیاں
 میں کیہہ پایا پیسہ بے بیچے! جانو مکتب کھل پیا!
 میرے ہو کے ہر بلبل دی ہو کے غزلاں ہو گئیاں

وہ نگاہیں کیوں ہوتی جاتی ہیں یاربِ دل کے پار
 جو مری کو تاہی قسمت سے فرگاں ہو گئیں
 بسکہ روکامیں نے اور سینے میں اُبھریں پے پے
 میسری آہیں بخینہ چاکِ گریباں ہو گئیں
 واں گیا بھی میں تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب
 یاد تھیں جتنی دعائیں صرفِ درباں ہو گئیں
 جانفزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آ گیا
 سب لکیریں ہاتھ کی گو یا رگِ جاں ہو گئیں
 ہم موحّد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رُہوم
 بلتیں جب میاں گئیں منزلتے ایماں ہو گئیں
 رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ سانا ہے رنج
 مشکلیں مجھ پر یہیں اتنی کہ آساں ہو گئیں
 یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں
 دیکھنا ان بستیوں کو تم نہ دیراں ہو گئیں

اوہ نظراں کیوں رہتا میرے دل دے دستر ہندیاں جان
 اوہ جو میرے سختوں دی آرمی توں پلکاں ہو گتیاں
 گھٹ گھٹ سینے پاتیاں میں نہ آگڑ پچھڑ اُپھلیاں
 میرے گلے پھٹ لنگارے بجیہ ہا ہواں ہو گتیاں
 میں جے اوتھے اُپڑاں وی کیہہ موڑا اوہ دیاں پھٹکاں دا
 ہینس چتیاں یاد دُعاواں راکھے دے ناں ہو گتیاں
 پاندی جان شراب، جدھے وی ہتھ پیالا جا چڑھیا
 ساریاں لیکاں جان تلی تے شہ رگ جھیاں ہو گتیاں
 اسی مو احد بندے اک دے ساڈا دین صنیفی اے
 فرقے بندیاں ٹٹیاں تے ایمان پھو ہاراں ہو گتیاں
 صدے سندا سندا بندہ آخر صدے سہہ جاندا
 میں اُختیاں ایڈ ہنڈ اتیاں اُنت سکہلیاں ہو گتیاں
 جگ دُسنیکو جے کر غالب اِنجے اکھوں رہتے دُسا
 ویکھ لوو گے شہ گراواں اک دن رڑیاں ہو گتیاں



دیوانگی سے دوش پہ زناہ بھی نہیں
 یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں
 دل کو نیازِ حسرتِ دیدار کر چکے
 دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں
 ملتا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
 دُشوار تو یہی ہے کہ دُشوار بھی نہیں
 بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اوریاں
 طاقتِ بقدرِ لذتِ آزار بھی نہیں
 شوریدگی کے ہاتھ سے مر ہے وبالِ دوش
 صحرا میں اسے خدا کوئی دیوار بھی نہیں
 گنجائشِ عداوتِ اغیار اک طرف
 یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں
 ڈرنا لہ ہاتے زار سے میرے خدا کو مان
 آخر نواتے مرغِ گرفتار بھی نہیں
 دل میں ہے یار کی صفِ ترگاں سے رُکشی
 حالانکہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں
 اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا۔
 لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
 دیکھا اسد کو جلوت و خلوت میں بار بار
 دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں



جھل اندر موہڈے جنجو اڑیا وی نیتیں
 گلے دی تھاں تند کتے دھاگا وی نیتیں
 دل، درشن دی سبک دی نذرے کر چھڈیا
 ڈٹھاتے، سانوں درشن جیسا وی نیتیں
 لہجنا تینوں سوکھا نیتیں تے سوکھے آں
 ایہوی اوکھا لگدا اے اوکھا وی نیتیں
 عشق بناں کیہہ جینا اے پر سانوں تے
 دکھاں دی لذت جیسا جیرا وی نیتیں
 جھل دے ہتھوں ہیر موہڈے دا بھار نہرا
 تھلاں بریتے ربا! کنڈھ بوبا وی نیتیں
 غیساں دے ویراں دی تھاں تے اک پاسے
 ہنہیے دل وچ تے سبجاں دا چا وی نیتیں
 بچ میرے کڑلاں توں، من اللہ نوں
 ایہہ پنجہ دے دے پچھی دا رولا وی نیتیں
 دل پلکاں دی پال اگے ہک ڈاہندا اے
 پیڑ وچارا کنڈھے دی جردا وی نیتیں
 ایڈے بھولے تے نہ ربا کون مرے
 کرے لڑائیاں ہتھہ برچھا ورجھا وی نیتیں
 ڈٹھا کئی وار اسد نوں اندر باہر
 جے کر نیتیں جے جھلاتے دانا وی نیتیں



نہیں ہے زخم کوئی بخنٹے کے درخور مرے تن میں
 ہوا ہے تارِ اشکِ یاسِ رشتہ چشمِ سوزن میں
 ہوتی ہے مانعِ ذوقِ تماشا، خانہِ ویرانی
 کفِ سیلابِ باقی ہے برنگِ پنبہ روزن میں
 ودیعتِ خانہِ بیدادِ کاوشِ ہائے ترگاں ہوں
 نگینِ نامِ شاہدِ ہے مرا ہر قطرہِ خوں تن میں
 بیاں کس سے ہو ظلمتِ گُستری میرے شبتاں کی
 شبِ مہ ہو جو رکھ دیں پنبہ دیواروں کے سوزن میں
 نکوہشِ مانعِ بے ربطیِ شورِ جنوں آئی !
 ہوا ہے خندہِ احبابِ بخینہِ جیبِ ودامن میں
 ہوتے اُس مہر و ش کے جلوہٴ تمثال کے آگے
 پر افشاں جو ہر آئینہ میں مشلِ ذرہ روزن میں
 نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبتِ مخالف ہے
 جو گل ہوں تو ہوں گلخن میں، جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں
 ہزاروں دل دیتے جو شس جنونِ عشق نے مجھ کو
 سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہٴ خوں، تن میں
 اسدا! زندانیِ تاشیبِ الفتِ ہائے خواباں ہوں
 غمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوقِ گردن میں



اک پھٹ وی نیتس بسین دے ڈار دا میرے پنڈے اندر
 تندے آسے ہنجواں، دھاگہ سوئیاں نکلے اندر
 دید نظرے ڈکالا لایا، گھر بر بادی پھیرے
 ہنجواں ہڑھ دی جھگ جیوں لوگر رہ گئی جھرنے اندر
 میں پلکاں دی کافی کاراں دا ہاں سانجھوڑ کاہ
 دلیر نام نگینہ بر لستو قطرہ جتے اندر
 میرے زین بسیرے دے کیہہ کوئی نھیرے دتے
 چن چڑھے جے رکھیے گوہڑا کنہہیں جھرنے اندر
 جھل وئل ایل ایل اُجوڑاں ڈکیاں جگ پھٹکاراں
 یاراں دے، دندہا سے ہو گتے بختے گلے اندر !
 سورج ورگے دے مورٹ لٹکارے ساہویں پھر کن
 چلکاں وچ شیشے دے جیویں ذرے جھرنے اندر
 چنگا مند اجو کجھ ہاں، پر آل دوال بے رتا
 پھسل ہاں بھٹھی اندر جے کر لکھ ہاں باگے اندر
 عشق ہنیہ سودائی مینوں دل دتے بے انتے
 تیکا تیکا لستو دا چتر کلتن، جتے اندر
 اسد اللہ، دلداراں دے پیاراں دے قیدی ہوتے
 ہسروں گل وچ بانہواں جیویں دھون کلاں اندر



مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں
 سوائے خونِ جگر، سو جگر میں خاک نہیں
 مگر غبار ہوتے پر ہوا اڑالے جاتے
 وگرنہ تاب و تواں بال و پر میں خاک نہیں
 یہ کس بہشتِ شمال کی آمد آمد ہے
 کہ غیرِ جلوۂ گل، رگِ زرد میں خاک نہیں
 بھلا اُسے نہ سہی کچھ مجھی کو رحم آتا
 اثرِ مرے نفسِ بے اثر میں خاک نہیں
 خیالِ جلوۂ گل سے خراب ہیں مے کش
 شراب خانہ کے دیوار و در میں خاک نہیں
 ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ
 سوائے حسرتِ تعمیرِ گھر میں خاک نہیں
 ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
 کھلا کہ فائدہ عرضِ ہنر میں خاک نہیں



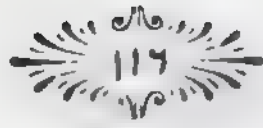
ایس جگ جہان اُنڈ سائے ساڈی اکھ توں بھاوندے کھیہہ ناہیں
 اکوڑت کلیرٹے سیک مہیسی او سے تھساں کلیرٹے کھیہہ ناہیں
 دھوڑ ہون تے کتے ہوا سانوں اوہدے تیک اڈار کے لے جاتے
 نہیں تے جا پدا اے جہان ساہ اصلوں ساڈے کھب کھب اٹھ کے کھیہہ ناہیں
 کیہڑے جنتاں مان گمان والے گھڑی پلک نوں ایہروں لنگھنا اے
 باج پھلاں دے فرش زمین اُتے پیراں مہیڈے رلدی لانگھے کھیہہ ناہیں
 آونا اوس نوں نیسے سی تے ن آوندا مینوں اپنا آپ وراگ آوندا
 کسے پاسے نہ وانجیاں چپیڈے پایا، میرے ہو کیاں دے پتے کھیہہ ناہیں
 شیشے سوچ دے پھل دی چھاں پاروں پین والڑے مست بے حال ہوتے
 پانی وچ مکان شراب خانے، کندھاں کھیہہ ناہیں بوہے کھیہہ ناہیں
 عشق محل پیارٹے ڈھان والاجدوں سوچنا واں ہولاپے جاناں
 نری سدھر اُساڑ اُساڑنے دی ہور شے میسرے جھکے کھیہہ ناہیں
 ساڈے شعرا ج نرے نیں اسد اللہ وچ بیدیاں ہن ہسان جوگے
 گل کھلی اے فن اظہار بوٹے رت دتیاں وی پھلے کھیہہ ناہیں



دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت در دسے بھر نہ آتے کیوں
 رو تیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رُلانے کیوں
 دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستان نہیں
 بیٹھے ہیں رگہز پر ہم بغیر ہمیں اٹھاتے کیوں
 جب وہ جمالِ دلفروز، صورتِ مسرتیم روز
 آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردے میں منہ چھپاتے کیوں
 دشتِ غمزہ جاں ستاں، ناوکِ ناز بے پناہ
 تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آتے کیوں
 قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
 موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاتے کیوں
 حسن اور اس پہ حسنِ ظن، رہ گئی بواہوس کی شرم
 اپنے پہ اعتماد ہے، بغیر کو آزماتے کیوں
 واں وہ غرورِ عزت و ناز، یاں یہ حجابِ پاسِ وضع
 راہ میں ہم ملیں کہاں، بزم میں وہ بلا تے کیوں
 ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی
 جس کو ہو دین و دل عزیز، اس کی گلی میں جاتے کیوں
 غالبِ نحتہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
 رو تے زار زار کیا، کیجئے ہاتے ہاتے کیوں



ایہہ دل کوئی اٹ پتھر نہیں، غم دیوے نہ چھلکا کاہنوں
 چتھوں ساڈا رونا نہیں بھاندا دے سانوں آپ رُھو اکاہنوں
 ایہہ مسجد نہیں، ایہہ مندر نہیں، ایہہ بوبار و نہ نہیں کاہنوں
 لانگھے تے بیٹھے آل لوکو، دے ایتھوں غیر اٹھا کاہنوں
 روپ اوہ جیہڑا من چکنا، جیوں سورج شکر ڈو پراندا
 نظر ان نوں ساڈا گواہاندا، لے مکھڑے تے گھنڈ پا کاہنوں
 خرے دی کاتی ساہ پیندی، نازاں دی کانی بے اتی
 تیرا اسی مکھ پر چھاواں سہتی، دے تینوں شکل دکھا کاہنوں
 چندڑی دا چہاہ، دکھ دی چہاہی ایہہ دھنوں دونوں اکونیں
 ساہ ٹکنوں پہلاں بندے نوں دکھ جاندا دھون کڈھا کاہنوں
 سوہنے نوں سوہنامان اتوں اتاں ہو چھے دے لکھ رہ گئے نیں
 اوہ ایڈا آپ یقینا اسے، لے ویری نوں آزما کاہنوں
 ادھر دی روپ گمان آدر، ایہہ دی ہنہہ راج انکھیلی
 راہواں ورج ہلنا کتھ ساڈا، اوہ سانوں لین سدا کاہنوں
 آتھو! اوہ رب نوں نہیں من دا، بچپال وی نہیں، ٹر دے ہوو
 چتھوں پیارے جان ایمان میاں اوہنوں اوس گلی دا چا کاہنوں
 مر مکتے غالب دے باہجوں کم کیڑے نیں جوڑنے نہیں!
 کیوں سرتے بانہواں رکھ لیتے، رون اکھیاں نیروگا کاہنوں



غنچہ ناشگفتہ کو دُور سے مت دکھا کہ یوں
 بوسہ کو پوچھتا ہوں میں، مُنہ سے مجھے بتا کہ یوں
 پُرسش طرزِ دلبری کیجئے کیا کہ بن کئے
 اُس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں
 رات کے وقت مئے پئے، ساتھ رقیب کو لیتے
 آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں
 غیر سے رات کیا بنی؟ یہ جو کس تو دیکھتے
 سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں
 بزم میں اس کے رُو برو کیوں نہ خموش بیٹھتے
 اس کی تو خاموشی میں بھی ہے یہی مدعا کہ یوں
 میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غنچہ سے تہی
 سُن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں
 مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہوش کس طرح
 دیکھو کے میری بے خودی چلنے لگی ہوا کہ یوں
 کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی
 آتینہ دار بن گئی حیرت نقش پا کہ یوں
 گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال
 موج محیط آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں
 جو یہ کہے کہ ریختہ کیوں کہ ہو رشکِ فارسی
 گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں



مَنہ میٹیا پھل سہانڈرا سے، دُوروں ارنج نہ پایا دکھا کہ ارنج
 تینوں پچھیا چم چھا کیہ لے، مینوں بھیاں مَنہ سمجھا کہ ارنج
 کیوں عاشقاں دے جیو کدھنا این کیہ تھکے آپے سی دسدی لے
 اوہ دے نخریاں اکھ مٹکیاں دی، ٹٹ پینی ادا، ادا کہ ارنج
 ویلا رات دا ہو دے تے پتی ہو سو ہنکٹ نال رقیب دے کیتی ہو سو
 رتا آون دی ایہرے میتی ہو سو، رتا جیہیا نہ چن چرٹھا کہ ارنج
 رات مانی آن غیر دے نال کیوں؟ میں جے پچھیا فیر تے دیکھیا کیہ
 اوہدا سامنے آن کے بہہ جانا، مینوں ایہہ کجھ دیکھنا پایا کہ ارنج
 اوہدی محفلے اوس دے مکھ ساہویں، جھوڈھ کے بہن داکم جاپے
 چپ چان پئی اوس دی دے متاں، ایہتھے بہن دی ایہو ادا، کہ ارنج
 مہنیوں اکھیا تساں دی بزم اندر کیے غیر دا بہن رواتے نیس
 اوس ہاسیاں پٹے نے سن دیاں ای مینوں پچھیا ٹرت اٹھا، کہ ارنج
 مینوں پچھیا یار نے دس تے سہی کیوں ہوش اڈاریاں مار جان دے
 ترس کھا کے میری مدہوشیاں تے کولوں اڈکے لنگھی ہوا کہ ارنج
 کیوں یار دی گلی دے وچ رہنا مینوں کدوں سی جج کچھڑے نوں
 اک پیر دے ایردی حیرتاں نے دتا عقل نوں شیشہ دکھا کہ ارنج
 جے کر دیکھنے دا ہو دے شوق تینوں ہرے شوق دی کدی طلب ہویاں
 چھل پچھے دی چھل سمندراں دی کندھے پئی لگے اوسے تا، کہ ارنج
 کیوں ریختہ ڈنگدا فارسی نوں جے کوئی تچھے اسیر پنجابیاں توں
 اک وار بھٹال کے کول اوہنوں غائب خان دے بول سنا، کہ ارنج



اپنا احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں
ہے حیا مانعِ اظہار کہوں یا نہ کہوں

نہیں کرنے کا میں تقریرِ ادب کے باہر
میں بھی ہوں محرمِ اسرار کہوں یا نہ کہوں

شکوہ سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو
اپنی ہستی سے ہوں بیزار کہوں یا نہ کہوں

دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمنِ جانی اپنا
ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا نہ کہوں

میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے نماز
گوش میں درپسِ دیوار کہوں یا نہ کہوں

آپ سے وہ مرا احوال نہ پوچھیں تو اسد
حسبِ حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں



دکھی دل نوں کیہہ بن گئیاں، آکھاں یا نہ آکھاں
بچ پوے کیہڑے کھوہ ڈگال، آکھاں یا نہ آکھاں

گھنڈ حیا دا لاہندا نئیں میں، آکھن دے کچھ مینوں
میں وی جاناں اک دو گھنڈیاں، آکھاں یا نہ آکھاں

بھادیں جان الہا ایہنوں، بھادیں جھور جھرانے
اپنی ہونوں نکونکت آں، آکھاں یا نہ آکھاں

دل دے ہتھوں جیہڑا اپنا ہو کے جاتوں ویری
خبرے کیہڑی پھرنی پھریاں، آکھاں یا نہ آکھاں

میں تے ہو یا جھلا دُنیا کھمبوں ڈار بناندی
کتو کتن پچھو کٹر کنسداں، آکھاں یا نہ آکھاں

اسد اللہ جے آپ ای میری ذات نہ چھتھے کوئی
شعراں اندر حال فقیراں، آکھاں یا نہ آکھاں

ردیف (۹)



حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
 کہ چشم تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے دا ہو
 بقدرِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی
 بھروں یک گوشہ دامن، گر آبِ ہفت دریا ہو
 اگر وہ سرد قد، گرم خرامِ ناز آ جائے
 کفِ ہر خاکِ گلشن، شکلِ قمری نالہ فرسا ہو



کعبے میں جا رہا، تو نہ دو طعنہ، کیا کہیں
 بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہل کینشت کو
 طاعت میں تار ہے نہ مٹے وانگہیں کی لاگ
 دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو
 ہوں منحرف نہ کیوں رہہ و رسمِ ثواب سے
 ٹیڑھا لگا ہے قط، قلمِ سرِ نوشت کو
 غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں مجھے
 خرد من جلے، اگر نہ ملخ کھاتے کشت کو



سارے پاروں جے دل بچیا، تالے جھاتی نظراں دی
 خبرے سوڑی اکھ، نظارے، کھید کرن قلبوتاں دی
 سدھراں جیڈی تریمہ وی ہوئے، ہوئے جدوں گناہوں دی
 میری چنڈ نہ لگی کر دی، چھپڑی ست سمندراں دی
 جے اوہ قدم دوا بونا، مان گمانوں آٹھلے!
 اک اک مٹھ باگے دی مٹی قمری بن بن کر لاندی



جے میں مسجد جاوڑیا، مارو نہ بولی حالے دی
 ہرتے بھاراً جانان مندر دے بھگتاں دی بہنی نوں
 تاں جے وچ عبادت مکتے رولا شہد شرایاں دا
 دوزخ دے وچ جھاڑے کوئی جنت بھری بھراتی نوں
 کیویں میں منکر نہ ہوواں نی کو کاری دی کاروں
 پھٹی ٹکٹی لگی اے، تقدیر تم دی کانی نوں
 غالب میری قسمت نہیں سی کیتی دا پھل پانا دی
 ستر جاندا کھسوارہ جے نہ مکرھی کھاندی پیلی نوں



وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
 کیجے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو
 چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگِ اختلاط کا
 ہے دل پہ بار، نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو
 ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غنیمت کا گلہ !
 ہرچند برسبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو
 پیدا ہوئی ہے کتے ہیں ہر درد کی دوا
 یوں ہو تو چارۂ غمِ آفت ہی کیوں نہ ہو
 ڈالا نہ بے کسی نے کسی سے معاملہ
 اپنے سے کینچیا ہوں، نجالت ہی کیوں نہ ہو
 ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
 ہم انجمن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو
 ہنگامہ زبونی ہمت ہے افعال !
 حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو
 وارستگی، بہانہ بے گانگی نہیں !
 اپنے سے کر، نہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہ ہو
 ہمتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کہیں
 عمرِ عزیز، صرفِ عبادت ہی کیوں نہ ہو
 اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد
 اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو



ساڈے وتوں کھلّ اے تینوں، لار نہ اکھیاں بھاویں
 رُوہ پر ساڈمی اکھیاں اندر، بن کے رُکّاں بھاویں
 چند نمائی چھڈیا کتھے گوہٹ ملاپاں جوگا
 دل بیہ جاندا، پیندا اُلفت دا پڑچھاواں بھاویں
 تیسری چہیتے ناں دیریں دا، مینوں تیتھوں شکوہ
 کیڈی راہ کاری دے راہیں پائیاں پھٹکاں بھاویں
 جیکر کوئی روگ نئیں جس دا دارو لوک نہ دسن
 کتے عشق دا دارو جگ توں اڈیا لوکاں بھاویں
 بے وتیاں نے دس نہ پایا مینوں ہو رکے دے
 آون پیاں لکھ اپنے آپوں، آوندیاں شرماں بھاویں
 بندہ اپنے دتچوں تپدی اک سوچاں ڈمی آخر
 سائوں بھنڈی محفل جا پئے ہوئے کتیاں بھاویں
 شرماں دا گھنڈ، آپ ہٹارو آنکھاں دے گل ڈھول اے
 جگ توں کجھ نہ کدی وُصولو، دے پامتاں بھاویں
 کھل آزادی، تیج نئیں کوئی وکھو وکھ دسن دا
 اپنے توں رُوہ بھجیا بھجیا، صُحبت خیراں بھاویں
 جدوں حیاتی مُلت مُردی، ہرکھ کدی نئیں مُردا
 ساری عمر پیاری مکے پڑھو نمازاں بھاویں
 اوس آخر جوگے دے بوہویوں نئیں اسد اللہ اٹھنا
 ساڈے ہرتے آخر ڈگ پتے، بیٹھیاں بیٹھیاں بھاویں



قفس میں ہوں گرا چھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو
 مرا ہونا بڑا کیسا ہے نو استنجانِ گلشن کو
 نہیں گریہ ہمدی آساں نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے
 نہ دی ہوتی خدا دایا آرزو سے دوست دشمن کو
 نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جبراحت پر
 کیا سینے میں جس نے خو نچکاں مڑگانِ سوزن کو
 خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں
 کبھی میرے گریباں کو، کبھی جاناں کے دامن کو
 ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں
 نہیں دیکھا شناور جوڑتے خوؤں میں تیرے توسن کو
 ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا
 کیا بے تاب کاں میں جینشن جو ہرنے آہن کو
 خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برقِ خرمین کو
 وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے
 مڑے بت خانہ میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو
 شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خو مجھ کو
 جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو
 نہ لکشا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
 رہا کھٹکا نہ چوری کا دُعا دیتا ہوں رہزن کو
 سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جو یا ہوں جو اہر کے
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے جو کھودیں جا کے معدن کو
 مڑے شاہِ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب
 فریادوں و جہم دیکھنرو و داراب و بہمن کو



پنجہ سے اندروں دی جے نیتیں جردے میرے گرلاٹاں نوں
 میری جان سکھانندی کیوں نیتیں باغ دیاں دسینکاں نوں
 سوکھی نیتیں جے قربت اوہدی تاں وی سول نہ گھٹدا جے
 رہتا کاہنوں چا دتا ای چارہ بیسیلی دا ہوراں نوں
 تیری اکھوں اک اتھر نیتیں ڈلھی اوہ پھٹ سینے تے
 جتھے رت روایا اکھوں نوک سوئی دیاں پلکاں نوں
 ہتھاں دی رب پوری پائے کچھ کھلتے چھڈ دے نیتیں
 میرا گمایاں آ پھڑ دے، جا پلٹیوں پھڑ دے سبجناں نوں
 حالی مقتل ویندے ساڈنی کھڈراوی کنبی نیتیں
 ڈٹھا تیں نال سو وچ تردے تیرے گھوڑے داگاں نوں
 گل پھری جسد میرے پیسے ہوی سنگلی دے ڈھال دے،
 کاتاں وچ سپاتی ڈٹھکاں فرمایا فولاداں نوں
 جے نت میری پیلی بدل وتے، نیتیں ٹھنڈ مینوں وی
 بجلی رانی ہن تورا سیدی اے کھلاڈے کنکاں نوں
 جنھوں پھڑنا پکا پھڑنا، اصل اصول ایمانی اسپے
 بت خانے مر مکتن تے بے دفناتیے پنڈتاں نوں
 میرے لیکھ شہادت ہسی طبع اصیل سی تاہیوں ای
 دھون نوائی اوتھے جتھے دیکھ لیا تلواراں نوں
 جے نہ دنے لیٹیندا راتیں گھوڑے وچ نہ سوندا میں
 واہ چوری دا دھڑ کوڑکا، بیساں دیاں ڈکیتاں نوں
 بول سٹخن نیتیں ساڈے پلے؟ اینویں موتی بھیتے پے
 سینے وچ کلیجا نیتیں جے گھٹڈے پھریے کاتاں نوں
 اپنے شاہ سلیمان ودرگے نال، کھانھاراں غالب کہہ
 جم، فریدوں، خسرو، دارا، بہمن ودرگے شاہواں نوں



دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سمیتن کے پانوں
 رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانوں
 دی سادگی سے جان، پڑوں کو کہن کے پانوں
 ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پانوں
 بھاگے تھے ہم بہت، سو اسی کی سزا ہے یہ
 ہو کر اسیسہ، دابتے ہیں راہزن کے پانوں
 مرہم کی جستجو میں پھسرا ہوں جو دور دور
 تن سے سوا فگار ہیں اس خستہ تن کے پانوں
 اللہ سے ذوق دشت نوردی کہ بعد مرگ
 ہلتے ہیں خود بخود مرے، اندر کفن کے پانوں
 ہے جوش گل بہا میں یاں تک کہ ہر طرف
 اڑتے ہوتے اُٹھتے ہیں مرغ چمن کے پانوں
 شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
 دکھتے ہیں آج اس بُت نازک بدن کے پانوں
 غالب مرے کلام میں کیونکر اثر نہ ہو
 پیتا ہوں دھو کے خسر و شیریں سخن کے پانوں



واں اس کو ہولِ دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار
 یعنی یہ میسری آہ کی تاثیر سے نہ ہو
 اپنے کو دیکھتا نہیں، ذوقِ ستم تو دیکھ
 آئینہ تاکہ دیدہٴ پنجیر سے نہ ہو



پین لئی دھوواں جد اوہدے چاندی دنگے پیراں نوں
 تسلیوں چک چک بے دھردا پانیوں باہرے پیراں نوں
 بھولے سہتھیں جان گوائی، چم فدا دے پیراں نوں
 واہ تقدیرے دگیوں نہ پھاپھیاں دے نیلے پیراں نوں
 پیراں پیراں بھجے ساں اوہدی ایہہ کدنی بھرنی لے
 بچھے، بچھیں بھرنے آں مٹھیاں ڈاکو دے پیراں نوں
 مرتم لہدے لہدے لہتھیاں، لیاں لیاں ڈاٹاں نہیں
 جٹھیوں بوہتی پھنڈ پئی اے، پھنڈے جتھے پیراں نوں
 کیڈا چسکا تھلاں بھوالی دا اے مرنوں بچھے دی
 وچ کفن دی دیکھو میرے آپے ہلدے پیراں نوں
 ایتھوں تیکر چیت سے پھٹلاں نوں آخر آئی اے
 اڈوی اڈوی بلبل تائیں پان اٹنگے پیراں نوں
 ذات کسے دے سفنے اندر ٹرکے آیا لگدا اے
 آج اینویں نتیں مٹھیاں بھردا چند ملو کے پیراں نوں
 غالب میرے شعر سوادوں دانجے کیوں رہ جانڈے
 دھوکے پیناں کھنڈ سخن سردار سخی دے پیراں نوں



اوہا دل ڈب ڈب جاندا میں ایہہ ڈب ڈب جاناں
 کدھرے ایہہ میسری ہاتھوں دی تاثیروں نہ ہووے
 دیکھو ظلم ستم دے جسکے، اپنا منہ نتیں وہیندا
 جتھے تیک تیکار دا اکھ شیشہ اکوں نہ ہووے



داں پہنچ کر جو غش آتا پئے ہم ہے ہم کو
 صدرہ آہنگ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو
 دل کو میں اور مجھے دل مجھ و فراق کھتا ہے
 کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو
 ضعف سے نقش پئے مور ہے طوق گردن
 تیرے کوچے سے کہاں طاقتِ رم ہے ہم کو
 جان کر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
 یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو
 رشکِ ہم طرحی و درو اثر بانگِ حسنین
 نالہ مرغِ سحر، تیغِ دو دم ہے ہم کو
 سرا ڈانے کے جو وعدے کو مکر چاہا
 ہنس کے بولنے کہ ترے سر کی قسم ہے ہم کو
 دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ، لیکن ناچار
 پاس بے رونقی دیدہ اہم ہے ہم کو
 تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو
 ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو
 لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی
 ہو بس سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہم کو
 مقطعِ سلسلہ شوق نہیں ہے یہ شہر
 عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو
 لئے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب
 جاوہرہ کششِ کافِ کرم ہے ہم کو



اوتھے اُپر کے ہیٹھ اُتے پین جو دُندناں سانوں
 پیراں دی مٹی چمن دیاں ڈھیسہ اُنکاں سانوں
 دل نوں میں تے مینوں دن عشقوں نیں ڈولن دیندا
 دکھ دی پھڑنی دا کیسہ چسکا لگا سائیاں سانوں
 ماڈے جتھے، اُمیر کھرا کیسٹی دا دُھون گلاواں
 تیسری گلیوں دُڑکٹ دیاں بکتھے توفیقاں سانوں
 اتوں اتوں دُنکا ہودیں، تاں جے آس نہ سٹے
 دُنکیاں نظراں تیرے دُتوں لگن زہراں سانوں
 سول رقیب پنے دا اُٹھے پیسٹ کیشلی تاہروں
 دو دھاری تلوار اے فجر پکھیرو ہا ہواں سانوں
 ہر پھسکن دا لارا جے میں فیہر کرایا جیتے !
 کچھوں ہنس کے آکھے تیرے ہر دیاں قسماں سانوں
 دل نوں رتورت کرن دا چارنیں سی پرتاں دی
 اکھ اُجاڑاں دیکھ کے آتیاں ڈاہڈیاں شرماں سانوں
 ایڈے تسی لوک اوچپ نوں وی گرلاٹے آکھو
 ایڈے اسی نما نے تیسری گھیس دی چھریاں سانوں
 کیسٹری پنڈ پئی آتے لکھنوا ایہ گنڈھ نہ کھتھے
 سیر ساٹے دا وی ایڈا چارنیں بھسرواں سانوں
 تند سرائیں ساڈی شوق لڑی دا شہرتے ایہوی
 سیر نجف دی، حج کعبے دی پیریں ڈاٹاں سانوں
 آس جیتی اک لئی جان دی اے غالب خبرے کتھے !
 کشش کرم دے کاف دیاں نیں ڈاٹاں راہواں سانوں



تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
 مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو
 بچتے نہیں مواخذہ روزِ حشر سے
 قتال اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو
 کیا وہ بھی بے ننگ و کش و حق ناشناس ہیں
 مانا کہ تم بشر نہیں خورشید و ماہ ہو
 ابھرا ہوا نقاب میں ہے اُن کے ایک تار
 مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو
 جب میکہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
 مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو
 سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
 لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو
 غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں
 دُنیا ہو یا رب! اور مرا بادشاہ ہو



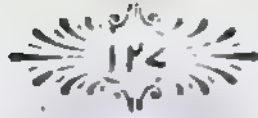
توں جان بیبا تیرا کم جانے غیسر نال جیویں تیرا واہ ہووے
 میری ذات دی کدی جے نہئیں لیندا، اپنی گل دا کیرہ گناہ ہووے
 پھڑنی حشر دھاڑ دی ہے ڈاڈی مینوں پک ہے توں وی نہیں بچ سکدا
 جے کر قتل رقیب دے ناں لگے، تیرے جیہا ضرور گواہ ہووے
 بول! اوہوی بے دوسے نوں مار دے میں، نالے حق نوں حق پچھان دے نہیں؟
 چلو منیا بشر نہیں آپ ہو ریں، سورج چن یا توں اوہناں جیہا ہووے
 دیکھ دیکھ کے اوس دے گھنڈ اندر اک اُبھروں تند مر ڈر پانڈی
 مرد اجاں میں ایس وچار اندر کیسے ہو دی متے نگاہ ہووے
 جدوں رہے نہ وچ شراب خانے تدوں تھان مقام دی باہنڈ کاہدی
 بھادیں مکتب تے بھادیں مسیت ہووے، تکیہ ہووے بھادیں خانقاہ ہووے
 سو بھارتی بہشت دی سنی بیٹھے وال جتا وی جھوٹھ نہیں اوہ بھادیں
 زب کرے پر تیرا مقام ہووے، تیرا مکھ تے میری نگاہ ہووے
 غالب جیہے وی رہن نہ جے ایٹھے ایڈی جگ نوں مول نہیں تھوڑ پنپیدی
 میلے جگ دے ہون تے رب سائیاں ایٹھے ہو میرا بادشاہ ہووے



گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو
 کہے سے کچھ نہ ہوا، پھر کہو تو کیونکر ہو
 ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال
 کہ گرنہ ہو تو کہاں جا میں؟ ہو تو کیونکر ہو
 ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے؟
 حیا ہے اور یہی گو مگو تو کیونکر ہو
 تمہی کہو کہ گزارا صنم پرستوں کا
 بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو
 اُجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
 جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو
 جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا
 وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو
 ہمیں پھر ان سے اُمید اور انہیں ہماری قدر
 ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ، تو کیونکر ہو
 غلط نہ تھا ہمیں خط پر گماں تستی کا
 نہ مانے دیدۂ دیدار جو، تو کیونکر ہو
 بتاؤ اس مژہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار
 یہ نیش ہو رگ جاں میں فدو تو کیونکر ہو
 مجھے جنوں نہیں غالب، ولے بقولِ حضور
 فداقِ یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو



گا، سہ، کتھے نہیں، گل بات ہووے تے کیویں ہووے
 آکھیاں جتھے گل نہ ہووے، آکھو پے تے کیویں ہووے
 ساڈے ذہن اندر ایسے ہی سوچ دا نام وصال اے سچنا
 نہ ہووے تے کتھے جاتیے، جے ہووے تے کیویں ہووے
 مینوں مار ادب دی وگئی، آکھاں یا نہ آکھاں اوہنوں
 اوہنوں پوے جیا جے بولے، نہ بولے تے کیویں ہووے
 آپے دس چنگی مندی گنڈران ایہناں عاشق لوکاں دی
 سارے معشوقاں دا چالا انج ہووے تے کیویں ہووے
 کھیسہ پنیا ایں اپنے آپ نوں ویکھ کے جیسٹہ ایشیے اندر
 شہر اندر جے اک دوہون تیرے ونگے تے کیویں ہووے
 جیدے نصیباں اندر ہووے میرے وانگ منیر دہارا
 لیکھاں سڑیا، رات نوں جے نہ دن آکھے تے کیویں ہووے
 فیرا وہناں توں آس اک سانوں اوہناں دے دل عزت ساڈی
 جے اوہ ساڈی ذات کدی وی نہیں بندے تے کیویں ہووے
 وہم تے اکا جھوٹھانئیں سی چٹھی دے گی آن سہارا
 پر جے اکھ درشن دی جھکھی نہ منے تے کیویں ہووے
 اوس پلک نوں ویکھ کے دستو، جے میری شہ رگ نوں ڈنگے
 رڈ کاں وچن جتھے چپین تہرار ہووے تے کیویں ہووے
 غالب دی جھٹلائیں ہو یا، تہاں وی ایہو فرمایا اے
 اندر جہر فراق پریمی چین ہووے تے کیویں ہووے



کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج نغاں کیوں ہو
 نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
 وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
 سبک سرین کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
 کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
 نہ لاوے تاب جو غم کی ، وہ میرا راز داں کیوں ہو
 وفا کیسی ؛ کہاں کا عشق جب سر بھوڑنا ٹھہرا
 تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آتاں کیوں ہو
 قفس میں مجھ سے رُودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
 گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشاں کیوں ہو
 یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ، پر یہ تو بتلاؤ
 کہ جب دل میں نہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو
 غلط ہے جذبِ دل کا شکوہ دیکھو حرم کس کا ہے
 نہ کھینچو گھر تم اپنے کو ، کشاکش درمیاں کیوں ہو
 یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
 ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو
 یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں ؛
 عدو کے ہوئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو
 کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے سے رسوائی
 بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو ، پھر کہیو کہ ہاں ، کیوں ہو
 نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
 ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو



چائیں چائیں جے کسے نوں دل دیتے پچھوں لگتے رون کمران کاہنوں
 سینہ سکھنا ہووے جے دے باجوں ہووے منہ وچ فیروزبان کاہنوں
 اوہوی اپنی کھو نوں چھڈ دے نئیں ہینہ آزی دی اپنی چھٹے کیوں
 ایڈے ہولیاں پے کے پچھتے کیہہ، سائوں لگے اوہجسارو کھان کاہنوں
 مینوں میرے دراگی نے بھنڈیا اے آگ لگے اجیسے یرانیاں نوں
 میرا دکھ نئیں جنیڑا پچان جوگا، محرم بنے اوہ میرا ندان کاہنوں
 کاہدا عشق نبھان؛ وفا کاہدی؛ مار ٹکراں سائوں جے پیا مرنہ
 پتھر ہانھوٹیا ہووے وی بوسے دستن، دیتے تیرے ای بوسے تے جان کاہنوں
 وچ پنجرے دسدیاں ڈریں کاہنوں جو جو باغ تے سنگیار بیتیاں نیں!
 کسے ہووے نوں بجلیاں چھڈ کیسا ای! میرا آہلنا شالاجسلان کاہنوں
 تینوں ہے مجال کہ آکھ سکیں اسی دلاں دے وچ نئیں رہن والے
 ہوویں توں ای توں جے دلاں اندر، فیرا کھان توں لکن لکان کاہنوں
 گلہ دے دی کچھ دا سجدانئیں کہہ وچ قصور ہے دیکھتے سہتی
 جے توں اپنے آپ نوں کھچدوں نہ، آپے وچ رہندی کچھ تان کاہنوں
 سکھی دستدے گھریں بربادیاں لئی ایہہ لوہڑوی گھٹ گزار دانئیں
 چتھاں چتھاں دا ہو گئیوں توں سچن ہووے اوہناں دا ویری آسمان کاہنوں
 جے ہے ایہو آزمان دی رسم کوئی جیسے کیہہ نیں ہووے رستان والے
 جسدوں ویری دی ٹیکے جا وڑیوں لیندا پھریں میرا امتحان کاہنوں
 تساں آکھیا غمیراں دے نال ہلیاں ہووے کاہنوں خیال بدنامیاں دا
 تسی سچے اوچی باوا اسی جھوٹھے زرافیسہ آکھو میری جان کاہنوں
 مار بولیاں چاہنا ایں کم کڈھنا نئیں غالباً متے کوئی بھل ہووی
 بے مسر، بے مسر، پیا آکھ اوہنوں ہووے کھچھ کے اوہ مہربان کاہنوں



رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

پڑھیے گھر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جاتیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو



دور دُراڑے چل کے رہتے جتھے نہ کوئی ہووے
 نہ سُنئیے نہ آپ سُنائیے نہ کوئی گلیں جووے

کندھ بُو ہے دی مُبکھی جگ توں دُکھری گلی پاتے
 نہ کوئی آہنڈ گواہنڈے و تے چوکیدار نہ ہووے

تاپ چڑھے تے پانی بچھین والا نہ کوئی لہتے
 مَر جاتیے تے نہ کوئی ساتوں پٹ سیاپے رووے

رولیف (۵)



از مہر تا بہ ذرہ دلِ دِلِ دِلِ ہے آئینہ
طوطی کو، شش جہت سے مقابل ہے آئینہ



ہے سبزہ زار ہر در و دیوارِ نمکدہ
جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خنزاں نہ پوچھ
ناچار بے کسی کی بھی حسرت اٹھائیے
دُشوار ہی رہ وستم ہسزباں نہ پوچھ



سُورج توں لے ذرہ، ہر شے دل، پر دل تے شیشہ اے
چارے کھوٹ تے ہیٹھاں اوتاں ہریں آگے شیشہ اے



جھوک نماں دی بُو ہے کندھاں ہریاں دے کھیتر
جیہدی بہار اے اِنج دی، اوہدی پت جھڑ کجھ نہ پچھیں
تنگ آکے بے کسیاں دی دی سدھ پاپی جاتیے
پنسہ پوارے ہراہیاں دی کڑ کڑ کجھ نہ پچھیں

رولیف (ی)



صد جسوہ رُو برو ہے جو مرگاں اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے

ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق
یعنی ہنوز منتِ طفلان اٹھائیے

دیوارِ بارِ منتِ مزدور سے ہے ختم
اے خانماں خراب! نہ احساں اٹھائیے

یا میرے زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجئے!
یا پردہٴ تبتم پنہاں اٹھائیے



سو سو روپنیں مہرے جے پلکاں دا پردہ چُکے
 اینے جوگے کتھوں، پے اکھیاں دا بھارا چُکے

جہل عشقے دی چوگ لکھی اے کھنگر وٹیاں اُتے
 مطلب اے حالی بالآں دا ہورا اُدھارا چُکے

کنڈھ کالمے دے دین دے بھاروں ڈوگن بھار کھلوتی
 لکھ نہ رہتے پر بھار سرے تے مت کسے دا چُکے

یا تے میرے رشک دے پھٹ نوں آپے نہ پے بھنڈو
 یا بگھیاں مسکاناں دا چا آپے پردہ چُکے



مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہتے
 بھوں پاس آنکھ قبلہ حاجات چاہتے
 عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر
 آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہتے
 دے داداے فلک بدلِ حسرت پرست کی
 ہاں کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہتے
 سیکھے ہیں مرہ رنخوں کے لئے ہم مصوری
 تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہتے
 مے سے عرض نشاط ہے کس رُوسیاہ کو
 اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہتے
 نشوونما ہے اصل سے غالبِ فروع کو
 خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہتے
 ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جُدا جُدا
 ہر رنگ میں ہسار کا اثبات چاہتے
 سراپائے خم پہ چاہتے ہنگامِ بیخودی
 رُوساوتے قبلہ وقتِ مناجات چاہتے
 یعنی یہ حسبِ گردشِ پیمانہ صفات
 عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہتے



ہیٹھ مسیتے میخانہ رنداں دا ڈیرا ہووے
 جیویں اکھ بھرو تے تھلے میریا صاحبا ہووے
 شکرے آپ ہو رمی وی دل دے بیٹھے ہو رکسے نوں
 نظم آخیری کجھ نہ کجھ تے گھرنوں آوندا ہووے
 آسمانا! دے شا با ساڈے دل سدھراں ڈبے دی
 کجھ تے تیرے دلوں ہو تیاں دا اُل تر د ا ہووے
 اوہناں دے نئی بنے مصوڑا مکھڑے چن جنھاں دے
 بلن ملان نئی کوئی تے پنج وسیلہ ہووے
 گھٹ لاکے عیشاں دا لالچ کیڑے کلمونے نوں
 اگو جیسی بے سرتی دا مینوں اکھ پسر ہووے
 جڑھ دے وچوں غالب پنگرن لغراں لمیاں لمیاں
 چپ دے وچوں پھٹے جووی مطلب دل دا ہووے
 دکھرا دکھرا رنگ گلاباں چنبیلی بھپسل کلیاں!
 سارے رنگ بہارنے ونڈے ایہہ رنگ پکا ہووے
 منٹ شراباں دے پیریں ڈگتے مدہوشی ویلے
 قبلے منہ ہوتیے جے ہتھ دُعا دا چکیا ہووے
 جدوں صفات پیالہ اودا گیرے دے وچ دیکھے
 ذات شرابوں مسست ہمیشہ عارف اودا ہووے



بساطِ عجز میں تھا ایک دل، یک قطرہ خوں وہ بھی
 سو رہتا ہے باندا ز چکیں دن سرنگوں وہ بھی
 رہے اس شوخ سے آزرده ہم چندے تکلف سے
 تکلف برطرف، تھا ایک انداز جنوں وہ بھی
 خیالِ مرگ کب تسکینِ دل آزرده کو بخشتے
 مرے دامِ تمنائیں ہے اک صیدِ زبوں وہ بھی
 نہ کرتا کاششِ نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم
 کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی
 نہ اتنا بڑش تیغِ جفا پر ناز فرماؤ!
 مرے دریاتے بیابانی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی
 مئے عشرت کی خواہشِ ساتی گہروں سے کیا کیجے
 لئے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ وارثوں وہ بھی
 مرے دل میں ہے غالبِ شوقِ وصلِ شکوہِ ہجران
 خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی



مان غریبی اکِ دلِ سبسی ، لہو دا تیکا اوہوی
 نچرن کیتے رہندا اے ہن پٹک ٹنگیا اوہوی
 ادس اٹھرے توں رہے کنوڑے کج دن مجھوٹھی موٹھی
 سچ آکھوتے جھلس پناسی اینویں ساڈا اوہوی
 موت^۲ وچار کدوں ورجاندی دل درداں مائے نوں
 میری سدھ^۳ پچھا ہی پھیلا صید نکرنا اوہوی
 چنگا سی کمر لاٹ نہ پاندا ، سنگیا کیہ سن ، ساراں
 گچھیاں پیڑاں وچ وادھے دا مڈھ پایا بچھا اوہوی
 ظلم کٹاری کاٹ کھاری ، ایڈا مان کھریں نہ
 میرے تلیو مجھ سمندر سے رت اچھالا اوہوی
 آسماناں دے ساقی توں کیہ موج شراباں منگو
 نئی بیٹھا اے ست پیالے اک اک مودھا اوہوی
 بسک بلن دی ہجر جھرانے غالب سینے ڈکے
 بل پینداتے ربا اوہنوں ایہوی دسا اوہوی



ہے بزمِ بُتیاں میں سخن آزرده لبوں سے
تنگ آتے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

ہے دورِ قسح و جبر پریشانیِ صہبیا
یک بار لگا دو ختمِ مے، میرے لبوں سے

رندانِ درمیکدہ، گستاخ ہیں زاہد
ز نہار نہ ہونا طرف، ان بے ادبوں سے

بیدارِ وفا دیکھ کے جاتی رہی آخر
ہرچند مری جان کو تھا ربط لبوں سے



محبو باں دی محفل وچ گل منہ نہ لاندی ہوٹھاں نوں
اکت پیئے آں ویہندے ویہندے ایڈے بل بل منگتاں نوں

ٹھوٹھا ٹھوٹھا ڈنڈیاں کھنڈے طبع شراب نمائی دی
اکسے ڈیکے منٹ شراباں میسہ میرے ہوٹھاں نوں

میخانے دے بوجے ڈھکے رند ملاں بڑ بولے نیں
دیکھیں کدھرے منہ نہ لائیں توں ایہناں لنگ لٹھیاں نوں

عشق مریندا ڈٹھکھا ہو گئی آخر نوں اللہ بیلی
بھاویں کیڈا جان میری نے جاتا بیلی ہوٹھاں نوں



تاہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سُن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

غالبتِ ترا احوال سنا دیں گے ہم اُن کو
وہ سُن کے بلالیں یہ اجسادہ نہیں کرتے



گھر میں تھا کیسا کہ ترا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے



ماں جے ساٹوں گل کرن دی کوئی دتھ نہ لےتھے!
 سُن چھڈ دے نیں بجاویں ساڈا ذکر اذکار تیں کر دے
 غالب تیرا دکھ سکھ اوہناں اگے تے جا روئیے
 سُن کے سَدَن تینوں، ایہدا ٹھیکہ یار تیں کر دے



جھکے اپنے کیہہ سی، عشق تیرا جتھوں ڈھان و نجان دے دھیان لگا
 سَدھراک اَسار اَسار تے دی جیہڑی جیویں تہیسی اوسے وانگر ان ہے



غمِ دُنیا سے گم پائی بھی فرصت سراٹھانے کی!
 فلک کا دیکھنا تقریب تیسرے یاد آنے کی
 کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یارب
 قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی
 لپٹنا پر نیاں میں شعلہ آتش کا آساں ہے
 ولے مشکل ہے حکمتِ دل میں سوزِ غم چھپانے کی
 انہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا!
 اُٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی
 ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا
 ترا آنا نہ تھا ظالم، مگر تمہید جانے کی
 لگد کو بھ حوادث کا تجسُّس کر نہیں سکتی
 مری طاقت کہ تھی ضامنِ بتوں کے ناز اٹھانے کی
 کہوں کیا خوبی اوضاعِ ابنائے زماں غالب
 بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی



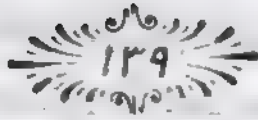
حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی
 دلِ جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی
 اس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھا دے
 میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں داغِ ناتمامی



جے دُنیا دے دکھ کدی دیندے سائیاں سرچان دیاں
 آسماناں ول تکتیاں، لکتیاں یاداں تیرے جان دیاں
 ربا میری چھٹی دے مطلب دا کیہہ چانن ہو سو
 دوزخ جانے قساں کھا لیتاں نیں ورقِ جلاں دیاں
 ریشم پٹ دے پتے آگ دی لمب دُلھیشن سو کھا اے
 مشکل کاراں غم دی دھونی سینے وچ لکان دیاں
 اندروں پھسل کے اپنے پھٹراں توں اوہ دیکھن چلیا سی
 پھٹلاں ول ٹرن، چتہ آسیاں، عُذر بہانے پان دیاں
 اسیو ساد مرادے ساں رتے مردے رنگ اُلا راتے
 ایہہ کیہہ آیوں، آؤندیاں اڑیا، ٹریاں گلاں جان دیاں
 ہن تے جگ آفاتاں چھڑیاں بہرتے جھٹن جوگی نیتیں
 میری ہمت نوں سن شرماں اوہدے نخرے چان دیاں
 ویلے دے پتراں دے ورتارے غالب دڈیا سے کیہہ!
 اوہنے ڈنگیا جتھوں سریاں چلیاں دودھ پیاں دیاں



ہتھ حصول وصولوں دھو بوہ، سدھراں تے نیتیں وستی دا
 دل وی ہنجواں دے ہڑھ اندر بیٹا ڈبٹی سامی دا
 اوہ دیوے دی بٹی جتھوں پکو مار مجھاندے نیں
 میں وی جھلے ہو یاں دانگوں چو آں گلی لکڑی دا



کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا مکان ہے
 جس میں کہ ایک بیضہ مور آسمان ہے
 ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
 پر تو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے
 حالانکہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ
 غافل کو میرے شیشے پہ مے کا گمان ہے
 کی اس نے گرم سینہ اہل ہوس میں جا
 آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے
 کیا خوب تم نے غیسہ کو بوسہ نہیں دیا
 بس چپ رہو، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے
 بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوارِ یار میں
 فرمانروائے کشورِ ہندوستان ہے
 ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
 کس سے کہوں کہ داغ، جگر کا نشان ہے
 ہے بارے اعتماد و ناداری اس قدر
 غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نامہربان ہے



ایڈا سوٹرا ساڈے مویاں مُکیاں کانِ مکان اے
 جس دے اندر کیڑی دا اک آندا دی آسمان اے
 تیرے عشق سَوادوں کن پَسارا رڑھدا جاندا
 سو رُج دے لشکاے پاروں دتے اندر جان اے
 گل تے اِنج اے بھنگری سٹاں سہ سہ لالوالال اے
 دل دے شیشے وِچ شراب اے، غافل کمرے گمان اے
 ہو چھے دے بر فیلے سینے اندر بنگھا ہویا
 کیوں بھاوے نہ او منوں، ایہہ ٹھنڈا ٹھار مکان اے
 اشکے آکھو، غیب کسے نوں منہ نہیں تساں چُپایا
 ایتھے ای رُوہ، ساڈے دی تے منہ دے وِچ زبان اے
 دلداراں دی کندھ پڑھچھاویں جہیرا لیا بیٹھا
 ہند ولایت اندر چلدا ایہدا ای فرمان اے
 دُکھاں گچ لیا اے مڈھ حیاتی دا وی ایتھوں
 کتھوں دساں اسے ای جگرے واسل نشان اے
 ساڈے عشق سلجے اتے او منوں مان بڑا اے
 غالب سانوں خوشیاں نے اوہ بھاویں آتیاں اے



درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہاتے ہاتے
 کیا ہوئی ظالم تری خفلیت شعاری ہاتے ہاتے
 تیرے دل میں گم نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ
 تو نے پھر کیوں کی تھی میری ننگساری ہاتے ہاتے
 کیوں مری غمخوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال
 دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہاتے ہاتے
 عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
 عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہاتے ہاتے
 زہر لگتی ہے مجھے آبِ و ہوائے زندگی
 یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہاتے ہاتے
 گل نشانی ہاتے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا
 خاک پر ہوتی ہے تیسری لالہ کاری ہاتے ہاتے
 شرمِ رسوائی سے جا چھینا نقابِ خاک میں
 ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہاتے ہاتے
 خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت بل گئی
 اٹھ گئی دنیا سے راہِ درسم یاری ہاتے ہاتے
 ہاتھ ہی تیغِ آزما کا کام سے جاتا رہا
 دل پہ اک لگنے نہ پایا زخیم کاری ہاتے ہاتے
 کس طرح کاٹے کوئی شب ہاتے تارِ بربکال
 ہے نظرِ خوگرہ اختہ شماری ہاتے ہاتے
 گوشِ مجبورِ پیام و چشمِ محرومِ جمال!
 ایک دل تیرے یہ نا امیدواری ہاتے ہاتے
 عشق نے پکڑا نہ تھا غالب! ابھی وحشت کا رنگ
 رہ گیا، تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہاتے ہاتے



میرے درداں ہتھوں ہو یوں تلبو مچھی ہاتے ہاتے
 رکھتے گئی بے دردا تیری بے پرواہی ہاتے ہاتے
 تیرے دل نوں جے کر نیسے سی جگر ا دکھ آزاراں دا
 فیر بھلا توں بنیوں کاہنوں میرا دردی ہاتے ہاتے
 میرے درد وراگ دی کاہدی سنجنا تینوں چیتا سی
 ڈیر کما گئی اپنا تیری میری یاری ہاتے ہاتے
 لگیاں دی بچ رکھن دا بھادیں سی عہد حیاتی دا
 یار حیاتی دی تے رکھتے ایڈی ہنڈ دی ہاتے ہاتے
 موہرا لگدا مینوں دانہ پانی ایس حیاتی دا
 کیوں جے ایہنے تیرے نال نہ کیہتی چنگی ہاتے ہاتے
 روپ دیاں لغراں توں کر دے پھل کیہڑی رت کھا گئی ہے
 ہن ڈھیری تے بیگانے پھلاں دی ڈھیری ہاتے ہاتے
 بدنامی توں چھپیٹے کے لکھیا مٹی دے گھنڈ پچھے توں
 اِنج کسے نیسے عشق ہو راں دی گل کچا پائی ہاتے ہاتے
 لگیاں دی بچ مٹی دے وِچ رُل کے مٹی ہو گئی اے
 ریت پریتاں دی ہن سائے جگ توں اڈی ہاتے ہاتے
 تیخ دھنی دا ہتھ ای کتوں گیا گواچا ہو یا جے
 دل تے اک دی کم دا پھٹ نہ لگا حالی ہاتے ہاتے
 ادہ کٹے تے کیوں کٹے برساتاں وِچ بھیری رات
 جہیڑی اکھ رہندی اے راتیں تائے گن دی ہاتے ہاتے
 کن وِچھڑے سکھ سنہیوں تے اکھ دا بچی روپ ہر دلوں اے
 کلے دل دی کیہڑی کیہڑی آس گواچی ہاتے ہاتے :
 غالب عشق اے دی نیسے سی رنگارنگ شدائیاں نے
 ہوئے ہوئے دی بھلکھ ادنوں دل نوں لگی رہ گئی ہاتے ہاتے



سُگشتگی میں عالم ہستی سے پاس ہے
تسکیں کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبر
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

کیجے بیاں سُزورِ تپِ غم کہاں تلک
ہر ٹومرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے

ہے وہ غرورِ حسن سے بیگانہ وفا
ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس ہے

پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی اس ہے

ہر ایک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے



عشق پوراڑے، جگ جیاتی دلوں دی ما یوسی اے
دیو مبارک سکھاں تائیں، آس مرن دی لگ پی اے

اوہ میرے سیلانی دل دی سار کدی وی لیندائیں
حالی تیکر بھل اے اوہنوں، میرا دل میرا ای اے

کیتھوں تیکر گل اڑے ایے تاپ نماں دے نشیاں دی
اک اک وال بدن تے جویں جہجہ شکرانے کر دی اے

رُوپ گمانوں اوہ بچپالی والی قدر پچھانے نہ
بھاویں اوہے کول کسے دا دل انصاف احامی اے

چن دی رات شراب ملے جتی کو تینوں، پیتی جا
بنم روگ طبیعت نوں بس گرمی سدھی پیندی اے

اسد اللہ، ہر سوتوں تائیں ہندے بھاگ نیں واسی دے
دیکھو مجنوں مر یا جے تے جنگل گور ادا سی اے



گر خاموشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
 خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے
 کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ
 دل، فرد جمع دخریچ زباں ہائے لال ہے
 کس پردے میں ہے آئینہ پرداز اے خدا
 رحمت! کہ عذر خواہ، لب بے سوال ہے
 ہے ہے! خدا نخواستہ وہ اور دشمنی
 اے شوق، منفعل! یہ تجھے کیا خیال ہے
 مشکیں لباس کعبہ، علی کے قدم سے جان
 نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے
 وحشت پہ میری عرصہ آفاق تنگ ہے
 دریا، زمین کو عرقِ انفعال ہے!
 ہستی کے مت فریب میں آجاؤ اسد
 عالم تمام حلقہٴ دامِ خیال ہے



تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو
 حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے
 دلا! یہ دردِ عالم بھی تو مفتنم ہے کہ آخر
 نہ گریہ سحری ہے نہ آدہ نیم شبی ہے



جے کر چپ دارینج لکانا گلاں جے
 شکرے میریاں گلاں، سمجھوں اچیاں جے
 دل پھولن دی سدھر کتھے جا جھرتے
 دل دے کھاتے نریاں گنگیاں جیجاں جے
 ہولا کیرے گھنڈ وچ شیشے دہندے او
 بخشو چا، معذور لبیاں تے مہراں جے
 رب ہنیر کرے نہ، اوہ، تے ویر کرے
 ہارے شوق نوں پچھو ایہہ کہیہ سچھیاں جے
 کعبے مہک علی دے پیراں دا صدقہ
 ناف ہرن دی نیتیں ایہہ ناف زیناں جے
 جھل ہوا دے گھوڑے جگ دی جوہ سوڑی
 ست سمندر، شرم تریلی دھرتاں جے
 اسد اللہ جی! ہونڈ ولادیں آؤنا نہ
 سارا جگ پسارا، دہم گلاواں جے



کہیہ مینوں تار نیں تیرے تے، اس گل دے پھولن پھولیں نہ
 بچ میرے دل دے سیکے توں ہن رہن دے دتیاں اگاں نوں
 دکھ درد غنیمت جان دلا، اوہ ویلا دی آجانا اے
 مک جانے رونے فجراں دے، نیتیں لہجئے ہوکے آماں نوں



ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا وہ بھی مٹ گیا
 ظاہر کا غڈ ترے خط کا غلط بردار ہے
 جی جلے ذوقِ فنا کی نا تمامی پر نہ کیوں؟
 ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند آتشا ہے
 آگ سے پانی میں بجھتے وقت، اُٹھتی ہے صدا
 ہر کوئی در ماندگی میں نالہ سے ناچار ہے
 ہے وہی بد مستی ہر ذرہ کا خود عند خواہ
 جس کے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے
 مجھ سے مت کہہ "تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی"

زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے
 آنکھ کی تصویرِ سرِ نامہ پہ کھینچی ہے کہ تا
 تجھ پہ کھل جاتے کہ اس کو حسرتِ دیدار ہے



پینس میں گزرتے ہیں جو کوچہ سے وہ میرے
 کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے



اکتھیاں سی لکھیا لفظ وفا دا اوہوی اڈیا
 صاف ورق چھٹی دا لکدا، کھٹی بہن نئیں دیندا
 کیوں نہ سینے بھانبر مچے آدھکڑ چرس فناتے
 سڑتیے نہ، بھادیں ساہواں دا المبو آگ وسیندا
 پانی اندر مجھدی آگ پتی ساڑ دے دا کڈھدی
 بھجیاں رنجھیاں ہر کوئی کوکھاں چیکاں رہے مریندا
 اوہو ذرے ذرے دی مستی دا بھگتن ہارا
 فرشوں عرشاں توڑی جس دا روپ نشے ورتیندا
 یاد کرانہ مینوں "سانوں آہندا میں چند اپنی"
 اپنی چند وٹوں دی ہن تے دل پیا جان بچیندا
 سرنا نویں دے تھلے کھلی اکھ دی شکل اُسیکی
 تاں جے تینوں دے تے ایہوی درشن بھکھ رکھیندا



ڈولی بیہرہ کے اوہ جد میری گلینوں لنگھدے نیں
 موڈھا وی نئیں پر تن دیندے چار کماراں نوں



مری ہستی فضائے حیرت آبادِ تمنا ہے
جسے کہتے ہیں نالہ، وہ اسی عالم کا عنقا ہے

حزراں کیا، فصلِ گل کہتے ہیں کس کو کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں، قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے

وفائے دلبراں ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم
اثر فریادِ دل ہاتے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

نہ لائے شوخی اندیشہ، تابِ رنجِ نو میدی
کفِ افسوس ملنا، عہدِ تجدیدِ تمنا ہے



میری جان گراں حیرانی دا، چتھے آساں ڈیرا سٹیا اے
 جنھوں آکھن پنچھی ہو کے دا اوہ ایسے شہر نہ لہجدا اے

کیہہ پت جہڑتے کیہہ چیت سے بھاویں کیڑی رت آجاتے
 اوہو دم ساڈا، اوہو بچا ہی اے، اوہو پٹنا کھبر اٹاں دا اے

جے کرن دنا دلبر کدھرے ایہہ گل تقدیری اے، نیتیں تے
 لاچار دلاں دیاں فریاداں کدے چیر کسے من پایا اے

اوس اٹھری یاد توں آکھ دیو نہ جھلتے درد نرا ساں دے
 ایہہ تلیاں بلیاں ہر کدے دیاں، آساں دا دھاگا وٹیا لے



رحم کر ظالم کہ کیا بُودِ چراغِ کُشتہ ہے
 نبضِ بیمارِ وفا، دُودِ چراغِ کُشتہ ہے
 دل لگی کی آرزو بے چین رکتی ہے ہمیں
 ورنہ یاں بے رونقی، سُودِ چراغِ کُشتہ ہے



چشمِ خوباں، خامشی میں بھی نوا پر داز ہے
 سُرْمہ تو کھوے کہ دُودِ شعلہ آواز ہے
 پیکرِ عشاق، سازِ طابعِ ناساز ہے
 نالہ گویا گردشِ ستیاریہ کی آواز ہے
 دستِ گاہِ دیدہ خونبارِ مجنوں دیکھنا
 یک بیاباںِ جلوہ گل، فرشِ پانداز ہے



ترس کریں بے ترسا کہہ اے ہستی مجھے دیوے دی
 نبض و فادے روگی دی، جیوں دھونی مجھے دیوے دی
 دل توں آہرے لان دی اچھیا سانوں تاندی ہندی اے
 جے نہ آہرے لگے بچت ہندی مجھے دیوے دی



دلبر دی اکھ چپ چپتی دی پی گلیں مچدی اے
 کجلا دتے جیویں بول بلارے مچ دی دھونی اے
 عشق دی جوگ کما تے جیہڑا، بختوں راگ براگی اے
 ڈیکاں، اکھو گردش تھتے تارا دوسے دہائی اے
 مجنوں دی رت روندی اکھ دا اید کمال دی اکھیں ویکھ
 رٹے بریتے جیدھر ویکھو پھلاں چادر وچھی اے



عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی
 میری وحشت، تری شہرت ہی سہی
 قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
 میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی
 اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی
 ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
 غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی
 اپنی ہستی ہی سے ہو، جو کچھ ہو
 آگہی گر نہیں بغفلت ہی سہی
 عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
 دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی
 ہم کوئی ترک و فاکرتے ہیں !
 نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی
 کچھ تو دے اے فلکِ نا انصاف
 آہ و فخر یاد کی رخصت ہی سہی
 ہم بھی تسلیم کی خود ایں گے
 بے نیازی تری عادت ہی سہی
 یار سے چھیڑ چلی جائے آسہ
 گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی



مینوں عشق نہ ہو یا، جھٹل کھلاراستی
 میسہ ا جھٹل کھلاراستی تیری چرچاستی
 ساڈے نالوں لگت لگاتے تروریں نہ
 کچھ وی نہیں تے بھلیا اٹ کھڑکاستی
 میرے ہوتیاں تیری کیسہ بدنامی اے
 محفل دے وچ نتیں تے بھاویں کلاستی
 اسی وی کوئی جان اپنی دے ویری نہیں
 ویری کیڈا تیرے اُتے مریاستی
 اپنی ہستی پاروں ہر دے جو ہر دے
 جے نہ لیتھے، اپنا آپ گواچاستی
 بھاویں بجلی گھوڑے چڑھی جیاتی اے
 دل نوں نت ڈوہن دا اکتو ہجکاستی
 اسی بھلا کوئی لگیاں چھڈن والے آں
 نہ سہی عشق سلجیا، کچھ خسرا باہستی
 اسمانا بے عدلا! کجھ توں وی دیندوں
 ہونکے، ہارے فسدا داں دا ویلاستی
 اسی کدی وی اگوں بسر نہ چکاں گے
 بے پرواہیاں تیسدا لکھ دسیباہستی
 سبناں نال اسد اللہ اٹ کھڑکارہے
 جے نتیں میل ملاپ اوہناں دی اچھیاہستی



ہے آرمیدگی میں نکو ہش بجائے مجھے
 صبح وطن ہے خندہ دندان نما مجھے
 ڈھونڈے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی
 جس کی صدا ہو جلوہ برق فنا مجھے
 مسانہ طے کروں ہوں رہِ وادی خیال
 تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے
 کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں
 آنے لگی ہے نگہت گل سے حیا مجھے
 کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
 شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے



زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
 ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے



لئی تان لئی تے سٹیاں دارہ پھٹکاں مینوں
 دھمکی دلیس میرے دی ہنس ہنس کدھدی دُنڈیاں مینوں
 اگ آلاپ سربلا راگی انجدا لُجدا پھرناں
 جیہدیاں تاناں مارن پتیاں طوروں لٹکاں مینوں
 مستی دے ہنکلاٹے سوچاں گھاٹی ٹردا جاناں
 تاں جے پرت کھلواں تے نہ لُجھن راہواں مینوں
 باغ اندرتوں انج گھنڈ لاه کے ننگ پننگا دستیں
 پھل دی خوشبو دتوں وی ہن آتیاں شرماں مینوں
 کیتھوں میسرہ حال دے دا ایتھوں تیکر کھلدا
 جیہڑے آپ نکھیڑے بھنڈیا اوہناں شرماں مینوں



غالب جے کر ایسے واہے لنگھ جیاتی جانی
 یاد آیتے کیہہ آکھاں گے ساڈا دی رب ہے سی



اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کتے
 بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کتے
 دل ہی تو ہے سیاستِ درباں سے ڈر گیا
 میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کتے
 رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے
 مدت ہوتی ہے دعوتِ آب و ہوا کتے
 بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمرِ خضر
 حضرت بھی کل کہیں گے کہہ سم کیا کیا کتے
 مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں گے اے لتیم
 تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کتے
 کس روز تمہیں نہ تراشا کتے عدو
 کس دن ہمارے سر پہ نہ آ رہے چلا کتے
 صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو یہ خو کہیں
 دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کتے
 ضد کی ہے اور بات مگر خو بُری نہیں
 بھولے سے اس نے سیکڑوں وعدے وفا کتے
 غالب تمہی کہو کہ ملے گا جواب کیا
 مانا کہ تم کہا کتے اور وہ سنا کتے



اودھی محفل اندر میتھوں گھنڈ نئیں جاندے رکیتے
 ٹکیا ساں میں بھادیں لوکاں سینتر چارے رکیتے
 ہیسیتی کچھوں دل نا، راکھے دی پھٹکاروں جھنویاں
 میں جاندا ساں؛ بوہویوں، باہج صداؤں ڈرے رکیتے
 گر دی کراں کلا لاں اگے رکتے مصلا لوتی
 چرتوں چیت پڑے تے پانی میں نئیں کٹھے رکیتے
 دا بجی جاندی اے بھادیں تے خضر حیاتی ہودے
 آپ ہوری دی کل آکھن گے کیہہ کیہہ کرنے رکیتے
 مٹی نوں توفیق جے ہودے، ایہنوں کچھاں موہے
 توں اٹھل خزانے موتی ہیسے رکیتے رکیتے
 کیہڑے دن نہ ویری ساڈے بہرتے پو لے بالے
 کیہڑے دن نہ بہرتے آرے لٹھے ساڈے رکیتے
 غیراں دی بہنی دی کدھرے نار نہ ورتی ہوسو
 آپے آج چماندا مکھڑا، آج نئیں تر لے رکیتے
 اڑی پھڑی دی دکھری گل اے، اُنج دہاروں چنگا
 بھل بھلیکھے اودھنے رکتے وعدے پورے رکیتے
 غالب، آپے دست خاں تینوں کیہہ پرتاوا لہجنا
 منیا توں دی آکھ لیا، کن اوس دی ایدے رکیتے



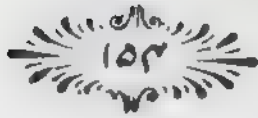
رفتارِ عمر قطع رہ اضطراب ہے
 اس سال کے حساب کو برقِ آفتاب ہے
 مینائے مئے ہے سرو، نشاطِ بہار سے
 بالِ تذر و جملوۃ موجِ شراب ہے
 زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا
 نے بھاگنے کی گون، نہ اقامت کی تاب ہے
 جادادِ بادہ نوشی رنداں ہے ششِ جہت
 غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے
 نظارہ کیا حریف ہو اس برقِ حُسن کا
 جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے
 میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
 مانا کہ تیرے رُخ سے نگہ کامیاب ہے
 گزرا اسد، مسرتِ پیغامِ یار سے
 قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے



روہڑ جیاتی دی اے جیویں روہڑ خیال چنباں
 جے سورج بجلی ہو دے تے آوے ورھا حساباں
 چیت سمے دے نشیوں جا پے سر و شراب صراحی
 کھمب چکوری دا بھسیہ مارے جیویں پھل شراباں
 پکے پیر ارادے، دے پیساں دی آڈمی پاٹی
 نہ دس نسن بھجن تے نہ ہین کھلونوں تاہاں
 سارا جگ میخواراں دی جاگیر، شراب بھنڈارا
 عقلوں اٹھے وکھین وی تے جگ تے بھیر شراباں
 اوہرے روپ دی بجلی دا لشکارا کینہ اکھ جھلے
 پھل بوٹے پھسواڑی جلوے اوہرے مکھ نقاباں
 میں بد بخت دے نوں اپنے کیویں چا ورجاواں
 نظراں تیرے مکھ تے بہیہ کے ہو رہی وکھین خواہاں
 اسد اللہ، مینوں دلبر دے سنے سرور نیتیں دتا
 قاصد وٹوں مار لیا اے مینوں لشک عذاباں



دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاتے ہے
 میں اسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جاتے ہے
 ہاتھ دھو دل سے، یہی گرمی گم اندیشے میں ہے
 آگینہ تندی صہب سے پگھلا جاتے ہے
 غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے
 گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جاتے ہے
 شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جاتیے
 دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاتے ہے
 دُور چشم بد! تری بزم طرب سے واہ وا
 نغمہ ہو جاتا ہے، واں گم نالہ میرا جاتے ہے
 گر چہ ہے طرب تغافل پردہ دارِ رازِ عشق
 پر ہم ایسے کھوتے جاتے ہیں کہ وہ پا جاتے ہے
 اس کی بزم آرائیاں سن کر دل رنجوریاں
 مثل نقش مدعاتے غیر، بیٹھا جاتے ہے
 ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا
 رنگ کھلتا جاتے ہے جتنا کہ اڑتا جاتے ہے
 نقش کو اس کے مصوّر پر بھی کیا کیا ناز ہیں
 کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھینچتا جاتے ہے
 سایہ میرا مجھ سے مثل دُود بھاگے ہے اسد
 پاس مجھ آتش بجاں کے، کس سے بیٹھا جاتے ہے



ویکھو کیسہ تقدیر نکھٹی اپنے تے رشک آجاندا
 میں اوہنوں دیکھاں مہن ایہہ تے میٹھوں نیتیں ڈٹھا جاندا
 دل و تون ہتھ دھولے جیکر ایہو سیک نیں فکر اں دے
 کوڑے پانی دا کلکا جھجھک شیشہ پگھرا جاندا
 غیبراں نوں اوہ ربا کیوں ہٹکائے گستاخی توں
 شرم حیا جے آوی جاسو، گل کرنوں شرم جاندا
 او دھر چال عشقے دی اے، ہر ویلے پے ہو کے بھرتے
 ایدھر حال دے دا ایہہ دے، ساہ لیندا، دل ڈٹھا جاندا
 مَرچاں کتوں نہ واراں تیسری نچدی گوئدی محفل توں
 جھٹھے گوئن کلی بن جائے، ہو کا جے میسر جاندا
 بھادیں وانگ گواچیاں بہیہ کے عشق دا بھیت دکاندے رہے
 ایڈے اسی گواچے آں، اوہنوں سب کجھ لہجدا جاندا
 اوہدی محفل دے سن رونق میسے دل دکھاں پھنڈیا
 غیبراں دی من مرضی والے نقش جیہیا بہیندا جاندا
 ہو کے عاشق یار پری مکھ سور ملوکا بن بیٹھا
 مچھر دا جاندا اے رنگ جیویں جیویں اڈیا جاندا
 مان بھرے دا نقش موصوڑ نال وی شوخی کردا اے
 کیویں کھتے، چنساں کھتے اوناں اوہ کچھدا جاندا
 اسد اللہ، پڑ چھاواں میسر میٹھوں بھتے دھوں وانگوں
 بلدی آگ دے کول کسے کولوں وی نیتیں بیٹھا جاندا



گرم فہر یاد رکھا، شکل نہالی نے مجھے

تب اماں ہجر میں دی، بردلیالی نے مجھے

نیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم

لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے

کثرتِ آرائی وحدت ہے پرستاری و ہم

کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

ہوسِ گل کا تصوّر میں بھی کھٹکا نہ رہا

عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے



ہمیٹھ، وچھائی مورت، چاہڑے تا فریاداں مینوں
انج وچھوڑے ورج بجایا، پوہ دیاں راتاں مینوں

نقد و نقد تے ہاڑی سونی دونویں منڈیاں بھنڈیاں
آپ خرید لیا اے میتھوں میریاں تمہاں مینوں

سورج چھڈ کے کرناں پھڑنا، وہماں مندر وڑنا
دین اسلاموں کڈھنا ایہناں وہی کرشناں مینوں

پھیل دیاں ریکھاں دا سوچاں اندرومی دھڑکو کتھا
انج دی عیش کرائی کھتے کھمب کھمب اٹاں مینوں



کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ سماں ہے
برقِ خرمینِ راحت، خونِ گرمِ دمہاں ہے

غنچہ تا شگفتن ہا، برگِ عافیت معلوم
با وجودِ دلجمعی، خوابِ گل پریشاں ہے

ہم سے رنجِ بیابانی کس طرح اٹھایا جائے
داغِ پشتِ دستِ عجز، شعلہِ خسِ بزنداں ہے



اُگ رہا ہے درو دیوار پہ سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آتی ہے



جگ دے میلے لالے دے پھل پتے سل سرمایہ جے
 سکھ چٹیاں کھلواڑے، بجلی، بلڈالہٹو ہالی دا جے
 کلیاں دی نیں کھڑ دیاں تیکر، سکھ دی پتی لہجھنی نئیں
 بھاویں اندروں کٹھا اے پر پھل دا خواب کھلار جے
 بے چینی دے دکھاں دی پنڈ ساکتوں یار چکیوے نہ
 داغ دی کنڈ لوائی بیٹھا، لمباں دے منہ تیل جے



کنڈھاں بوٹو یاں اتے غالب گھاہ بوٹے پے لہکن
 آپ اسی پے ریتڑ رلدے، ساڈے گھر میں بہاراں



سادگی پر اس کی مر جانے کی حسرت دل میں ہے
 بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے
 دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
 میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے
 گرچہ ہے کس کس بُرائی سے دلے با ایں ہمہ
 ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے
 بس ہجوم ناامیدی! خاک میں بل جاتے گی
 یہ جو اک لذت ہماری سعی لا حاصل میں ہے
 رنج رہ کیوں کھینچتے، واما ندگی کو عشق ہے
 اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم، منزل میں ہے
 جلوہ زارِ آتشِ دوزخ، ہمارا دل سہی
 فتنہ شورِ قیامت کس کے آبِ دگل میں ہے
 ہے دلِ شوریدہ غالب، طلمس پیچ و تاب
 رحم کہ اپنی تمتا پر کہ کس مشکل میں ہے



اوہدے بھول پنے تے مرّیے، دل دی ڈاڈھی مرضی اے
 پیش نہ جاتے فیہ آج خوئی دے ہتھ آگئی برّھی اے
 ویکھو رس گفتاراں دا جیہڑی وی گل اوہنے کیتی
 مینوں اینویں لگے، آکھاں ایہوی میرے دل دی اے
 بھاویں کیہہ کیہہ بھئیڑ نہ لگن متھے میرے، تاں وی تے
 میری گل اے میتھوں چنگی اوس پرھے وچ ہندی اے
 مایوسی توں چند چھڈاؤ، نسیں تے مٹّے رُل جانی
 اوہ جیہڑی اک اچھل جیسی نس بھج وچ لذت ہندی اے
 رہ دی مٹی پھکے کاہنوں، ہنجن دے سر شاہانے
 جیہڑا پیہ نہ چکیا جاندا اوہ منزل دا راہی اے
 دوزخ دی آگ دا کھلواڑہ ہے دے ساڈا دل بھاویں
 حشر دیاں گٹھ گٹھ بلاواں، گوئی کس دی مٹی اے
 غالب دا دل وہماں پھنڈیا، منتر وہم ورو لے دا
 آس اپنی تے رحم کمائیں، پھنس گئی ڈاڈھی اوکھی اے



دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
 دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی
 شق ہو گیا ہے سینہ خوشالذتِ فراق
 تکلیف پر وہ داری زخیم جگر گئی
 وہ بادہ شبانہ کی سرمستیاں کساں؛
 اٹھتے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی
 اڑتی پھرے ہے خاک مری، کوتے یا میں
 بارے اب اے ہوا، ہو سں بال و پر گئی
 دیکھو تو دل فریبی اندازِ نقشِ پا
 موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی
 ہر لوبالہوس نے حسنِ پرستی شعار کی
 اب آبرو سے شیوہ اہل نظر گئی
 نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
 مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی
 سردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا
 کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی
 مارا زمانے نے اسد اللہ خاں تمہیں
 وہ ولولے کساں؛ وہ جوانی کدھر گئی؟



دل توں ہندی نین کٹاری وِچ کلیجے لیہہ گئی
 دوہاں گھراں نوں اک دکھالی رضی کر کے بہیہ گئی
 دھن سواد وچھوڑے والے، سینے پاڑ کرارے
 پھٹ جگر دے سانبھن دی وی کھیچل مگروں لیہہ گئی
 گبھرو راتاں مست شہ باباں، لور خماری کتھے
 جاگو، فجرے خواب نشے دی پینگھ ہلارا لیہہ گئی
 ہن تے میری دھوڑ وی اڈدی پھر دی یار دوارے
 بھلا کرے رب پڑیاں دا، کبیہہ تھوڑ پڑیاں دی رہ گئی
 ویکھ زرا اود پیر کھرا رہیاں نوں سینترارے
 ٹور پیارے دی چھل کیڈی دے کلیاں وی شہہ گئی
 نظر اں پاٹے ہوچھے وی ہن حسن دی مالا جپدے
 اکھ سجا کھی رکھن والے لوکاں دی پگ ڈھیہہ گئی
 دیکھنیاں دی جا کے اوتھے سگوں فنا تاں لاتیاں
 ہر کوئی دید نشے دی پھنڈی تیرے مکھ تے چھبیہ گئی
 آوندے جانڈے دن دی سانوں رہ گئی سار نہ اصلوں
 کل جبدوں توں ٹریوں اڑیا کیڈی آخر ڈھیہہ گئی
 ویلے تینوں مار لیا اسد اللہ خان جوانا !
 کتھے جوش جوانی، کتھے آپ جوانی رہ گئی



تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظرِ بے
 حورانِ حُسد میں تری صورتِ مگر بے
 اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفنِ بعدِ قتل
 میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر بے
 ساتی گری کی شرم کر و آج ورنہ ہم
 ہر شب پیاسی کرتے ہیں مے جس قدر بے
 تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم
 میرا سلام کہیو اگر نامہ بر بے
 تجھ کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا
 فرصت کشاکشِ غمِ نہاں سے گر بے
 لازم نہیں کہ حضر کی ہم پیروی کریں
 مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر بے
 اے ساکنانِ کوچہٴ دلدار دیکھنا
 تم کو کہیں جو غالبِ آشفته سر بے



سُکھاں دا کیہہ رونا جے کر سکتہ نظر دا لہجے
 حوراں وچ دی شکلوں خبرے تیرے درگا لہجے
 مار کے مینوں کدھرے اپنی گلے دَب نہ چھڈیں
 ایس نشانوں عاٹاں خاصاں گھر کیوں تیرا لہجے
 ساقی رکھ اَج رُج ورتوں دی نتیں تے اپنے گھروی
 بہت راتیں پینے آں بھادیں اُدھا پڑا لہجے
 تینوں گاہل اُلاہما کاہدا، اینا کر دے سنگیا
 میرا زرا سلام تے آکھیں جے ہر کارا لہجے
 تینوں کر کے آپ دکھائیے کیہہ مجنوں نے کیتا
 داندک جے دُکھاں دی کھچ کھچا توں بھلیا لہجے
 ایہہ کوئی وچ حدیث نتیں آیا خضر دے پچھے ٹرتے
 اک وڈیرے پنڈے ساہتی سانوں منیا لہجے
 دِلسر یار گلی و سنیو اوہنوں وی ورجانا
 پھر دا کتے کسے نوں جے غالب بہر پھریا لہجے



کوئی دن گر زندگانی اور ہے
 ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور ہے
 آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں
 سوزِ غم ہاتے نہانی اور ہے
 بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں
 پر کچھ اب کے سرگرائی اور ہے
 دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بُر
 کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
 قاطعِ اعمار ہیں اکثر نجوم
 وہ بلا تے آسمانی اور ہے
 ہو چسکیں غالبِ بلائیں سب تمام
 ایک مرگِ ناگہانی اور ہے



چار دھاڑے جے کر اُجے جیاتی ہور اے
میں وی اپنے دل اندر مہن دھاری ہور اے

دوزخ دے انگیارے ایڈے ساڑو کتھوں
گجھیاں پیراں سینے دھونی دھندی ہور اے

اودھے نت دے روسے دیہندے آونے آں
اتواری کوئی اوہنے بوٹی ننگھی ہور اے

چھٹی دے کے ہرکارا منہ پٹ پٹ ویکھے
اودھردی کوئی ایہنے گل سنانی ہور اے

کنتے تارے عمراں نوں پے موچھے پاندے
اوہ پر آسماناں توں لٹھی آری ہور اے

غالبت سرتوں سارے جھکھڑ جھل گئے نہیں
اک اناٹی موت ہنیری رہندی ہور اے



کوئی اُمید بر نہیں آتی
 کوئی صورت نظر نہیں آتی
 موت کا ایک دن مُعین ہے
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
 آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
 اب کسی بات پر نہیں آتی
 جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
 پر طبیعت ادھر نہیں آتی
 ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
 ورنہ کیا بات کر نہیں آتی
 کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں
 میری آواز گر نہیں آتی
 داغِ دل گر نظر نہیں آتا
 بُو بھی اے چارہ گر نہیں آتی
 ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
 کچھ ہماری خبر نہیں آتی
 مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
 موت آتی ہے پر نہیں آتی
 کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
 شرم تم کو مگر نہیں آتی!



کندھے ول آساں دی بیڑی آوندی نہیں
 اصلوں کوئی شکل دی نظری آوندی نہیں
 پکی گل اے مرنا اک دن مستحیا اے
 نیندر کا ہنوں راتیں جھبلی آوندی نہیں
 آگے دل دے حالوں ہا ستر آوندی سی
 ہون کسے دی گلوں بھیسڈی آوندی نہیں
 منیا مٹھے ٹکیاں اجہ ودھیرے نہیں
 ایسے پاسے طبع کپیتی آوندی نہیں
 انجے دی کوئی گل اے جہیڑی کردا نہیں
 نہیں تے کیہڑی گل اے جہیڑی آوندی نہیں
 کیوں نہ چیکاں ماراں، چیتا آونداسو
 واج کتے جے اوہنوں میری آوندی نہیں
 جے کر سئل دلے دا نظری آوے نہ
 یار طبیبیا تینوں مُشک دی آوندی نہیں
 آپڑے پے آں او تھے جتھوں سانوں وی
 کوئی ساڈی چنگی مندی آوندی نہیں
 اک مرن دی اچھیا پچھے مرنے آں
 موت آوندی اے، آوندی آوندی آوندی نہیں
 غالب کیہڑے منہ کعبے ول ٹریا ایں
 تینوں خبرے لُج زرا وی آوندی نہیں



دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے آخر اس درد کی دوا کیا ہے
 ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار یا الہی یہ ماجرا کیا ہے
 میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
 جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
 یہ پر پی چہرہ لوگ کیسے ہیں غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
 شکن زلفِ عنبریں کیوں ہے نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے
 بسزہ و گل کہاں سے آتے ہیں ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
 ہم کو ان سے وفا کی ہے تمہید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
 ہاں بھلا کر، ترا بھلا ہو گا اور درویش کی صدا کیا ہے
 جان تم پر نثار کرتا ہوں میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب

مفت ہاتھ آتے تو برا کیا ہے



دِلا جھلتیا توں دس تینوں ہو یا کیہ اے
 ساٹوں اور بھیکھ رہندی تے اوہ ساٹھوں رچیا
 میرے رب اک مینوں وی زبان دتی اے
 جدوں تیرے پناں رہا ڈھول تیں وجد
 لوک پریاں دے مکھڑیاں والے کتھوں نیں
 کاہنوں مہکدیاں نہ لفاں توں وٹ چڑھے نیں
 کتھوں آتے پھیل بوٹے کتھوں ہر بالیاں
 اسی پکی پیریں اوہنوں پکا متی بیٹھے آں
 کریں جھلا ہو دی جھلا، ہو دی جھلا کریں جھلا
 چند جان تیرے اتوں میں تے ارچھ پناں
 تیرے دکھ دا علاج ایتھے بنیا کیہ اے
 رہا سم نہ آوے ایہہ پوڑا کیہ اے
 کدی مینوں دی چاچھ، دل تیرا کیہ اے
 فیروطیاں نقاریاں دا رولا کیہ اے
 ناز، نخرے، اداواں تے جھکاوا کیہ اے
 سر میلیاں لگا ہواں دا دوگاڑا کیہ اے
 ایہہ گھٹاواں ایہہ ہواواں تھپوں پرا کیہ اے
 جیہڑا جان دانتیں پک تے پکوا کیہ اے
 ایدوں ودھ کے فقیر دا آواز کیہ اے
 نت منگیاں دُعاواں دا بھروسا کیہ اے

بھاویں غالباً توں کوڈیوں وی کھوٹا ہو دیں گا
 اینویں لہجہ جائیں ساٹوں ساڈا جاندا کیہ اے



کہتے تو ہو تم سب کہ بُتِ غالبہ ہو آتے
 اک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آتے
 ہو کشمکشِ نزع میں ہاں جذبِ محبت
 کچھ کہہ نہ سکوں، پر وہ مرے پُوچھنے کو آتے
 ہے صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم
 آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں گو آتے
 ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیسین
 ہاں منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آتے
 جلا د سے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھگڑتے
 ہم سمجھے ہوتے ہیں اُسے جس بھیس میں جو آتے
 ہاں اہلِ طلب، کون سے طعنہ نایافت
 دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آتے
 اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں
 اس در پہ نہیں بار تو کعبہ ہی کو ہو آتے
 کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں تقدیر
 اچھے رہے آپ اس سے مگر مجھ کو ڈبو آتے
 اُس انجمنِ ناز کی کیا بات ہے غالب
 ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو آتے



آکھن نوں تے آکھو، مُشکی زلفاں والا آوے
 کدی کوئی پامنے وِچ انگلاں آکھے، ادہ پیا آوے
 چند کھُستن دے ویلے خبرے پیار کوئی کھچ ماری
 میسری جیہ نہ ہلے پر ادہ پچھن ٹریا آوے
 بجلی دا لشکارا، لمبے یا پائے دیاں ڈلھکاں
 اُکا آون سمجھ نہ آوے، جے کر انجدا آوے
 دِسدا اے گھا بر کے قبروں بھجن کدوں فرشتے
 مُونوں راتیں پتی دا جے کر نہ بلا آوے
 سرکپ دی پروانسیں، ملاں نال نہ اٹ کھڑکا
 سانوں بھُل نئیں جہیڑے وی ادہ بانے پایا آوے
 کون کسے کھوجی دا، مہنا بھلتے، ادہ نہ اُجھتے
 دیکھ لیا جے لہجدا نئیں تے آپ گواچا آوے
 ساڈا نئیں ایہہ چالا بندہ بھالے سکھ چبارا
 جے ادہ بوہا بنداسے، کعبے دوتوں ہندا آوے
 رون دیاں تاثیراں دَن گئے سن دم دے ساتھی
 آپ ترے نے ادہ دے ول پر مینوں ڈوبا آوے
 ادہ ہی مان بھری محفل دی غالب کہیہ گل کرئیے
 ادھے تیرے بختاں نوں روکے وی گھاٹا آوے



پھر کچھ اک دل کو بقیرا دی ہے
 سینہ جو یاتے زخمِ کاری ہے
 پھر جگر کھونے لگا، ناخن
 آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے
 قبلہ مقصدِ نگاہِ نیاز
 پھر وہی پردہٴ عماری ہے
 چشم، دلالِ جنسِ رسوائی
 دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے
 وہی صدرِ رنگِ نالہ فرسائی
 وہی صد گونہ اشکباری ہے
 دل، ہوائے خرامِ ناز سے پھر
 محشرستانِ بے قراری ہے
 جلوہ، پھر عرضِ ناز کرتا ہے
 روزِ بازارِ جاں سپاری ہے
 پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
 پھر وہی زندگی ہماری ہے



فیر آج دل تے بن گئی اوکھی بھاری اے
 سینہ اوہ پھٹ لہجہ اجیہڑا کاری اے
 فیر آج نوٹہ، کلیجا کھرچن لگا جے
 پھل پھل آوے رت پھلاں پھلکاری اے
 مجنوں دی اکھ اگے کعبہ سدھراں دا
 فیر آج اوہو پردہ دار عماری اے
 اکھ دلالی ہوتی سو دے پھٹکاں دے
 دل بدنامی^۲ چسکے دا بیوپاری اے
 اوہو سو سو جھرنے ڈکیاں ڈکیاں دے
 اوہو سو سو منجواں دا چھڑ جاری اے
 فیر آج دل بسہ لوراں دے چار بھریا، دل
 جیویں حشر مدانے تڑفن کاری اے
 فیر آج روپ ڈھنڈورے دتے نازاں دے
 تتے تار عشاقاں نے چند واری اے
 فیر او سے بے نیجے تے پے مرنے آں
 اوہو فیر حیاتی کرماں ماری اے

پھر کھُلا ہے درِ عدالتِ ناز
 گرم بازارِ فوجداری ہے
 ہو رہا ہے جہان میں اندھیر
 زُلف کی پھر سرشتہ داری ہے
 پھر دیا پارہ جگرتے سوال
 ایک فریاد و آہ وزاری ہے
 پھر ہوتے ہیں گواہِ عشق، طلب
 اشکباری کا حکم جاری ہے
 دل و مڑگاں کا جو مقدمہ تھا
 آج پھر اس کی رُو بکاری ہے
 بے خودی بے سبب نہیں غالب
 کچھ تو ہے جس کی پرودہ داری ہے

فیر آج مان گمان کچھ سی کھٹی اے
 سو دے ہون ہراں دے گرم بزاری اے
 مچ ہنیر گئے نیں وچ خدائی دے
 فیر آج اوہدی زلفاں سر سرداری اے
 دل دی بوٹی بوٹی فیہ سوالی اے
 ہوکے، ہا ہواں، اکھ دی زار و زاری اے
 فیہ گواہیاں منگیاں گتیاں عشق دیاں
 ہنجواں توں دوسن داسمن جباری اے
 دل تے پلکاں وچ مقدمہ جیڑا سی
 فیہ آج اوہدی پیشی اکے واری اے
 تیری اکھ منگلاٹے غالب اینویں نیں
 کجھ تے ہے نا جتھے بکل ماری اے



جنوں، تہمت کش تسکیں نہ ہو، گر شادمانی کی
نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذت زندگانی کی

کشاکش ہاتے، مستی سے کرے کیا سعی آزادی
ہوئی زنجیر، موجِ آب کو، فرصتِ روانی کی

پس از مُردن بھی دیوانہ زیارت گاہِ طفلان ہے
شہرِ سنگ نے تربت پہ میری گلِ فشانہ کی



عشق نہ دے سکھ چھاواں تہمت، دو دن دی خوشنودی دی
دل دے پچھیں لوں کرارا، لذت ایس جیاتی دی

دُنیا دی کھج تانوں نکلن دے چارے کیہہ کر لیندے
سنگلی مارے، پانی دی چھتے جد روہڑروانی دی

مُرنوں پچھتوں وی ایہہ جھلا، بالان دی اکھ اندر سی
پتھراں دے چنگیارے رونق ڈھیری تے پھیل کرنی دی



نکو ہمیش ہے سزا فریاد می بیدارِ دلبر کی
مبادا خندہ دندان نما ہو صبحِ محشر کی

رگِ سیلی کو خاکِ دشتِ مجنوںِ رشکی بنشے
اگر بو دے بجائے دانہ، دہقان نوکِ نشتر کی

پر پر وانه شاید بادبانِ کشتی مے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دورِ ساغر کی

کروں بیدارِ ذوقِ پر فستائی عرض، کیا قدرت
کہ طاقت اڑ گئی اڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

کہاں تک روؤں اس کے خمیے کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یا رب کیا نہ تھی دیوارِ سچھر کی



اوہنوں بھٹکان جو فریاد کرے دلبر دیاں ظلماں دی
 ارج نہ ہووے مینوں دندیاں کڈھے فجر خیراں دی

مٹی قیس بریتے اندر لیلیٰ دی رگ جم پلوے
 بے فصلاں دی تھان تے ہالی گڈے نشتر فضاں دی

جبہرے پر پروانے دا چپو سی مئے دی کشتی دا
 محفل مچی تے پیالے نوں لگی روہڑ شہراں دی

اڈنی دے اڈنے چسکے دی گلّوں کیہہ پر ماراں میں
 سکت، اڈاری اڈنوں اگے اڈی میرے کھباں دی

کیتھوں تیکر اوہدی پٹری پچھے ڈسکاں، قہر پیا
 میرے لیکھے رتیا نیتیں سی کندھ سلاں تے پھراں دی



بے اعتدالیوں میں شبک سب سے ہم ہوتے
 جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوتے
 پنہاں تھا دام، سخت قریب آشیان کے
 اڑنے نہ پاتے تھے کہ گرفتار ہم ہوتے
 ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے
 یاں تک مٹے کہ آپ ہی اپنی قسم ہوتے
 سختی کشانِ عشق کی پوچھے ہے کیا خبر
 وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوتے
 تیری وفا سے کیا ہوتلانی کہ دہر میں
 تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوتے
 لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں
 ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوتے
 اللہ سے تیری تسدیٰ خو، جس کے بیم سے
 اجزائے نالہ دل میں مرے رزق ہم ہوتے
 اہل ہوس کی فتح سے ترکِ نبردِ عشق
 جو پاؤں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوتے
 نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے
 جو داں نہ کھینچ سکے سو وہ یاں آ کے دم ہوتے
 چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی میں دل لگی
 سائل ہوتے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوتے



لہتیاں چڑھیاں بھل کے سارے جگ توں ہولے ہو گئے
 جتنے ددھ ددھ گئے آن اودوں ددھ کے گھاٹے ہو گئے
 جال نہ دسیا، سیسی ڈاڈا آہنیاں دے نیسٹے
 حالی کھمب کھلا رے نتیں سن او تھے ای کھٹے ہو گئے
 ساڈی ہون، فنا ساڈی دی آپ گواہی دیندی
 مٹدے مٹدے آنخروں سونہ اپنی آپے ہو گئے
 جنٹھاں پنڈ پریم دی چاتی، ہن کیسہ سار پچھانیں
 اوہ بوکی تے مہندے مہندے دکھ سہا پے ہو گئے
 تیرا پیار اتھر دیکھ لپو کجے ساڈے جگ دے اندر
 تیتھوں اُتے دی ساڈے تے ظلم ودھیرے ہو گئے
 لکھدے رہے آن عشق ہوراں دی رتورت کہانی
 بھادیں ایس دہارے ساڈے ہتھ قلم تے ہو گئے
 کیڈی تیسری شوکرتا کر جس دے ڈہل تراہوں
 ڈیکاں دے ہٹکورے دل وچ غم دے مھلکے ہو گئے
 عشق مدانوں کنڈ دکھا کے تسنا جت ہو چھے دی
 جیہڑے پیہر چکیتے اوہو جھنڈے اُچے ہو گئے
 ملک عدم وچ مٹھ کو ہو کے، پے سن ساڈے پتے
 جو نہ بھرنے او تھے، ایتھے ساہواں جو گے ہو گئے
 مانگت بنیاں دی اسد اللہ دل دینا نتیں پھڈیا
 منگن گئے تے عاشق وی دل دے سخیاں دے ہو گئے



جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بہ کمینِ بے زبانی

مجھے اس سے کیا توقع بزمانہ جوانی
کبھی کوڈکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی

یونہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب درد نہ کہتا
کہ مرے عذو کو یا رب ملے میری زندگانی



ہسرد لے دے داغ دی جے نہ لب کرے نگرانی
چپ دے اوہے لگی بیٹھی اوہے مکھ حیرانی

چڑھی جوانی اوہے توں میں اُکا آس نہ لانی
جنتھے نکلیاں ہندیاں وی نئیں میری سنی کہانی

دکھ کسے نوں دیتا چنگا ہندا تے میں آہندا
میرے ویری نوں دے ربا میری عمر ہندا نی



ظلمتِ کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے
 اک شمع ہے دلیلِ سحر، سو خموش ہے
 نے مژدہ وصال نے نظارۂ جمال
 مدت ہوتی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے
 نے کیا ہے حسنِ خود آرا کو بے نقاب
 اے شوقِ یاں اجازتِ تسلیم و ہوش ہے
 گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا
 کیا آوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے
 دیدارِ بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہِ مست
 بزمِ خیالِ مینکدۂ بے خردوش ہے
 اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل
 زہار اگر تمہیں ہو بس ناؤ نوش ہے
 دیکھو مجھے جو دیدۂ عبست نگاہ ہو
 میری سنو، جو گوشِ نصیحتِ نیش ہے



شوکے رات غماں دی میرے کُٹے اُت ہنیرا اے
 دس فجر دی دیوا ای جہ لائوں بھیا بھیا اے
 نہ سیکھ سنہیا میل ملاپوں، رُوپ نظائے بھدے تیں
 اکھاں، کتاں اک دوجے دا چھڈیا ساڑچروکا اے
 آپ شنگارے رُوپ شرابی ہویاں گھنڈ لاه سٹے نہیں
 ہن کیہہ شرمان عاشق جانے، تینوں کا ہدا جھا کا اے
 سبناں دے گل گانی اندر ڈھکے موتی دیکھی جاں
 جو تہری دا آج بخت اچیرا عرشیں چڑھیا تارا اے
 دید، شراباں۔ جگرا، ساقی۔ نظراں مستی بھجیاں نہیں
 محفل ڈھکیاں یاداں دی میخانہ گھٹ بھرتیا اے
 ہوکے دیواں سجرے سجرے سدھراں دیڑے ڈیاں نوں
 ایس نشے پانی دا ڈنگیا، کتھے پانی منگدا اے
 دیکھے منوں اوہ اکھ جیہڑی دیکھیاں موہرا پھکے نہ
 میرے ول کرو کن جیہڑا متاں زہر پیارا اے

ساقی بجلوہ، دشمنِ ایمان و آگہی
 مُطرب بہ نغمہ، رہزنِ تمکین و ہوش ہے
 یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط
 دامنِ باغبان و کفِ گلِ فروش ہے
 لطفِ حرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ
 یہ جنتِ نگاہ، وہ سرورِ گوش ہے
 یا صبحدم جو دیکھتے آکر تو بزم میں
 نے وہ سرور و سوز نے جوش و خروش ہے
 داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
 اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی نموش ہے
 آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
 غالب صریحاً نہ نواتے سرورِ ش ہے

ساتی رُوپ سَرُوپوں یریری دین دُنی تے سو جھاندا
 راگی راگ الاپ سنگھاروں، آنکھاں سرت لیراے
 ہکے تے رات سمے دہیندے ساں جہناں دہیرے خوشیاں دے
 تھاں تھاں پھلاں جھجج پراتاں دڈے رگ پھلیراے
 ساتی ٹوراں، پلایاں موراں، مشری تان سرنگیاں دی
 ایہنوں نیناں سرگ تے اوہنوں کتاں سرگ کچھاماے
 ہکے سویرے فجریں دیکھو محفل مار بھوالی جے
 نہ اوہ سیک نشے دا جا پے نہ اوہ مچ بلاراے
 راتاں سنگ دچھٹا سینے سر ڈاسل جہائی دا
 اک نشانی دیوالی دی دیوا اوہومی بچھیااے
 کولوں تے تیس کر داگلاں غیبوں دل دچ پیاں نہیں
 چیکاں نوک قلم تھیں غالب سن جبریل ککاراے



نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
 امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
 خسارِ خارِ المِ حَسرتِ دیدار تو ہے
 شوقِ گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی
 مے پرستاں! خُمِ مے مُنہ سے لگاتے ہی بنے
 ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی
 نفسِ قیس کہ ہے چشمِ وچہ راغِ صحرا
 گر نہیں شمعِ سیہ خانہ لیلیٰ نہ سہی
 ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
 نوحہ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی
 نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
 گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی
 عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو
 نہ ہوئی غالب! اگر عسرِ طبعی نہ سہی



میرے مریاں جے نئیں تینوں ٹھنڈ کلجے، نہ سہتی
 جتھے ہور آزمیساں پچھے ایہوی اوتھے نہ سہتی
 اوہنوں دیکھن لئی سہکن دی سینے سول تے ہے سو
 عیش اُنڈ بلیجے دے پھل شوق ترورے نہ سہتی
 میخوادو! آج گھڑیاں نوں ای منہ لایاں گل بنسی
 کدی کدائیں محفل اندر نئیں ساقی تے نہ سہتی
 چند مجنوں دی نجد بریتے اکھ دیواتے ہے تا
 یسلی دی پٹری دا چانن نئیں بنیا تے نہ سہتی
 بول بلارا ہووے تاں گھر دسا دسا لگدا
 دین، سیاپے، پٹنے سہتی بے گیت خوشی دے نہ سہتی
 نہ دڈیا تیاں دی بھکھ مینوں نہ لالچ ویلاں دے
 میرے شعراں وچوں مطلب جے نئیں لبج دے نہ سہتی
 دو گھڑیاں سوہنے سبناں دی بہنی، عیش غنیمت
 غالب جے نئیں پئی حیاتی لے پینڈے، نہ سہتی



میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہمی
 تم ہو بیدار میں خوش اس سے سوا اور سہمی
 غیر کی مرگ کا غم کس لئے اے غیرتِ ماہ
 ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہمی
 تم ہو بت پھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں ہے
 تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہمی
 کوئی دُنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ
 خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہمی
 مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
 زہد کچھ اور سہمی آبِ بقا اور سہمی
 تیرے کوچے کا ہے مائلِ دلِ مضطر میرا
 کعبہ اک اور سہمی قبلہ نما اور سہمی
 حُسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی
 آپ کا شیوہ انداز و ادا اور سہمی
 کیوں نہ فردوس کو دوزخ میں ملا لیں یارب
 میرے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہمی
 مجھ سے غالب یہ علانی نے غزل لکھوائی
 ایک بیدار گریج فضا اور سہمی



مینوں دُکھ دی جیکھ ہمیش ر ہندی رنج قہر و ساپیا ہور بھاویں
 تینوں اتیا چاریوں ٹھنڈ سینے، ایدوں دُونیاں کمری جاہور بھاویں
 اک غیر دے مرن داسوگ کاہنوں چن ٹوٹیا تینوں سے ٹوٹ کاہدی
 ہو چھچھ پھرن ہزار سنسار اندر، ہو یا اوہ نہ سہسی، ہو یا ہور بھاویں
 تسی بُت او تساں توں ہے کاہدا، ایس جگ تے مان خدا بنیاں
 تساں واسطے لقب خداوند اے بنے کوئی خداپیا ہور بھاویں
 اگو نام زبان توں لویں ملاں ہور جگ تے باغ کوئی نئیں جویں
 چتھوں کہتیں بہشت ہے باغ اوہوی پُربے پانیاں امیلہ ہور بھاویں
 مینوں انجری چیز دے کھان جوگی چتھوں کھانڈیاں گھٹ نہ لاں پانی
 زہر ہور کچھ اے موہرا ہور بھاویں، امرت پین پیالڑا ہور بھاویں
 تیری گلی دتے جاتے اڈ اڈ کے، دوستوں باہر ہو یا میتھوں قلب میرا
 کعبہ جا کے تلتے ہور بھاویں، قبیلہ اوس دکھالیا ہور بھاویں
 تسی رُوپ گمان تے مان اندر، کدی حور توں اگان نئیں جاسکدے
 ہور دے پیاجے تساں دا ٹور چالا ناز نخریوں دکھرا ہور بھاویں
 ربا کاہنوں نہ باغ بہشت والے وچ دوزخاں گھول ملا لیتے
 کھلے ڈکھ کے سیر سپاٹیاں نوں بنے موسمی سلسلہ ہور بھاویں!
 غالب غزل علاتی نے ایہہ میتھوں زور مار کے یار لکھوالی اے
 خاطر یار دی ہس کے لاں سینے، قہر وان اک لہجیا ہور بھاویں



آگہ مری جان کو قرار نہیں ہے
 طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے
 دیتے ہیں جنتِ حیاتِ دہر کے بدلے
 نشہ بہ اندازہِ خمسار نہیں ہے
 گر یہ نکالے ہے تری بزم سے مجھ کو
 ہاتے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے
 ہم سے عبت ہے گمانِ رنجشِ خاطر
 خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے
 دل سے اٹھا لطفِ جلوہ ہاتے معانی
 غیرِ گل، آئینہ بہار نہیں ہے
 قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے
 داتے اگر عہد استوار نہیں ہے
 تو نے قسم مے کشی کی کھاتی ہے غالب
 تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے



آجادی میری جان توں ہُن تے قرار نہیں
 جیرے دے دس تیسرا رہیا انتظار نہیں
 دکھاں بھری حیاتی دا اُل پاندے جنتاں
 اینا نشہ تے پلے وی بَنھدا خمار نہیں
 رونا جے تیسری محفلوں مینوں کٹھائے چا
 توں ڈک مینوں رون تے کجھ اختیار نہیں
 کیہہ وہم ای! ہن ساڈے دلاں وچ کدورتاں
 سُن باعاشقاں دی مٹی دے اندر غبار نہیں
 دل وچ حقیقتاں دے نظارے نیں دیکھ لے
 پھل شیشہ اے بہار دا نہیں تے بہار نہیں
 محبوب میرے قتل دا وعدہ تے کر لیا
 مرجاں گا جے ایہہ وعدہ کوئی پیڑے بھارتیں
 سوئہہ پین دی تے کھا ہدی آغالب، مدان وچ
 پر تیسری ایس سوئہہ دا کوئی اعتبار نہیں



ہجومِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے
 کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق مشکل ہے
 رفتے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی
 سمجھیومت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے
 وہ گل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب
 چٹکنا غنچہ گل کا، صدائے خندہ دل ہے



پابدامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرانورد
 خارِ پاہیں، جوہرِ آئینہ زانو مجھے
 دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت
 ہے نگاہ آشنا، تیرا سر ہر مو مجھے
 ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت، کچھ نہ پوچھ
 ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھڑے تو مجھے



بھار غماں دے ایتھوں تیکر ہر چاہیواں کیتا اے
 تند نظر تے تند چولی نوں دکھرا کرنا اوکھا اے
 پھٹ سوایاں نوک سوئی دی چوہوں لذت لہجی اے
 ایہہ نہ جانیں جھٹلا دردِ لحاظوں بھلیا پھر دا اے
 اوہ پھل، جھیرے باگے غالب اپنا روپ دکھاتے چا
 کلیاں کھڑ کھڑ پین تے جا پے دل دا کھڑ کھڑ ہاسا اے



تھلاں بریتے گاہ کے بیٹھا پیر اپنے انج کُنجاں
 پیریں کُنڈے جا پن گوڈی شیشے چلکاں مینوں
 ایڈا اَنج نہال ہو یا دل سینے لاکے تینوں
 جانو نظراں جا پن تیریاں کُنڈل زلفاں مینوں
 وانگ سُرنگی پاٹا سینہ ساں پھجھرانے تاناں
 چنگا اے جے پھیڑیں نہ وِج بیٹھ رقیباں مینوں



جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے
 جاں کا لبہ صورتِ دیوار میں آوے
 سائے کی طرح ساتھ پھریں سر و صنوبر
 تو اس قدر دلکش سے جو گلزار میں آوے
 تب نازِ گراں مائیگی اشکِ بجاس ہے
 جب نحتِ جگر، دیدہ خونبار میں آوے
 دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
 کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آوے
 اس چشمِ فسوں گر کا اگر پائے اشارہ
 طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے
 کانٹوں کی زباں سُکھ گئی پیاس سے یارب
 اک آبلہ پا وادیِ پُرخار میں آوے



جیہڑی محفل تیری مٹھڑی جھجھ گفٹاے آوے
 کندھ اُیکے جھشیاں اندر جان مہلاے آوے
 سر و صنوبر نال پھرن پڑ چھاویں دانگوں تیرے
 تیرے درگاہت سر وٹا جے گلزائے آوے
 اودوں اٹھراں بھری تے بھارے مل دی ہندی
 جدوں کلیجے بوٹی، اکھوں رت پھوہاے آوے
 مینوں حال پکار کرن دی چھوٹ تے دے بے دردا
 تینوں رنج مزاد میسرے درد کراے آوے
 ادھی اکھ دے چھو منتر دی سینتر وی جے سُنکھے
 ہرئل دانگوں شیشہ وی گفٹاے وہاے آوے
 کندھیاں دی تسی جھجھ رہا سک سک کندھ ہوتی
 چھالے بھریا پیر کوئی پکھڑے دی بارے آوے

مر جاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تین نازک
آغوشِ خمِ حلقہ زُناہ میں آوے

غارت گر ناموس نہ ہو گر ہو سیں زر
کیوں شاہدِ گل باغ سے بازار میں آوے

تب چاکِ گریباں کا مزا ہے ، دلِ نالاں
جب اک نفس اُلجھا ہوا، ہر تار میں آوے

آتشکدہ ہے سینہ مرا، رازِ نہاں سے
اے واٹے اگر معرضِ اظہار میں آوے

گنجینہٴ معنی کا طِلسم اس کو سمجھتے!
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

سُول پوے ، مر جہاں جے کراوہ گندل ورکا جتہ
جنجو دے حلقے دی جھولی بیٹھ ہلارے آوے

غیرت نوں جے غارت نہ کر دے زردا شکارا
پھل جیہا معشوق نہ باگوں وکن بڑا لے آوے

گکماں لیر و لیر کرن دا منا سواداے اودوں
اک اک ساہ کھچیا گلے دی اک اک تارے آوے

اگت دا بھانبر سینہ میرا بھیت لکاتے سیکوں
واہ چندے جے کراہیہ بھانبر پھولن والے آوے

اومہنوں ڈھیہر حقائق دا امراد خزانہ جانو
جیہڑا لفظ وی غالب میرے شعر ہلارے آوے



حسن مہ گمراہ بہنگامِ کمال اچھا ہے
 اس سے میرا مہ خورشیدِ جمال اچھا ہے
 بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
 جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
 اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
 ساغرِ جم سے مراجعِ سفال اچھا ہے
 بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
 وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے
 ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
 وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
 دیکھتے پاتے ہیں عشاقِ مہتوں سے کیا فیض
 اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
 ہم سخنِ تیشے نے نہ ہا د کو شیریں سے کیا
 جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے
 قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
 کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مال اچھا ہے
 خضرِ سلطان کو رکھے خالقِ اکبر سہ سبز
 شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے
 ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
 دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے



چودھویاں نوں چن لشکارا بھاویں کیڈا چنگا اے
 پر میرا چن سورج مڑھیا ایدوں بوہتا چنگا اے
 آپ تے نیں منہ چمن دیندا پر دل تے اکھ رکھدا اے
 اندروں ایہوی لالچ کردا مفتی سودا چنگا اے
 بھج دی جلتے تے بازاروں ادہے ورگالے آئیے
 جم دے جام توں لکھ اپنا مٹی دا پیالہ چنگا اے
 منگیاں باہجوں خیر نوپے تاں رہندا بھرم فقیری دا
 اوہ منگتا جیہڑا نئیں آپے مونہوں منگدا چنگا اے
 ادہے درشن ہندیاں ای جے منہ تے لالی پھر جاندی
 ادہوی آکھے روگی بھوگی ہن تے بھٹرا چنگا اے
 دیکھو عاشق موم جیہے کیہہ پان مراداں پتھراں توں
 اک پتری والے دتیا ایہہ سال سواہرا چنگا اے
 اک تیسے اک چھینی، شیریں تے فرہاد ملائے نیں
 جیویں داوی جیہڑے بندے کسب کمایا چنگا اے
 قطرہ وچ دریا دے ڈگے تے دریا اکھواندا جے
 اوہ کم چنگا جیہڑے کم دا انت نتیجہ چنگا اے
 خالق اکبر، خضر جیہے سلطان نوں رکھے ساوا ای
 شامہواں دی پھسواڑی لگا سجرا بوٹا چنگا اے
 بھل تے سانوں وی نیں جنت جو کچھ ہے سوہے تاں ہی
 دل نوں آہرے لان دا غالب سوچ بھلیکھا چنگا اے



عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے
 کہ اپنے ساتے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے
 قضائے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۂ اُلفت
 فقط خراب لکھا، بس نہ چل سکا قلم آگے
 غمِ زمانہ نے جھاڑی، نشاطِ عشق کی مستی
 وگرنہ ہم بھی اُٹھتے تھے لذتِ الم آگے
 خدا کے واسطے داد اس جنونِ شوق کی دینا
 کہ اُس کے در پر پہنچتے ہیں نامہ برسے ہم آگے
 یہ عمر بھر جو پریشانیاں اُٹھاتی ہیں ہمس نے
 تمہارے آئیو اے سے طرہ ہائے خم بہ خم آگے
 دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجدِ بخوں ہے
 ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوتے تھے اس کو دم آگے
 قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالب
 ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے



بھنگڑے پاندے ٹرپے آں ننگیاں تلواراں اگے
 پڑچھاویں توں سر پیراں توں وی دوکراں اگے
 ڈبیا رہاں میں پریم پیالے ، لکھیاں سن تقدیراں
 ”ڈبیا“ لکھ کے کافی توں نہ ٹریاں لکھتاں اگے
 عشق نشے دی دھوڑ دماغوں جھاڑی جگ آزاراں
 نہیں تے سینے دسدیاں سن ایہہ مٹھیاں سولاں اگے
 رب دے ناں تے ایڈی شوق ترہیمہ دی شابا آکھیں
 اوہے درتے ہر کارے توں اپڑ جاناں اگے
 جیہڑے اسال کھلاڑے جھلے ہن حیاتی ساری
 رب کرے ادہ آون تہاڈے زلفاں چھلیاں اگے
 دلوں کلیجے توڑی پھڑکن جیہڑے رت اچھالے
 سانوں لگدے سن ایہہ آوندیاں جانڈیاں ساہواں اگے
 غالب اوہ سو نہہ کھاندے میرے موئے ہر اپڑن دی
 جیہڑے بت کھاندے سن میرے ہر دیاں قساں اگے



شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے
 یوں بھی مت کہہ، کہ جو کہتے تو گلہ ہوتا ہے
 پُرتوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا
 اک ذرا چھڑتیے، پھر دکھتے، کیا ہوتا ہے
 گو سمجھتا نہیں، پر حسنِ تلافی دکھیو
 شکوۂ جور سے سرگرم جفا ہوتا ہے
 عشق کی راہ میں ہے چرخِ لکوکب کی یہ چال
 سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے
 کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم
 آپ اٹھا لاتے ہیں گرتیرِ خطا ہوتا ہے
 خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
 کہ بھلا چاہتے ہیں اور بُرا ہوتا ہے
 نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
 لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے



جے شکوے داناں وی لیتے غصے موہرا ہندا اے
 ایہوی نہ آکھو جے انج دی آکھو شکوا ہندا اے
 شکوے انج بھرے نیں دل وچ جیویں بستک سرگم دے
 چھیڑ کے مینوں دیکھتے سنتی فریکہ تماشا ہندا اے
 بھاویں وچوں سمجھے نہ پر دل تے واہ وار کھیا سو
 ظلماں دے شکوے سُن سُن کے ہور وی تتا ہندا اے
 عشق دے پینڈے تاریاں جڑیا امبروی انج گیرے لے
 جیویں مٹھا پاندھی پیریں چھالے بھریا ہندا اے
 کیویں ظلم دی کانی دے پے آپ نشانے بنتے نہ
 چک لیا تے تیر آپے جے ماروں اکیا ہندا اے
 چنگا سی جے مڈھوں اپنے آپ دا بھیرا منگ لیندے
 ہن جے چنگا منگنے آں تے اکوں بھیرا ہندا اے
 کدی تے تہو کا عرشوں دی اگے جاندا سی پرہن تے
 بوہتا دی اپرے تے بلھاں توڑی اپڑیا ہندا اے

خامہ میسر کہ وہ ہے بارِ بَد بزمِ سخن
 شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے
 اے شہنشاہِ کواکب سپہ و مہرِ علم
 تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے
 ساتِ تسلیم کا حاصل جو نساہتم کیجے
 تو وہ شکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے
 ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال
 آستیاں پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے
 میں جو گستاخ ہوں آتینِ غزلِ خوانی میں
 یہ بھی تیرا ہی کرمِ ذوقِ فزا ہوتا ہے
 رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
 آج کچھ دردِ مرے دل میں سوا ہوتا ہے

دیکھتے تلم ایہہ میسہ، راگی شعر سخن دی محفل دا
 شاہ ظفر دی صفت ثنا دل بول اُلا را ہندا اے
 لشکر جیوں آسمانی تارے، شاہا! جھنڈا سورج دا
 تیرے ہسہ کرم دا کتھے شکر ادا جا ہندا اے
 ست زمیناں دا جے کر اگرا ہتے مال خزانے لئی
 اوہوی مر کے، تیرے ایڈے شکر جوگا ہندا اے
 چن دے چن ایہہ پورے چن توں بن دا جو چن پہلی دا
 تیسری بر و نہہ تے رگڑے مٹھتاں چن ایڈا ہندا اے
 میں جے کر دستور غزل دے آپ تارا پی بیٹھاواں
 ایہوی تیرا کنڈتے ہتھ لائے تاں دل ودھیا ہندا اے
 کوڑی پھسکی جے لگی تے غالب مینوں معاف کریں
 آج کوئی آگے نالوں دل وچ درد سوا یا ہندا اے



ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
 تمہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
 نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا
 کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے
 یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے
 وگرنہ خوفِ بد آموزی عدو کیا ہے
 چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیدائش
 ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے
 جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
 کر دیتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے
 رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
 جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
 وہ چیز جس کے لئے ہم کو ہے بہشتِ عزیز
 سوائے بادۂ کلفام و مشکبو کیا ہے
 پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
 یہ شیشہ و قدح و کوزہ دبو کیا ہے
 رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی
 تو کس امید پہ کہتے کہ آرزو کیا ہے
 ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
 وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے



گل گل تے آہنا این کیہہ این؛ سانوں تیرا کیہہ
 آپے دست خاں تیرا ایہہ بولن دا چالا کیہہ اے
 لاٹ اندر ایہہ دکھنیں بجلی دے نہ ارج و کھالی
 کوئی بچھ کے دستے خاں اور شوخا اتھرا کیہہ اے
 اوہ جے تینوں گلئیں جووے ساڑ جیہیا اک پنیدا
 نہیں تے لکھ سکھالے لاتے ویری چننا کیہہ اے
 رت تھاتے پنڈے تے چولا چمبڑ چمبڑا
 لیراں لٹھا گلماں ہن جے نہ وی سیتا کیہہ اے
 جتھے سارا جتھہ بلیا دل کتھے بچننا سی
 سواہ نوں یار پھولن بیٹھا پچھو لہجدا کیہہ اے
 نس نس آڈاں اندر نسدے بچدے نوں تیں من دے
 اکھوں جے نہیں ٹپ کھلوتا اوس لہو دا کیہہ اے
 اوہ شے جیہڑی شے دے پچھے جنت پچھے بھتھے؛
 مشک پری، پھل رنگ شراب اے سوڑ بھلیکھا کیہہ اے
 پنج ست مٹ شراب جے دستے پنیدا چنکا لگناں
 جھجھ، داہڑی، گاگر، چھننا، گھڑا پیالہ کیہہ اے
 گل آکھن دی واہ نہ رہ گئی جے ادم وی کریتے
 کیہڑے ہتے دعوے آکھو ساڈی اچھیا کیہہ اے
 شاہ دی بہنی بہندا اے تاں اڈی نہیں سو لگدی
 نہیں تے دستو شہر اندر غالب دی واہ دا کیہہ اے



میں اُنہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں
چس نکلتے جوئے پتے ہوتے

تسہر ہو، یا بلا ہو، جو کچھ ہو
کاش کہ تم مرے لتے ہوتے

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا
دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

آہی جاتا وہ راہ پر غالب
کوئی دن اور بھی جئے ہوتے



میں اومہناں توں چھیراں تے اوہ کچھ نہ آکھن
چھڑ پیندے جے نال شراباں متے ہندے

سپ ہوو، شینہ ہوو، جو کچھ وی ہوو
کیہ ہندا جے آپ ہو ری ساڈے ہندے

جے میری تقدیر اندر غم اپنے سن!
دل وی ربا اپنے ہی سارے ہندے

غالب اوہوی سدھے پیندے پے جاندا
چار دہاڑے ہو وی جیوندے جے ہندے



غیر لیں محفل میں بوسے جام کے
 ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے
 خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ
 ہتھکنڈے ہیں چرخ نیلی فام کے
 خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
 ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے
 رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم
 دھوتے دھتے جامہ احرام کے
 دل کو آنکھوں نے پھنسا یا کیا مگر
 یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے
 شاہ کے ہے غسلِ صحت کی خبر
 دیکھتے کب دن پھر میں حمام کے
 عشق نے غالب نکتا کر دیا
 ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے



غیر بھرن محفل وچ گھٹ پیالے دے
ساڈے بلکہ ترہائے سکھ سنہیوڑے دے

تیرے تے کیہہ شکوہ بربادی دا، ایہہ
چالے نیں نیلے آسمانوں گیڑے دے

چٹھیاں بکھدیاں رہنا گل کجھ وی نہ سہئی
عاشق صرف اسی تے آں ناں تیرے دے

رات شراباں پی زمزم کنڈھے، فجسریں
ڈگے چوتے دھوتے جج دے بانے دے

دل توں اکھیاں کیڈا بچا ہیا اے، خبرے
ایہوی گھر ہیاں نیں وچ جال تہاڈے دے

شاہ نے صحت شفا دی تادی لانی اے
دیکھو پھرن دھاڑے کد آسقاوے دے

غالب عشق ہو راں نے مہٹی کر چھڈیا
نتیں تے بندے ہیاں اسی وی سیتوں دے



پھر اس انداز سے بہا آئی
 کہ ہوتے ہمدومہ تماشائی
 دیکھو، اے ساکنانِ خطہِ خاک!
 اس کو کہتے ہیں عالم آرائی
 کہ زمین ہو گئی ہے سرتاسر
 ڈوکشِ سطحِ چرخِ مینائی
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی
 بن گیا روتے آب پر کائی
 سبزہ دگل کے دیکھنے کے لئے
 چشمِ زرگس کو دی ہے بینائی
 ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
 بادہ نوشی ہے بادِ پیمائی
 کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب
 شاہِ دیندار نے شفا پائی



تغافل دوست ہوں، میرا داغِ عجزِ عالی ہے
 اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے
 رہا آباد عالمِ اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے
 بھرے ہیں جس قدر جامِ وسبو میخانہ خالی ہے



فیرا ج ایڈے رنگ مہاڑ بہاراں آتیاں
 چن تے سوچ دوہاں اکھاں وچ دساتیاں
 دیکھو! دھرتی دے اس ٹوٹے دے دسنیکو
 ایسوں آکھن جگ دی دوہٹی ٹومباں پائیاں
 ایڈی بھری بھرائی دھرتی نے آج دیکھو
 نیلے آسماں نوں اکھاں کڈھ دکھاتیاں
 ہریالی نوں جدوں کہتے وی تھان نہ لہتی
 تھر پانی تے کھتر گتیاں تھان تھان کاتیاں
 کھڑ دے پھل نیں ہریالی دے درشن دے لئی
 نرگس دی اکھ نوں بل گتیاں نیں رشتاتیاں
 واڈے بٹے کر دے کم شراباں دانیں
 پین شراباں ورگا، پھکیاں پرے اڈاتیاں
 کیوں نہ غالب خوب چڑھن پے چاڈنیاؤں
 دین پیارے شاہ ظفر نے صحتاں پائیاں



بے پرواہیاں یاری میری، دھون اچھری اے
 جے توں پاسا وٹیں تے نھاں میں وی چھڈی اے
 جگ دامیلہ بھریا، جا پے اللہ لوک نہ رہتے
 بھرے پیالے جے دسدے، میخانہ خالی اے



کب وہ سُنتا ہے کہانی میری؟
 اور پھر وہ بھی زبانی میری
 خلشِ غمزہ خونریز نہ لُوچھ
 دیکھ خونسانہ نشانی میری
 کیا بیاں کر کے ہر اروتیں گے یار؟
 مگر آشفتمہ بیانی میری
 ہوں زخود رفتہ بیداتے خیال
 بھول جانا ہے نشانی میری
 متقابل ہے مقابل میرا
 رُک گیا دیکھ روانی میری
 قدیرِ سنگِ سرِدہ دکھتا ہوں
 سخت ارزاں ہے گرانی میری
 گردبادِ رہِ بیتابی ہوں
 صرصرِ شوق ہے بانی میری
 دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا
 کھل گئی ہیچمدانی میری
 کر دیا ضعیف نے عاجز غالب
 ننگِ پیری ہے جوانی میری



کہوں سنے اودہ درد کہانی ساری میری
 اُتوں اودہوی میرے مونتوں خواری میری
 خونی نخرے دی چوہمبڑا کیسہ بچھیاں این
 دس دی نہیوں اکھیاں تھیں رت جاری میری
 کیسٹری گل رو ہائے گی بچھوں سبجناں توں
 نجرے گل و چاری، منبھی ہاری میری
 وہم تھلاں وچ آپ گواچا پھرناں واں میں
 میرا پتا نشانی منوں دساری میری
 جیہڑا جوڑا ہیسی نکل اجوڑ پیا لے
 پھڑ گیا لے دیکھ کے طبع اڈاری میری
 لانگھے دی سہل وانگوں قدراں پائیاں میں
 ڈاڈھی ہولی پے گئی اے پینڈ بھاری میری
 کلھیا تیاں دے پینڈے وچ میں اک ورولا
 شوق ہنیری ہتھی چکر تاری میری
 اودے مکھڑے دا جد علم نہ ہو سکیاتے
 ڈھلتی پے گئی ساری علما چاری میری
 زور تانے ہتھوں غالب، منبھے پے آں
 جوڑ بڑھاپے، آن جوانی ہاری میری



نقشِ نازِ ببتِ طناز بہ آغوشِ رقیب
 پائے طاؤس پئے خانمہ مانی مانگے
 تو وہ بدخو کہ تھیستہ کو تماشا جانے
 غم وہ افسانہ کہ آشفتمہ بیانی مانگے
 وہ تپِ عشقِ تمنا ہے کہ پھر صورتِ شمع
 شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے



گلشن کو تری صحبت از لبکہ خوش آتی ہے
 ہر غنچے کا گل ہونا، آغوشِ کشائی ہے
 واں کنگرہ استغنا، ہر دم ہے بلندی پر
 یاں نالہ کو اور اُلٹا دعوتے رسائی ہے
 از لبکہ سکھاتا ہے غم، ضبط کے اندازے
 جو داغِ نظر آیا، اک چشم نمائی ہے



مادھو مان بھرے دی مورت بیٹھ رقیب دی جھولی
 مانی دی کانی دے لئی پوہنچی موراں دی منگے
 توں ایڈا چھتھا تیرے لئی حیرت کھڈ تماشا
 میسری درد کسان میٹھوں چھبھ کمر لاندی منگے
 انج دی شوق حرارت منگاں کیوں جے دیوے دانگوں
 لاٹ کلجے توڑی بستی ڈوہنگی جاندی منگے



پھلوڑی نوں تیری بہنی ڈاہڈی راسے آئی اے
 کلی کلی دی کھڑنی جیویں پھلاں جھولی اڈی اے
 اودھرے پرواہیاں دا کنگرہ آسماناں ول جاندا
 ایڈھر سہو کے نوں بہتھ اپرن دی ہمشرست سچھی اے
 ڈاہڈی جاچ سکھا لیندے نیں غم دکھاں نوں سانہن دی
 جیہڑے داغ دکھالی دتی اوہنے اکھ دکھالی اے



جس زخم کی ہو سکتی ہو، تدبیرِ فو کی
لکھ دیجیو یا رب! اُسے قسمت میں عدو کی

اچھا ہے سرانگشتِ حسائی کا تصور
دل میں نظر آتی تو ہے اک بوندِ لہو کی

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے
یاں تو کوئی سُننا نہیں فریادِ کسو کی

صد حیف! وہ ناکام کر اک عمر سے غالب
حسرت میں رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

دشنہ نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جس کو
خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی



جھیڑے پھٹ نوں واہ لگ سکدی ہووے سیون تریپاں دی
 ربا! اوہنوں لیکھے لائیں قسمت وچ رقیباں دی

مندی رنگ کسے دا پوٹا یاداں نوں رنگ لاندائے
 ایہدے پاروں دل وچ اہو دی چھٹ تے نظری آجاندی

تینوں کاہدا پالا اے جے عاشق اُبلے پھر دے نیں
 کرن پے فریاداں ایٹھے کون سنے گا ایناں دی

اوہدا منج بڑا اے غالب عمراں تیک نکرماں جو
 اوہدیاں تاہنگاں لائی بیٹھا، گڑھتی جتھوں آتاں دی

چھری کدی وی منہ نہ کیتا ہووے بھل کلبجے نوں
 خنجر وات کدی نہ پچھتی ہووے سنگھی ہوراں دی



سیماب، پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم
حیراں کئے ہوتے ہیں، دل بے قرار کے

آنغوش گل، کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب، چل کہ چلے دن بہار کے



ہے وصل، ہجر عالم تمکین و ضبط میں
معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

اس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو، ہاں
شوقِ فضول و جرأتِ زندانہ چاہیے



پارہ شیشے دی پُر وارے اکھ حیرانی، پرساڈی
 اکھاں نوں تارے لاندی لے، تھر تھر دل دے تاراں دی

پھسل دی اڈی جھولی تینوں رب ہوالے کیتاے
 بلبُل موئیے ٹر پوہن تے، ٹر پھی رت بہاراں دی



وصل، جُدائی وُر گاجے کر گھٹے دے رھیے
 تر فیلا معشوق وی ہووے، عاشق جھلا ہووے

اودھے ہوٹھاں نوں چمن دی ترہیہ اینویں ستیں بچدی
 وادھو شوق تے چوڑ سپو پٹیاں والا جگر اہوے



چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
 یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے
 صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر
 جاتے مے، اپنے کو کھینچا چاہیے
 چاہئے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟
 بارے اب اس سبھی سمجھا چاہیے
 چاک مت کر جیب بے آیام گل
 کچھ ادھر کا بھی اشارا چاہیے
 دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
 منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
 دشمنی نے میری کھویا غیبر کو
 کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے
 اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی
 یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے
 منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
 ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے
 غافل، ان مہ طلعتوں کے واسطے
 چاہئے والا بھی اچھا چاہیے
 چاہتے ہو خو بُرو یوں کو اسد
 آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے



پیار کر دتے سوہنیاں نوں پر بے اُنتا
 ایہہ جے پیار کرن، کبہہ لینا ہور بھلا
 رنداں دی بہنی توں پچنا لازم ہے
 کچھ پیالہ پنوں چنگا کچھ کچھ کچھ!
 تیرے پیاراں نوں دل خبرے جاتا کبہہ
 ہون بھلا کیوں مردا جاندا اے ایڈا
 پھلاں دی رت باہجوں گلماں پاڑیں نہ
 اودوں دی کچھ سنھیا آؤنا چاہی دا
 پیار لکانا دی لگدا اے ویر پیا
 ساڈے توں گھنڈ کڈھنا چھڈ دکھالے دا
 میرے ویروں، غیر وی ہتھوں کڈھیا سو
 ویکھو کیڈا ویری ہو یا جے میرا
 ساڈی، ہوتے ہوتے گھٹنوں وی نیتیں چلدی اوہ
 سر جاتے جے لہجے سجن ڈھول جیہیا
 مرنے تے جوڑے ڈور امیدان دی
 اوہدی نا امیدی دا کبہہ ڈور ہرا
 متھے جن جنھاں دے بندیا، اوہ لوکی
 منگدے پیار کرن والا اپنے درگا
 سوہنے لوکاں تے اسد اللہ اکھ رکھیں
 اپنا کدھرے منہ تے جا کے ویکھ ذرا



ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے
 میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے
 درس عنوان تماشا، بتغافل خوشتر
 ہے نگہ، رشتہ شیرازہ مژگاں مجھ سے
 وحشتِ آتشِ دل سے شبِ تنہائی میں
 صورتِ دُور رہا، سایہ گریزاں مجھ سے
 غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بستاں
 کس قدر خانہ آئینہ ہے ویراں مجھ سے
 اثرِ آبلہ سے جادۂ صدائے جنوں
 صورتِ رشتہ گوہر ہے چراغاں مجھ سے
 بے خودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو
 پڑ ہے سایہ کی طرح میرا شبستاں مجھ سے



پیرو پیسہ بھمبھوروں واماں جان پریرے میتھوں
 کھری کراں تے چھوٹاں وڈے تھل دے پنڈے میتھوں
 اوہنوں دیکھن دا انگٹ سوہنا، جیویں نئیں پے دیندے
 جٹیوں پلکاں دی جھالر ڈوری دید نظارے میتھوں
 بجائے دل تھیں آگ ترٹھے، اکلاپے دی راتے
 دھوں دانگوں پڑ چھاویں ہوری رہے ڈراڈے میتھوں
 رانجھیاں دے غم ہیراں نوں ڈنگ چیروں نہ بٹکا دن
 کیڈے سنجے سنجے نہیں شیشے گھر دیسٹے میتھوں
 جھل تھلاں دی راہ دیج چھالے پیرے پیرے بھتے
 تند پروتے جیوں کچ موتی بل پے دیوے میتھوں
 رب کرے بے سرتی مینوں سکھ دی سیج دچھادے
 جس دی چھاویں آن بھرے نیں رین لبیرے میتھوں

شوق دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے
 ہو نگہ ہنسل گل شمع پریشاں مجھ سے
 بیکیسی ہاتے شب ہجر کی وحشت ہے ہے
 سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے
 گردش سا غر صد جلوة رنگیں تجھ سے
 آئینہ داری یک دیدہ حیراں مجھ سے
 نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد
 ہے چراغاں خس و خاشاک گلستاں مجھ سے

جے دیدار دے شوق گنتا ہوں توں نمینہ اسمیر کپتیں
 نظر اں جیوں گل جھاڑے دیوے پان کھلارے میتھوں

رات ہجبر دی ڈرو ڈرو پے کر دے ساتھ کو تے
 پڑچھاواں، جا حشر دے سورج لکیا ڈر کے میتھوں

سو سو روپ پیالے سخیا گیلے اندر میتھوں
 شیشے ونڈن حیرانی دے پتھہ آنے میتھوں

بلدیاں نظراں اسد اللہ ہرپا سے جھاتن لمباں
 باگے دے گلکھ کنڈے جا پن بلدے دیوے میتھوں



نکتہ چیں ہے غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے
 کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اسے جذبہٴ دل
 اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
 کھیل سمجھا ہے کہیں چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے
 کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے
 غیر پھرتا ہے لئے یوں ترے خط کو کہ اگر
 کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے؟ تو چھپائے نہ بنے
 اس نزاکت کا بُرا ہو، وہ بھلے ہیں تو کیا
 ہاتھ آویں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے
 کہہ سکے کون کہ یہ جسلوہ گری کس کی ہے
 پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے
 موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے
 تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے
 کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے
 عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتشِ غالب
 کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے



اوہ یارتے ہے پر جیتی اے اوہنوں دکھڑا سنا یاں گل نہ بنے
 او تھے گل کیوں بن سکدی اے جتھے گل دی بنایاں گل نہ بنے
 میرے سذیاں آؤندا نئیں اتھے اوہنوں دل دیتے کھچے اوہ کھچ لار
 اوہدے دل توں ارج و لھیت پوے بناں سذیاں آیاں گل نہ بنے
 حالی تے جانے دل لگیاں، کتے بھلدا بھلدا بھل نہ بیہے
 رب اوہدے دل وچ پا دیوے بناں مینوں ستایاں گل نہ بنے
 جو غیر توں خط لکھ بیٹھا ایں ارج لے لے اوہنوں پھر دا ای
 کوئی دیکھ کے پچھ لے ایہہ کہیہ لے؛ اوہدے توں نکایاں گل نہ بنے
 میں منیا آپ تے ہے چنگا، ایڈی جند لوک تے چنگی نئیں
 کدی قسمت نال جے ہتھ آوے ہتھ نال چھو ہایاں گل نہ بنے
 ہر شے وچ نور ظہور کدا، کوئی دیکھن والا دسدا نئیں
 اوہ پردہ اوہنے سٹیا اے، ہتھ نال ہٹایاں گل نہ بنے
 کیوں موت دی راہ نہ مل بہتے جتھے آپے آؤنوں نئیں مڑنا
 کہہ تیرا بے اتبار سے دا جتھوں سذیاں بلایاں گل نہ بنے
 میٹھوں پیار دی گنڈھڑی ڈگ پئی اے جھیرٹی چکیان جون چکیندی نئیں
 کوئی انج دی ہر تے پنڈ پئی، میٹھوں ہر کھسکایاں گل نہ بنے
 نئیں عشق ہو راں تے زور کوئی، ایہہ آگ تے غالب دکھڑی لے
 لکھ چھوکاں مار تے نئیں بھندی، پانی نال بھجایاں گل نہ بنے



چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے
صبح کے مانند زخمِ دل، گریبانی کرے

جلوہ کا تیرے وہ عالم ہے کہ گھر کیجے خیال
دیدۂ دل کو زیارت گاہِ حیدرانی کرے

ہے شکستن سے بھی دل مایوس یارب کب تک
آبگینہ کوہ پر عرضِ گراں جانی کرے

میکدہ گر چشمِ مستِ ناز سے پائے شکست
موتے شیشہ، دیدۂ ساغر کی مثرگانی کرے

خطِ عارض سے لکھا ہے زلف کو اُلفت نے عمد
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے



عشق، لنگار دیاں جے ننگے پنڈے نیتاں کردا
پھٹدی پوہ وانگوں پھٹ دل دا گلماں بھراں کردا

ایڈا دکھ چمکارا تیرا سوچاں شیشے اندر
دل دی اکھ توں حیرانی دا درشن عاماں کردا

ٹٹنوں وی دل ڈاہڈا اٹھیا ربا کتھوں توڑی
شیشہ، بھار غماں دے، پر بت اگے عرضاں کردا

جے میخانے پین تر بڑیاں اکھ نشیلی پاروں
شیشے وال، پیالے دی اکھ، پلکاں لمیاں کردا

گلکھاں تے خط پٹا لکھیتا، پٹیاں دے لئی پیاروں
اکوٹک سانوں وارا اے جو پڑچھپاواں کردا



وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے
 دلے مجھے تپشِ دل، مجالِ خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیسرا رو دینا
 تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

دکھا کے جنبشِ لب ہی تمام کرہم کو
 نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
 پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے، شراب تو دے

اسدِ خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
 کہا جو اُس نے زرا میرے پاؤں داب تو دے



بے چینی نوں سُنئے وِچ اوہ آکے ٹھنڈتے پاوے
پر کدھرے دل دی اگ مینوں دے توفیق سواوے

ڈُسکیں تے اکھ اندر منہ جو قتل کرن پے مینوں
تیرے وانگوں نین کٹاری کیہڑا پان چڑھاوے

اکو وار ہلا کے بلھیاں سانوں مار مکا چا۔
منہ جے کرنٹیں چمّتن دیندا ہاں نہ تے کوئی آوے

ساتی بُک وِچ لڈی جا جے ساتھوں نکت چڑھائیں
جے نتیں ٹھوٹھا دیندا نہ سہتی نہری شراب تے آوے

اسد اللہ، میرے چل گئے ہمتھ پیرا پچا لے چاواں
اوہنے جد فرمایا میرے کوئی پیر دباوے



تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے
 مرا سر رنجِ بالیں ہے، مرا تن بارِ بستر ہے
 سرشکِ سر بصرِ دادہ نورِ العینِ دامن ہے
 دلِ بے دست و پا افتادہ، بر خوردِ تارِ بستر ہے
 خوشا اقبالِ رنجوری عیادت کو تم آتے ہو
 فروغِ شمعِ بالیں، طالعِ بیدارِ بستر ہے
 بطونِ گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی
 شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر، تارِ بستر ہے
 ابھی آتی ہے بوبالش سے اس کی زلفِ مشکیں کی
 ہماری دید کو خوابِ زلیخا عمارِ بستر ہے
 کہوں کیا دل کی کیا حالت ہے ہجرِ یار میں غالب
 کہ بے تابی سے ہر اک تارِ بستر، خارِ بستر ہے



خطر ہے رشتہٴ اُلفتِ رگِ گردن نہ ہو جائے
 غرورِ دوستیِ آفت ہے، تو دشمن نہ ہو جائے
 سمجھو اس فصل میں کو تا ہی نشوونما غالب
 اگر گلِ سرو کے قامت پہ پیرا من نہ ہو جائے



میرے سیکوں اُستل دے اک اک تار وچھائیاں دا
 ہر ہر پیڑ سر ہانے دی تے پنڈا بھار وچھائیاں دا
 رڑیاں پڑھیا اتھر و جیویں، نورِ نظر وچ گودی دے
 ڈگیا ڈھٹھا دل دا کپھنو، بر خوردار وچھائیاں دا
 لگیاں دے دھن بھاگ تسی خود کچھن کچھن آگتے او
 دیوا بلے سر ہاندی، تارا جاگن ہار وچھائیاں دا
 ہجر نماشیں کلھنیاں دیاں چھلاناں نھیر اُسائے نیں
 حشر سویرے سورج کمراناں اک اک تار وچھائیاں دا
 کستوری بھجیاں زلفاں دی حالے مہک سر ہانے دے
 ساڈی اکھ نوں خواب زلیجا، پنڈا بھار وچھائیاں دا
 کیہہ دستاں کیہہ دل تے درتے غالب وچ دھپوے دے
 پھر کاں تے ہر تار وچھائیاں، لگے خار وچھائیاں دا



ڈرناں، عشق دی ڈوری وی شہ رگ ورگی نہ ہووے
 یاری دا ہنکار کٹھاری، اوہ دیری نہ ہووے
 غالب و دھنو پھسلنو اوہ رت جانو گھاٹے دندی
 پھلاناں دی چادر جے سر و آں تے چڑھدی نہ ہووے



فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
 نالہ پابند نے نہیں ہے
 کیوں بوتے ہیں باغیاں تو بنے
 گر باغ، گدائے نے نہیں ہے
 ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے
 پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے
 ہاں! کھائیومت فریب ہستی
 ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے
 شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے
 اُردی جو نہ ہو تو دے نہیں ہے
 کیوں ردِ قدح کرے ہے زاہد
 مے ہے یہ، گس کی تے نہیں ہے
 ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب
 آخر تو کیا ہے اے "نہیں ہے"



لوڑ ہاڑیاں توں کسے لے دی نئیں
 ہوک بانس دی دنجھلی گوجرہی نئیں
 مالی کاس توں بیجے ہین توں بے
 جے کر باغ شہاب دا وجرہی نئیں
 بھاویں توں ہر شے وچ دسنا ایں
 تیرے جیہی پر شے کوئی دسدی نئیں
 ہندے دس نہ دس توں ہون اُتے
 ”ہے“، اکھن پتے آکھ توں ہے امی نئیں
 خوشی بھسل جا دکھ نہ یاد آوئیں!
 چیتر سسے نئیں تے لکڑ سسے وی نئیں
 ملاں کا ہنوں توں جام توں پیا چھندگیں
 ایہ تے مے دے تے کوئی مکھ دی نئیں
 جیہے ہوتے تے تہے نہ ہوتے غالب
 آخر کیہ ایں دس خاں یار جی، ”نئیں“



نہ پوچھ نسخہ مرہم جراحی دل کا
کہ اس میں ریزہ الماس جڑو اعظم ہے

بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی
وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے



ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے
مرتے ہیں ولے اُن کی تمتا نہیں کرتے

در پردہ انہیں غیب سے ہے ربطِ نہانی
ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردہ نہیں کرتے

یہ باعثِ نومیدی اربابِ ہوس ہے
غالب کو بُرا کہتے ہو، اچھا نہیں کرتے



پھٹ دے دے دارو اندر مت چھچھ کیہہ کیہہ پنیدا
ایہدے وچ کئی ہیرے دی سب توں پوے ودھیری

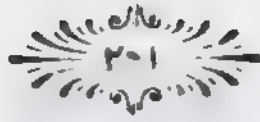
تیسری بے پرواہیاں چوکھے چر دے چھپوں بیکتی
انج دی اک نظر جو لگے نظروں ذرا کسیری



رشک اپنا وی اسی جرن دا جیرا نیتیں کر دے
مرمر جانے آن پر اوہدی اچھیا نیتیں کر دے

اونٹے اونٹے اوہناں میلی سیدی غیراں نال
دیکھن دا پردہ اے جیہڑا پردہ نیتیں کر دے

انج تے ہو چھے لوکاں دی وی آس تر تے گی
غالب توں بھیرا آہندے او چنگا نیتیں کر دے



کرے ہے بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ
 خطِ پیالہ سدا سرنگاہِ گلچیں ہے
 کبھی تو اس سر شوریدہ کی بھی داد ملے
 کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے
 بجا ہے گرنہ منے نالہ ہاتے بلبیل زار
 کہ گوشِ گل، نیمِ شبنم سے پنہ آگین ہے
 اسد ہے نزع میں چل بیوفا، براتے خدا
 مقامِ ترکِ حجاب و وداع تمسکین ہے



کیوں نہ ہو چشمِ بتاں محو تغافل کیوں نہ ہو
 یعنی اس بیمار کو نظارے سے پرہیز ہے
 مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جاتے گی
 داتے ناکامی کہ اس کافر کا خنجر تیز ہے
 عارضِ گل دیکھ، روتے یار یاد آیا اسد
 جوششِ فصلِ بساری، اشتیاقِ انگیز ہے



بھنخری لالی تیرے ہو مٹھوں، چوسن نشے شراباں دے
 پھل چونے دی اکھ پی جا پے پورا گھیر پیالے دا
 بآ مارے سر نوں توں سجا تھا پی کدی تے دیندوں چا
 عمراں توں ایہہ سدھداں بچنڈیا، سہکن ہار سرنانے دا
 سچا اے جے سن دانیس اوہ بلبسل دے کر لاناں نوں
 پھل کنوئی، تریل دا قطرہ دے کم روں دے توں بے دا
 اسد اللہ دی جان لباں تے رب نانویں ٹر پوہن تے
 آکر خانیاں چھڈن تے ایہہ ویلا اے گھنڈ لائے دا



کیوں جی مغروراں دی اکھ نہ غافل ہو دے ایہہ کیوں جی
 ایس بنی والی توں دیکھن توں پرہیز و چاری اے
 مردے مردے اوہدے درشن دی سیک رہندی رہ جانی
 ربا قسمت ہر جانی، ظالم دی تیسہ کٹاری اے
 اسد اللہ پھل دیکھدیاں مکھ یار دا آیا اے چیتے
 کھڑ دی رت بہار نے مینوں دتی شوق اڈاری اے



دیا ہے دل اگر اس کو، بشر ہے، کیا کہتے
 ہوا رقیب تو ہو، نامہ بر ہے، کیا کہتے
 یہ ضد کہ آج نہ آتے اور آتے بن نہ رہے
 قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے، کیا کہتے
 زہے کہ شتمہ کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب
 کہ بن کہے ہی انھیں سب خبر ہے، کیا کہتے
 سمجھ کے کرتے ہیں بازاریں وہ پرستش حال
 کہ یہ کہے کہ سر دگنزر ہے، کیا کہتے
 تمہیں نہیں ہے سر رشتہ وفا کا خیال
 ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے مگر ہے کیا؛ کہتے
 انہیں سوال پہ زعم جنوں ہے، کیوں لڑتے
 ہمیں جواب سے قطع نظر ہے، کیا کہتے
 حسد، سزائے کمال سخن ہے، کیا کیجے
 ستم، بہاتے متاع ہنر ہے، کیا کہتے
 کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں لیکن
 سوائے اس کے کہ آشفقہ سر ہے، کیا کہتے



جے اوہنوں دل دے بیٹھا اے، بندہ اے، کیہہ آکھو
 بنے رقیب جے بنیا اے، ہر کارا اے، کیہہ آکھو
 اڑی پھڑی سواج نیتیں آوتنا، آونوں وی نیتیں رہنا
 سانوں شکو موت موتی تے کیڈا اے، کیہہ آکھو
 اشکے اوہدے دل چھل تے رہتے وتے ایس بھلیکھے
 آکھے باہجوں وی اوہ جانو ڈوہنگا اے، کیہہ دکھیو
 دیکھ چاکھ کے وچ بزارے حال حوال اوہ پچھدے
 تاں جے آپے چا آکھے رے وگدا اے، کیہہ آکھو
 تینوں تے نیتیں لچ دے ڈور سرے وی سار ذرا وی
 ساڈے ہتھ کچھ اڑیا اے پر اڑیا اے کیہہ آکھو
 اوہنوں جینج سوالوں جھل بھلیکھے نیں، کیوں کھڑ بھو
 سانوں اینج جوابوں دل جوابا اے، کیہہ آکھو
 سولان تے پھسل شعراں دا تل جاندا اے کیہہ کہنا
 چوہباں، فن پھسل واڑی دا تل پیندا اے، کیہہ آکھو
 کیہڑا آہندا اے پی غالب بھیر تے نیتیں، پر کچھ
 ایدوں ودھ نیتیں بھورا کوہر پھریا اے، کیہہ آکھو



دیکھ کر درپردہ گرم دامن افشانی مجھے
 کر گئی وابستہ تن، میری عریانی مجھے
 بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا سنگِ فساں
 مرحبا میں، کیا مبارک ہے گرانجانی مجھے
 کیوں نہ ہو بے التفاتی؛ اس کی خاطر جمع ہے
 جانتا ہے مجھ پر سش ہاتے پہنانی مجھے
 میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی
 لکھ دیا منجملہ اسبابِ ویرانی مجھے
 بدگماں ہوتا ہے وہ کافر، نہ ہوتا کاش کہ
 اس قدر شوقِ نواتے مرغِ بُستانی مجھے
 داتے! واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
 لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے
 وعدہ آنے کا وفا کیجے، یہ کیا انداز ہے
 تم نے کیوں سوچی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے
 ہاں نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری واہ وا!
 پھر سہا ہے تازہ، سودائے غزلخوانی مجھے
 دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نوزندگی
 میرزا یوسف ہے غالبِ یوسفِ ثانی مجھے



دیکھدیاں اندروں سیتے تا، پلا چھنڈ دے مینوں
 پنڈے مہٹل کر چھٹیا اے، ننگے پنڈے مینوں
 میں بیسی دی نین کٹاری لسی سل پتھر ہو یا
 رگڑے سہنی جان دے شاہا، اکھو اشکے مینوں
 بے پرواہتیاں کیوں نہ ورتے، اوہ ددل تھان تے دے
 اوہنے جاتا بجھا ہو یا وچسلی تارے مینوں
 میسری جھوک نمانی دی جد ازلوں کانی دگی
 سارے حرف اجاڑاں والے لائے متھے مینوں
 شکاں پٹیا شک کر دا اے، چنگاسی نہ لگدے
 ایڈے چنگے بلبس موتی دے کر لاٹے مینوں
 آخر دی گڑج اتھے وی ساہ نہ کڈھن دتا
 پنڈے دا سکھ بھالن لے وڑیا سی قبرے مینوں
 کر دیو وعدہ آون دا پورا، ایہہ کیہہ چالا ہو یا
 میرے گھر دی بوہے راکھی کیوں نہت بہانے مینوں
 آئی رت بہاراں کھڑیاں ہر پاسے گلزاراں!
 فیرا ج سجرے ہوئے خیرے جھل نغزل دے مینوں
 رب نے میرے ویر نوں دتی توئیوں سرے جیاتی
 مرزا یوسف غالب، یوسف دو جالگے مینوں



یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے
 سب سے زیادہ ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے
 ہے کشادہ خاطر و ابستہ در رہن سخن
 تھا طلسمِ قفلِ ابجد، خانہ مکتب مجھے
 یارب اس شہفتگی کی داد کس سے چاہتے؟
 رشک آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے
 طبع ہے متساقِ لذت ہائے حسرت، کیا کروں
 آرزو سے ہے، شکستِ آرزو مطلب مجھے
 دل لگا کر آپ بھی غالبِ مجھی سے ہو گئے
 عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے



خوشیاں دیلے دی تئیں بھلیاں رُب رُب تہرا مینوں
 مُلاں دی تسی دے دلنے ہاسے دن داں مینوں
 کھولن دل دے جندرے دا، کنجی سر لُول سخن دی
 حرفی جندرے دی اُستادی، درس کتاباں مینوں
 رُبا، اُکھڑی چال نوں میسری کیہڑا شا با آکھے
 بندی واناں وُرگی موج دیاں ہُن ریکھاں مینوں
 سُدھراں چسکے بھکھی ایڈی طبع، کراں کیہ ایددا
 آسوں دی تیں، آس لڑی ٹن دیاں آساں مینوں
 ریتوں لا کے ہُن آپ دی غالب میرے حالوں ہوتے
 مرزا جی کر دے سو عشقوں آپ نصیحتاں مینوں



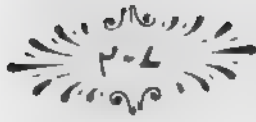
حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی آزمائش ہے
 چمن میں خوشنویانِ چمن کی آزمائش ہے
 قد و گیسو میں قیس و کوہن کی آزمائش ہے
 جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے
 کریں گے کوہن کے حوصلے کا امتحاں آخر
 ہنوز اس خستہ کے نیروتے تن کی آزمائش ہے
 نسیمِ مہر کو کیا پیسہ کنگاں کی ہوا خواہی
 اسے یوسف کی بوتے پرین کی آزمائش ہے
 وہ آیا بزم میں، دکھیو، نہ کہیو پھر کہ غافل تھے
 شکیب و صبرِ اہلِ انجمن کی آزمائش ہے
 رہے دل ہی میں تیرا چھا، جگر کے پار ہو بہتر
 غرضِ شصتِ بتِ نادکِ فگن کی آزمائش ہے
 نہیں کچھ سبھ و زُنار کے پھندے میں گیرائی
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے
 پڑا رہے دلِ وابستہ بیٹابی سے کیا حاصل
 مگر پھر تابِ زلفِ پُرشکن کی آزمائش ہے
 رگ و پے میں جب اترے زہرِ غم پھر دیکھتے کیا ہو
 ابھی تو تلخیِ کام و دہن کی آزمائش ہے
 وہ آئیں گے مرے گھر وعدہ کیسا، دیکھنا غالب
 نئے فتنوں میں اب چرخِ کمن کی آزمائش ہے



شاہواں دربارے آج کویاں دے مان دیاں آزمیشتاں نہیں
 باگے وچ باغ دے اک اک خوش الحان دیاں آزمیشتاں نہیں
 قدشیریں تے لٹیلے عرب ایران دیاں آزمیشتاں نہیں
 ساڈے دل پھاتھیاں تے سولی چڑھ جان دیاں آزمیشتاں نہیں
 آخر نوں تے فرہاد ہوراں دا جسگراوی آزماون گے
 حالی تے اس مٹھ پڈیاں دی چند جان دیاں آزمیشتاں نہیں
 مصری واڈے بتے نے کیہہ یعقوب دی وا بھالینی سی
 اوہنوں یوسف دے چولے دی مہکان دیاں آزمیشتاں نہیں
 اوہ محفل وچ آڈریا جے، فیہ آکھونہ پی دستیانہ
 محفل دے سب جی داراں دے جرجان دیاں آزمیشتاں نہیں!
 دل وچ دی رتے کانی دل اے دے وٹھ کلیجاتاں چنگا
 پیر ساڈے سینے ظلم دے تیر کمان دیاں آزمیشتاں نہیں
 جنجوتے تسی دے گھیرے گل کوئی وی دل پھٹ دی نتیں
 باہمن تے مللاں دے پکے ایمان دیاں آزمیشتاں نہیں
 بے بھتیا، ایں تے رُوہ بھتیا، کیہہ لاجھ دلاہن پھڑکن دا
 یا فیر آج کنڈل زلفاں دے کھچ لان دیاں آزمیشتاں نہیں
 نس نس وچ زہر نماں دا جد ایہہ نسیاتے کیہہ ورتے گی
 پر حالی تے چھہ تالو نوں ترُفان دیاں آزمیشتاں نہیں
 کیہہ اوس آوٹا، کیہہ لارے نہیں غالب توں اگے دیکھی جا!
 سجرے قہران لئی ہنڈھ ورتے آسمان دیاں آزمیشتاں نہیں



کبھی نیکی بھی اُس کے جی میں گر آجاتے ہے مجھ سے
 جفا میں کر کے اپنی یاد شہ ما جاتے ہے مجھ سے
 خدایا جذبہ دل کی مگر تاشیر الٹی ہے
 کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جاتے ہے مجھ سے
 وہ بد نحو اور میری داستانِ عشق طولانی
 عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جاتے ہے مجھ سے
 ادھر وہ بدگمانی ہے، ادھر یہ ناتوانی ہے
 نہ پوچھا جاتے ہے اُس سے نہ بولا جاتے ہے مجھ سے
 سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
 کہ دامانِ خیال یار چھوٹا جاتے ہے مجھ سے
 تکلف برطرف، نظارگی میں بھی سہی بسکن
 وہ دیکھا جاتے، کب یہ ظلم دیکھا جاتے ہے مجھ سے
 ہوتے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی
 نہ بھاگا جاتے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جاتے ہے مجھ سے
 قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب
 وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جاتے ہے مجھ سے



کدی بہر کرن دامیرے تے جے اوہدے دل وچ آجاوے
 کر چیتے اپنیاں کیتیاں توں اس نیکوں وی شرمہا جاوے
 رب سائیاں دل دیاں کھچاں وی مینوں تے پھٹیاں پتیاں نیں
 میں اوہنوں جتا کھچناں واں، اوہ میرے توں کھچدا جاوے
 اوہ اتھرا لے کیوں دے گل پیار دی لمتی چوڑی اے
 گل مکدی اے گل سن سن کے ہر کارا وی دل چا جاوے
 او دھرا ایہ بے اتباری اے، ایدھرا ایڈی چند ماڑی اے
 کچھ اوہوی پچھن جو گانتیں، کچھ میتھوں نہ دتیا جاوے
 کیہ تمہ پیا ماٹو سے نی، کہتے میرے پیروسی لگن دے
 میرے ہتھوں اوہدیاں یاداں داہن پلا وی چھٹدا جاوے
 میں وی سہتی وکھین والیاں وچ پر ایہ گل ننگی پنگی اے
 ہوراں توں وی دتے، ایہہ ظلم کدوں میتھوں تکیا جاوے
 ایس عشق مدانے چڑھدیاں، اے، ہوتے پہلاں پھٹ پیر اپنے
 بھجے تے نئیں بھجیا جاذا، ہوتے تے نہ بیٹھا جاوے
 غالب ایہہ ادھی دسدی اے سنگ دیری کیوں ٹور دیاں
 اوہ کا فر ب حوالے دی جو میتھوں نہ لیتا جاوے



ز بسکہ مشق تماشا، جنوں علامت ہے
کشاد و بستِ مژہ سیلی ندامت ہے

نہ جانوں کیونکہ مٹے داغِ طعن بد عہدی
تجھے کہ آئینہ بھی ورطہ ملامت ہے

بہ پیچ و تاب ہو س، سلکِ عافیت مت توڑ
نگاہِ عجز، سرِ رشتہ سلامت ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد
جنونِ ساختہ و فصلِ گل قیامت ہے



دیکھے نوں مڑ ویکھی جانا، وڈنشان^۱ جھتیاں دی
 اکھ دی پپنی میٹن کھولن، چند پوے پئی شرماں دی

خبرے کیوں دھپنا دھبتہ بولوں پھرن دی بولی دا
 تینوں ریشے لشکارا دی، گھٹن گھیٹری پھٹکاں دی

اکھ دی بھکھوں چاہڑ مردے ڈور بھلے دی تروریں نہ
 رچی ہوتی اکھ اشارے ڈوری امن اماناں دی

ایدھر سچی پریت تے اودھر عشق رقیب دا اکا جھوٹ
 نقلی جھل تے دوجے پاسے، اصلی آخر پھسلاں دی



لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے
میرا ذمہ، دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے کہ اس کو، دیکھ کر آجائے رحم
واں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے

منہ نہ دکھلا دے، نہ دکھلا، پر باندا ز عتاب
کھول کر پردہ، زرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے

یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں
زُلفِ گم بن جاؤں تو شانے میں اُجھا دے مجھے



اینا لاغر ہو یاں جے توں بزم بٹھائے مینوں
میرے تے سٹ جے کوئی ویکھدیاں نچ جائے مینوں

گل بڑی نیتیں ویکھدیاں اوہدے من مہر پوسے چا
اوہدے تیسرے کسے طسراں کوئی اپڑاتے مینوں

مکھ وکھاندا نیتیں تے نہ سہتی، پر مٹھے وٹ پا کے
گھنڈ ہٹا کے اکھاں ای چا کڈھ وکھائے مینوں

ایتھوں تیسرے میری پھڑنی تے اوہ رہنہ دار اضی
جے کر زلف بناں تے کنگھی نال گھٹائے مینوں



بازیچہ اطفال ہے دُنیا مرے آگے
 ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
 اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک
 اک بات ہے اعجازِ میحاً مرے آگے
 جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور
 جز وہم نہیں ہستیِ اشیا مرے آگے
 ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے
 گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے
 مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
 تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
 سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں، نہ کیوں ہوں
 بیٹھا ہے بُتِ آئینہ سیما مرے آگے
 پھر دیکھتے اندازِ گل افشانی گفتار
 رکھ دے کوئی پیمانہ دھبہ مرے آگے



کھیڈ آیا نے بالان دُرگی دُنیا میرے اگے
 اٹھے پہر تماشا ہندا ر ہندا میرے اگے
 کھیڈ نرمی اے تحت سلیمانی وی میرے کیتے
 گل نرمی اے، جو کر دے سن عیسے، میرے اگے
 دکھو دکھ ناناں دے باجوں مینوں کچھ نہ دتے
 جا پے وہم نرا ای ہونڈ کھلارا میرے اگے
 دھوڑاں پچھے ہنداریت برتیا میرے ہندیاں
 راوی نکت لکیراں کڈھدا جاندا میرے اگے
 پچھ نہ کیہ اے حالت میری تیری کنڈ دے پچھے
 دیکھ ذرا کیہ رنگ بھلا اے تیرا میرے اگے
 ٹھیک اے اپنے آپ نوں دیکھن والا کیوں نہ ہوواں
 بیٹھا اے اک مادھو شیتے مڑھیا، میرے اگے
 فیروزا گفاراں دی پھل کھڑنی دے رنگ دیکھو
 دھر کے، مٹ شراباں نال پیالہ میرے اگے

نفرت کا گماں گزے ہے میں رشک سے گزرا
 کیوں کر کہوں ، لو نام نہ اُن کا مرے آگے
 ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
 کعبہ مرے پیچھے ہے ، کلیسا مرے آگے
 عاشق ہوں پہ معشوقِ فسیدی ہے مرا کام
 مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیسلی مرے آگے
 خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے
 آئی شبِ ہجر اں کی تمتا مرے آگے
 ہے موجزن اک قسز مِخوں کا شہی ہو
 آتا ہے ابھی دیکھتے کیا کیا مرے آگے
 گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
 رہتے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے
 ہم پیشہ وہم مشرب وہم راز ہے میرا
 غالب کو بُرا کیوں کہو ؛ اچھا مرے آگے

اِنج آکھن گے رَجیا پھر دا اے، میں سولوں رَجیا
 کیوں آکھاں نام لوونہ اوہدا میرے اُگے
 پچھوں کھج ایمان دی مینوں کھچے کُفر اگیرے
 خانہ کعبہ کند دے پچھے، گر جا میرے اُگے
 عاشق سہی پر معشوقاں نوں تھڑکانا ہتھ میرے
 مجنوں دی پئی کرے نکھیتدی سیلی میرے اُگے
 چا پڑھدے نیں دلبر طیاں اِنج پر مردا کوئی تیں
 رات جداتیاں دی جو منگیا، آیا میرے اُگے
 رت چنھاں اک ٹھاٹھاں مارے ایتھوں تیکر خیراے
 اُگے اُگے دیکھو کیہہ کیہہ آدندا میرے اُگے
 ہتھو جے کرنتیں ہلدے اکھاں وچ تے ساہ سرت ہونا
 رہن دیو پیا ا جے شراب پیالہ میرے اُگے
 پیٹی بند اے پیر خیراے نالے محرم ساڈا
 غالب نوں کیوں بھیرا آکھیں بھلیا میرے اُگے



کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہتے
 تمہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہتے
 نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم نیت مگر ہیں؛
 مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو، جب کہتے
 وہ نیشتر سہی، پر دل میں جب اتر جاوے
 نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہتے
 نہیں ذریعہ راحت، جس راحت پر کیاں
 وہ زخمِ تیغ ہے جس کو کہ دلکش کہتے
 جو مدعی بنے اس کے نہ مدعی بنے
 جو ناسزا کہے، اس کو نہ ناسزا کہتے
 کہیں حقیقت جانکا ہی مرض لکھتے
 کہیں مصیبت ناسازی دوا کہتے



ٹوریتے جے گلّ تے آکھیں ، حال دل دا اکھنا
توں وی رنج آکھیں تے دس خاں کیہ تے کاہدا اکھنا

فیر نہ آکھیں ٹنو کے لاکے ”چندرے آں اسی“
مینوں مت اے جو وی آکھیں تینوں سچا اکھنا

بھادیں نشتر ہو دے پر جے دل دے وچ کھجے تے
تیز تے مہٹھی نظر نوں یار پیندا اکھنا

چین دا اک چیسہ دی پاتے نہ چیرا تیر دا
پھٹّ جے برپھی دا ہو دے تاں کرا را اکھنا

جیہڑا میدانے دنگارے مت دنگارو اوس نوں
جیہڑا مندا آکھ لے اوہنوں نہ مندا اکھنا

جا کے کدھرے روگ دی چند کھور گلّ اَلکینا
جا کے کدھرے بھوگ^۲ دارو دی خطا دا اکھنا

کبھی شکایتِ رنج گراں نشیں کیجے
کبھی حکایتِ صبرِ گریزِ پا کہتے

رہے نہ جان تو قاتل کو خوئں بہا، دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبہ لیتے

انہیں نگار کو آفت نہ ہو نگار تو ہے
روانیِ روش و مستی ادا کہتے

نہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے
طراوتِ چمن و خوبیٰ ہوا کہتے

سفینہ جبکہ کنارے پہ آ لگا غالب
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہتے

یا کدی بیہ سوگ کرنا سینے غم دی لاش دا
یا کدی بیہ جوگ جونا، دل بے صبر آکھنا

جان جتے جے نہ رتے سرکپ توں لہو چا تارنا^۱
جیہ ٹک سٹے تے تاں خنجر نوں شابا آکھنا

یار نوں جے پیارنتیں تے، کیہ اے، ہے تے یار نا
ٹور موریاں چایاں نخرانشیلا آکھنا

نتیں بہاراں نوں قساراں، پر بہاراں ہین تے
باغ دی ہریالیاں پُریاں نوں واہ دا آکھنا

بیٹھی بنے آن جو لگی تے غالب شکر کر
کیہ خدانوں ناخدا دا بھیڑا چنکا آکھنا



رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے
دھوٹے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

صرف بہاتے مئے ہوتے آلاتِ مئے کشی
تھے یہ ہی دو حساب سوئیوں پاک ہو گئے

رُسواتے دہر گو ہوتے آوارگی سے تم
بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہے کون نالہ بلبلس کو بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا
آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے



ہنچو دسیاں، ہور وی عشقوں ننگے ہو گئے
ایڈے دھوتے گئے آل، اصلوں چٹے ہو گئے

بھٹھی، بھیکا ویچ کے تر گئے مل شراباں
سرتے ایہہ دو بھارے سن انج ہولے ہو گئے

جگ تے بھنڈے گئے او بھادیں ہو ہر جانی
خیریں، گلّوں باتوں تے ہن سہترے ہو گئے

کیہڑا آکھے بلبلس دے کراٹا نے اچھل
پھل دے پردے لکھاں جگر لنگارے ہو گئے

ہونڈ نہونڈ کیہڑے چھپیں شوق و گتیاں دی توں
آپے اپنے بھانبر دے لکھ تیلے ہو گئے

گر نے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلہ
کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اس رنگ سے اٹھائی کل اُس نے اسد کی نیش
دُشمن بھی جس کو دیکھے کے غمناک ہو گئے



نشہ ہا شاداپِ رنگ و ساز ہا مستِ طرب
شیشہ مے سر و سبز جو تبسارِ نغمہ ہے

ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزمِ عیشِ دوست
واں تو میرے نالہ کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

جھورا جھرن گئے ساں اکھ پرتانی دا جد
 اک دکھالی جھستی! مہٹی ورگے ہو گئے

انج اوہنے کل چکلی لاش اسد اللہ خاں دی
 غیراں دے وی دیکھدیاں دل ٹوٹے ہو گئے



مستیاں ہریالیاں، سازاں نوں لہرے عیش دے
 مے پری ساوا سرو پلکھو کنارے گیتراں

یار دی محفل دے رنگ بھنگ پانوں ڈک نہ گوٹھیا
 اوس تھاں کمر لاٹ وی میرا شمارے گیتراں!



عرضِ نازِ شوخیِ دندانِ برائے خندہ ہے
دعوائیِ جمعیتِ احبابِ جائے خندہ ہے

ہے عدم میں غنچہِ محوِ عسرتِ انجامِ گل
یک جہاں زانو تا تل در قفائے خندہ ہے

کلفتِ افسردگی کو عیشِ بے تابی حرام
ورنہ دندانِ دردِ افسردنِ برائے خندہ ہے

سوزشِ باطن کے ہیں احبابِ منکر ورنہ یاں
دل محیطِ گریہ و لبِ آشنائے خندہ ہے



حسنِ بے پروا، خسریدارِ متاعِ جلوہ ہے
آئینہ، زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے

تا کجا اے آگہی! رنگِ تماشا باختن
چشمِ واگردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے



چٹے دند چوین نیتیں تہستوں زہندے، مالے ہاسے دے
سجناں دی بل بہنی، دعوے بئھدے بندے ہاسے دے

کلی کر وبل اندر پھسل دی ویکھ انجیر انج سوچے پتی
بسر گوڈیں دے بہندی جیویں خلقت پچھے ہاسے دے

غم دی بھٹھی اندر کھیا تیاں دی موج حرام سہی
دنداں تھلے دل چتیاں وی کھڑ دے دانے ہاسے دے

اندر بلدی آگ دے، بیسی آکا نابڑ ہو گئے، پیر
دل دریا اک ہنجاں دا ہے بٹھ دنجارے ہاسے دے



سوہنا بے پروا ہیاں سٹریا، گاکب اے گھریں دکھالی دا
شیشہ، گوڈیں سردے سوچے نولیوں نویں دکھالی دا

سرتاں آخہ کتھوں توڑی رنگارنگ نطائے لین
اڈی اکھ، کرے پتی ودعیآ آپے نگیں دکھالی دا



جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

عالمِ غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سرسبز
کب تک خیالِ طرہِ یسلی کرے کوئی

افسردگی نہیں طرب افشائے التفات
ہاں دردِ بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم، غلامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدہٴ دل وا کرے کوئی

نختِ جگر سے ہے رگِ ہر خار، شاخِ گل
تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوتی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی



جتنے توڑی عشق دی برچھی، پھٹ دامنہ نہ کھولے کوئی
اوکھی گل اے گل کرن دی تیرے دل راہ ٹورے کوئی

جگ پسارا، مجنوں دی وحشت دیاں دھوڑاں اڈیاں نیس
کد کو تیسرے لیل دے کڈلاں دی سوچ وچاے کوئی

کدی نراساں نوں نیس آساں، اوہدے جھاتی پان دیاں وی
پر جے درد سراپا ہووے تاں اوہدے من وے کوئی

سجن بیسی ایں تے مینوں رونوں پھٹک نہ پائیں سنگیا
اکیا ہویا کدی تے آخر دل دی گھنڈی کھولے کوئی

کڈے کڈے دی رگ بھیل دی ٹہنی، جگر پھوہاراں پاروں
کتھوں تیسرے ریٹر سوکے، کردا رہوے تر و نکه کوئی

جگر لنگارے لاہیاں وی بے چھہ گچھ دانئیں بوہا کھلا
کیہ حاصل جے گلے دی وی اینویں قدر گواتے کوئی

ناکامی نگاہ ہے برقی نظارہ سوز
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست
نقصاں نہیں، جنوں سے جو سودا کرے کوئی

سربر ہوئی نہ وعدہ صبر آزمائے عمر
فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد، یا اس خیز
یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

بے کاری جنوں کو ہے سرپٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخنِ دور ہے اسد
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

ہاں نظر دی آپے ہوئی دیکھنیاں توں لوہنی بجلی
توں اوہ تے تیں جتھوں اکھ سلامت رہ کے دیکھے کوئی

اٹاں، پتھر، وٹے جانو سپتیاں موتی ہاں دیاں نہیں
گھاٹا نئیں جے انجدا سودا کردا عشق و ہارے کوئی

عمر وں لمے لارے توڑی کدوں جیاتی آپڑ پندی
ویلا رکھے؟ تیسری اچھیا کردا کیہڑے ویلے کوئی

تویاں تویاں گلاں کر دی طبع کھلا رہے، یاہوسی اے
ایہہ اوہ درد نہ ہو یا جتھوں آپ نہ سینے لاتے کوئی

عشق نکارا کیتا تے ہن سروے پٹن نال و ہار اے!
باتہواں بھجن تے تاں بندہ کیہڑی کار کھلووے کوئی

شعر سخن دا دیوا بالن، اسد اللہ گل نیڑے دی نئیں
پہلاں اپنا دل تے بالے جے ایہہ چانن منگے کوئی



میرے دکھ کی دوا کرے کوئی	ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی	شرع و آئین پر مدارسی
دل میں ایسے کے جا کرے کوئی	چال جیسے کڑی کماں کا تیر
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی	بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
وہ کہیں اور سنا کرے کوئی	بات پر داں زبان کشتی ہے
نہ کہو گم برا کرے کوئی	نہ سُنو، گم برا کسے کوئی
بخش دو گم خطا کرے کوئی	روک لو گم غلط چلے کوئی
کس کی حاجت روا کرے کوئی	کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
اب کسے رہنما کرے کوئی	کیا کیا خضر نے سکندر سے

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی



مریم جایا نکھ آکھوایا کرے کوئی
 بھادویں سب قانون شریعت بہرتے نیں
 ٹور جیہدی اک تیر کمانوں مرتے دی
 ٹور جہدی اک تیر کمانوں مرتے دی
 جھٹل پنے درج خبرے کیہہ کیہہ بکاں پیا
 گل کروتے اتھے جیہہ کپندی لے
 نہ گو لوجے کوئی بھیرا آکھے دی
 ڈکٹ لووجے کوئی ڈنگا ٹر دا لے
 کیہڑا لے جو آکھے پوری پندی لے
 جھٹل نیتیں جو کیتی خضر سکندر نال
 میرے دکھ دادار و ملکھا کرے کوئی
 انجہدے خوئی ہر کہیہ دعوی کرے کوئی
 اوہدے دل نوں پریت نشانہ کرے کوئی
 شالا میرا گوہ نہ ایڈا کرے کوئی
 اوہو بولے ساہ نہ اچا کرے کوئی
 نہ آکھو جے بھیر وی بھیرا کرے کوئی
 جان دیو جے غلطی بندا کرے کوئی
 کیہڑا کیہڑے دا گھر پورا کرے کوئی
 ہن کیہڑے آگوتے تقوی کرے کوئی

ہتے دعوے غالب کتے ہون جہدوں
 کا ہنوں یار کے دا جھورا کرے کوئی



بہت سہی غم گیتی ، شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کو تر ہوں مجھ کو غم کیا ہے

تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے
رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے



جگ دے دکھ سہتی ڈھیر، شرابوں سانوں گھانا کیہ اے
 کوثر دے ساقی دا چاکر ہاں میں ، ایڈا کیہ اے
 تیرے ٹورے چالے دا ہن سا تھوں لکھیا کیہ اے
 غیراں نال کریں جے چنگا ایڈا بھیسہ اے کیہ اے
 نوک تسلّم غالب تھیں شعراں دے چنگیاڑے جھڑ دے
 منّ لیا پر ہن تے ایہنوں دیکھو، ٹھریا کیہ اے



باغ پا کر خفقانی ، یہ ڈراتا ہے مجھے
سایہ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

جو ہر تیغ بہ سرِ چشمہ دیکر معلوم
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے

مُدعا مجھ تماشاے شکستِ دل ہے
آئینہ خانہ میں کوئی لے جاتا ہے مجھے

نالہ سرمایہ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسماں بیضہ قمری نظر آتا ہے مجھے

زندگی میں تو وہ محفل - اٹھا دیتے تھے
دیکھوں ب مرگے پر کون اٹھاتا - مجھے



باگے روگ مراق دا روگی انج ڈراتے مینوں
پھل دی ٹہنی دا پڑچھاواں سہت ڈساتے مینوں

برجھی دے چلکارے دی نتسیں پان بگاتے پانی
میں آں اوہ ہریالی ڈوبازہراگاتے مینوں

سدھراں رنج رنج ویکھن ڈھکیاں دل توں ٹوٹے ٹوٹے
شیش مکانے لے کے کوئی ٹریا جاتے مینوں

ہا ہواں، ہتو کے جگ دی پونجی، جگ سارا مٹھ مہٹی
گھوگی دا اندا آسمان نظر پیا اے مینوں

جیوندے جی اوہ محفل وچوں آپ اٹھاندے رہتے نہیں
وکیو ہن جے مرچلیساں تے کون اٹھاتے مینوں



روندی ہوتی ہے کوکبہ شہر یار کی
اتر آتے کیوں نہ خاک سہ رہ گزار کی

جب اس کے دیکھنے کے لئے آئیں بادشاہ
لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو لالہ زار کی

بھوکے نہیں ہیں سیر گلستان کے ہم ولے
کیونکر نہ کھاتے کہ ہوا ہے ہسار کی



پیراں ہیٹھ مدھولی اے شاہواں دے عملے فیلے دی
مان کرے نہ کاہنوں ہُن، بنخاں تے مٹی لانگھے دی

والی ملک دا آپ جسدوں آجاتے اوہنوں دکھن لئی
کیوں نہ کرن موالی سارے عزت باغ بیغچے دی

باغ دیاں سیراں دی سانوں اگا ای بھکھنتیں تاں دی
کیوں نہ پھکٹے ایہہ پُریاں دی وَا جے چیتر میلے دی



ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
 بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
 ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اس کی گردن پہ
 وہ خوں جو چشمِ تر سے عمر بھر لویں دمبدم نکلے
 نکنا خلد سے آدم کا سنتے آتے تھے لیکن
 بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے
 بھرم کھل جاتے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
 اگر اُس طرہ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے
 مگر لکھواتے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھواتے
 ہوتی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر تم نکلے
 ہوتی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آسانی
 پھر آیا وہ زمانہ جب جہاں میں جامِ جم نکلے



ڈھیرا منگاں انجربیاں سینے چند پتی اک اک دلوں نکلے
منخ بتیرے نکلے میرے تاں دی گھٹ حسابوں نکلے

میرے سر کپ نوں بھنوں کا ہد اکیہہ پینا انے اوہدے ہرتے
جیہڑا خون حیاتی ساری ساتواں دانگوں اکھوں نکلے

آدم دے جنتوں نکلن دی گل تے سُن دے آڈنے آں پر
اسی کہتے ودھ ہولے پنے کے سجن، تیری گلیوں نکلے

دیکھ سنے گڈھی لہہ جاتے تیرے قد میرے دی وی
جے کر گنجھل گنجھل تیرے گنجھل کھاہدی زلفوں نکلے

خبرے کوئی اوہنوں خط لکھواندا ساتھوں آ لکھواتے
سورج نکلیاں ای کن تے رکھ قلم نت بوہویوں نکلے

ایس زمانے میرے نانویں رنداں دی سرداری لگی
فیر آیا اوہ ویلا جگ تے جم داناں شرابوں نکلے

ہوتی جن سے توقع خوشگلی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ کشتہ تیغِ ستم نکلے

محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا فریہ دم نکلے

خدا کے واسطے، پردہ نہ کعبہ کا اٹھا واعظ
کہیں ایسا نہ ہو، یاں بھی وہی کا فر صنم نکلے

کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے



کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جاتیے
بے تکلف، اے شہزادِ جتہ! کیا ہو جاتیے

بیضہ آسا، ننگِ بال و پر ہے یہ کینجِ نفس
از سر تو زندگی ہو کر رہا ہو جاتیے

مرمکن دی شا بالین دیاں سن آساں چتھاں کولوں
ادہ بیلی ساتھوں وی بوہتے ظلم کشاری دھاروں نکلے

گوہڑ پیریتاں اندر فرق نہ کوئی موت حیاتی دالے
دیکھ ادسے نوں جیونے آل جس دے دم ساہ قلبوتوں نکلے

رہن دے ملاں کدھرے پردہ چپک بہویں نہ کعبے دا توں
انج نہ ہووے ایتھوں وی اوہ بہت نکلیا سیٹھوں نکلے

کیہہ ملاں تے میخانہ کیہہ، پر اپنا کو یاد اے غالب
ادہ پیا اودھر جاندا سی کل آن اسی وی آگوں نکلے



پر بہت نوں دی بھارے لگتے بھاریں ہو آواز جاتے
ٹھنڈے دل جے چنگے سوچیں، فیر اسی کیڑے دا جاتے

کھمب کھمب اٹاں دا وی گھاٹا پنجرے دی نگھ آٹے انگوں
نویوں بہریوں نویں حیاتی ہو کے تے ڈھا پنجرہ اجاتے



مستی، بذوقِ غفلتِ ساقی، ہلاک ہے
 موجِ شراب، یکِ مژدہِ خوابناک ہے
 جز زخمِ تیغِ ناز، نہیں دل میں آرزو
 جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے
 جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد
 صحرایِ ہماری آنکھ میں اکِ مٹتِ خاک ہے



لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گوارہِ جنبانی
 قیامت، کشتہٴ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے



مستی، ساقی دی غفلت دے چکے پچھتے مردی اے
 پھل شرابوں، جا پے اک اک پینی، نیندر ڈرتی اے

مان بھری برچھی دے پھٹ دے باجوں دل وچ سدھرتیں
 سوچاں دی چولی وی تیرے ہتھوں پاٹی لکدی اے

جھل کھلا روں اسد اللہ ساٹوں تے کچھ وی دسدائیں
 تھل سستی دا ساڈی اکھ دے اندر اک مٹھ مٹی اے



ہوٹھ ہلارا عیسے دا وی سگوں پنگھوڑے ڈور بلا تے
 روز قیامت، ہوٹھ عقیقان مویاں دے لسی نیندر ڈاہدی



آئندہ سیلاب، طوفانِ صدائے آب ہے
 نقشِ پا، جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے
 بزمِ مے و حشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا
 شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے



ہوں میں بھی تماشا شائی نیرنگِ تمنا
 مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی برائے



سیاہی جیسے گر جاتے دمِ تحریر کا غد پر
 مری قسمت میں یوں تصویر ہے شہائے ہجراں کی



ہٹھ دا دھڑ کو، روہڑاں دی گڑ گجے کوک جھلھاراں دی
 تاہتیوں پیسہ کھرے دا کتیں دیندا انگلی رستے دی
 مے دی محفل، جھل حویلی کدھی، نشیلی اکھ سایوں
 شیشے اندر لکی نبض، پری اے چھتل شرابے دی



میں دی آپ کر شتمہ دیکھاں سدھراں دی کرنی دا
 ایہدا مطلب ایہہ نیتیں، مطلب سر پر پورا ہووے



جیویں ڈگت سیاہی پیندی لکھدے ویلے ورتے تے
 میرے لیکھاں اندر مورت انجی ہجر نماشاں دی



ہجومِ نالہ، حیرتِ عاجزہ عرضِ یکِ افغان ہے
 خموشی، ریشہ صد نیستاں سے نفسِ بدنِداں ہے
 تکلفِ برطرف ہے جانستاں تر لطفِ بدخویاں
 نگاہِ بے حجابِ ناز، تیغِ تیزِ عریاں ہے
 ہوتی یہ کثرتِ غم سے تلفِ کیفیتِ شادی
 کہ صبحِ عیدِ مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے
 دل و دین نقدِ لا، ساتی سے گر سودا کیا چاہے
 کہ اس بازار میں ساغر، متاعِ دستِ گرداں ہے
 غم، آنغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو
 چراغِ روشن اپنا، قلمِ مصرعہ کا مرجاں ہے



پِنڈاں ہاتھواں دی حیرانی، بٹھے منہ کمر لاٹاں دا
 چپ، ترپڑ لئی منہ جیویں پورا بیسلا بانساں دا
 سچی گل اے جند لے جان دی بہر دی نخرے سڑیاں دی
 تیز نظر گھنڈ لٹھی، کر دی اے کم سنگیاں تیغاں دا
 دکھ دیاں فوجاں سکھ سواداں نوں ارج اکال لئییاں نیں
 عید سویرا لگے جیویں پاٹا گلماں بیساں دا
 دل تے دین مہتی جے پتے، ساقی نال و ہار کریں
 ایس بزارے، عشق پیالہ سودا بلدا نقداں دا
 غم، جھکھڑ دی جھولی اندر پالناہارا عاشق دا
 اپنا بلدا دیوا، مونگا جھانجے چڑھے سمندراں دا



خمشیوں سے تماشا ادا نکلتی ہے
نگاہِ دل سے تری سُرْمہ سا نکلتی ہے

فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبِ نیم
صبا جو غنچہ کے پردے میں جا نکلتی ہے

نہ پوچھ سینہ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ
کہ زخمِ روزِ در سے ہوا نکلتی ہے



چُپ دے اندروں دی پئی زنگارنگ ادا تِکے
تیری اکھ دِلوں سُرے دی دھاری کھانِکے

اکلا پے دی سوڑن پیرے تاں ایہہ تریل بنے
وار جے کر منہ میٹے پھل دی بکے جانِکے

نین کٹاری دے نہ جو ہر چُکھ توں عاشق توں
بُو ہے دے جھرنے دے زخموں چیر ہوا نِکے



جس جانسیم شانہ کش زلفِ یار ہے
نافہ، دماغِ آہوتے دشتِ تمار ہے

کس کا سراجِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرسششش جہتِ انتظار ہے

ہے ذرہ ذرہ، تنگی جا سے غبارِ شوق
گر دام یہ ہے، وسعتِ صحرا شکار ہے

دلِ مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ
نظارہ کا مقدمہ پھر رُو بکار ہے

چھڑکے ہے شبنمِ آئینہ برگِ گل پہ آب
اے عندلیب! وقتِ وداعِ بہار ہے



جھٹھے پروے کنگھیاں وانگ سوارن زلفاں یار دیاں
اوتھے نانے وڈن پتیاں سنگیاں مرگ تار دیاں

کیہڑے حُسن دا ایر تھرا پتی لہجہ دی رُبا حیرانی
تھہر شیشے دا، چارے خداں ہین اڈیک منار دیاں

ذدہ ذدہ تھان دی سوڑ نیپڑے شوق دی دھوڑ بنی
ایہو حال تے پھسیاں سمجھو کھٹھاں جگ سنار دیاں

دل نے اکھیاں تے دکھین دے جرم کچھری کیتی اے
وہج عدالت ہون گیاں اُج بٹھاں دوجی وار دیاں

دتا تریل تر و نکا پانی دا پھسل پتیاں شیشے تے
بلبل موتیے سرتے گھڑیاں گھڑیاں ٹرن بہار دیاں

تج آ پڑی ہے وعدہ دلدار کی مجھے
وہ آتے یا نہ آتے یہ یاں انتظار ہے

بے پردہ سوتے دادی مجنوں گزر نہ کر
ہر ذرہ کے نقاب میں دل بیکار ہے

اے عندلیب! یک کفِ خس بہر آشیاں
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

دل مت گنوا، خبر نہ سہی، سیر ہی سہی
اے بے دماغ! آئینہ تمثالِ دار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسدِ ضامنِ نشاط
اے مرگِ ناگہاں، تجھے کیا انتظار ہے

گل پتی گل میرے بیسلی آؤن دا لارا لایا اے!
 بوہڑے یا نہ بوہڑے ایتھے رہن اڈیکاں یار دیاں

منہ توں کپڑا لاه کے مجنوں دی گھاٹی نہ منہ کرنا
 ذرے ذرے دے گھنڈ مگروں لگیاں واجاں مار دیاں

بلبل جھلّے آہنے دے لسی لکھاں دی مُسٹھ سانجھ لوں
 اک تیلانٹیں رہنا کانگاں چڑھیاں آؤن بہار دیاں

دل مت کتے دُنجا تیں بندیا وَا تاں نتیں تے جھاتاں سہی
 بے متیا شیشے اندر تصویریاں لَشکاں مار دیاں!

غافل دی جھل سدا حیاتی ، غالب ٹھیکے عیشاں دے
 کس انا بیے موتے! کیہہ نہیں دیراں ایس شکار دیاں



آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
 ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
 حسرت نے لارکھا تری بزم خیال میں
 گلہ ستہ نگاہ، سویدا کہیں جسے
 پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا
 افسوں انتظار، تمتا کہیں جسے
 سر پر ہجوم دردِ غریبی سے ڈالتے
 وہ ایک مُشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے
 ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
 شوقِ عنایاں گسیختہ، دریا کہیں جسے
 درکار ہے شگفتن گلہائے عیش کو
 صبح بہار، پنبہ مینا کہیں جسے
 غالبِ برانہ مان، جو واعظِ بُرا کے
 ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے



شیشہ کیوں نہ دیواں مکھ دکھاوا آکھن جنہوں
 کتھوں لہجہ لیاواں تیرے درگا، آکھن جنہوں
 سدھراں تیری یاداں دی محفل دوح آن سجایا
 نظراں دا پھل گچھا، سَل کلکھا آکھن جنہوں
 ربا! کتھے پریت کوننی دتا چھوک ازل توں
 منتر آس اڈیاں والا اچھیا آکھن جنہوں
 بھیر غماں دی ہتھوں رلدے رلدے بہرتے پاتے
 اوہو، اک مٹھ مٹی، ریت برتیا آکھن جنہوں
 درشن دی تریہہ پاروں ٹھاٹھاں ماے کھاں اندر
 شوق اتھرو کڑیا لے ٹٹا، دریا آکھن جنہوں
 عیساں دے پھل تاں کھڑ دے نیں میخواراں دی کھاری
 فجر کھڑے اود، بوتل دے منہ گوہرا آکھن جنہوں
 غالب دل نہ ڈھائیں جیکر ملاں بھیر آکھی
 جگ تے ہے کوئی انجدا سا لے چنگا آکھن جنہوں



شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
 داغِ دل بیدرد، نظرِ گاہِ حیا ہے
 دلِ خوئے شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار
 آئینہ، بدستِ بُتِ بدستِ حنا ہے
 شعلہ سے نہ ہوتی، ہوسِ شعلہ نے جو کی
 جی کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے
 تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
 آئینہ، باندازِ گل، آغوشِ کشا ہے
 قمری کفِ خاکستر و بلبُلِ قفسِ رنگ
 اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے
 خونے تری، افسردہ کیا وحشتِ دل کو
 معشوقی و بے حوصلگیِ طرفہ بلا ہے



لا لے دے پھل تریل تریلی، سُکا کدوں دکھالا اے
 بناں دراگوں داغ دِلے دا، شرم حیا دا گھاٹا اے

دَرشن دے لئی سہکدیاں کھچاں دِل نوں رت رنگیا چا
 مَستے مادھو دے ہتھ مہندی لگی، اگے شیشا اے

مُب کولوں نہ ہندی مُب دی منگ نے جو کجھ کیتی جے
 بچھے ہوتے دِل دی ساروں اندر کیڈا بلیا اے

تیری صورت دے لشکارے پاروں سوسو سبکاں سو
 شیشہ وی پھسل وانگوں اپنی جھولی اڈی بیٹھا اے

قسری اک مٹھ مٹی دی تے بلبل اک پنجا رنگ دا
 ہوکاں باہجوں سڑے کلجے دی دس پاندا کیہڑا اے

تیرے مٹھ دے گھولان دِل دے ہلکاں سہرا پنی پایا
 معشوقی تے کب دی کو بھٹی عاشق دے سر آرا اے

مجبوری و دعوائے گرفتاریِ الفت
دستِ تہِ سنگِ آمدہ ، پیمانِ وفا ہے

معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ
تیغِ ستم آئینہ تصویرِ نما ہے

اے پر توِ خورشیدِ جہاں تابِ ادھر بھی
ساتے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی بلے داد
یا رب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

بیگانگیِ خلق سے بے دل نہ ہو غالب
کوئی نہیں تیسرا تو مری جانِ خدا ہے

مَن مجبور کرے تے کاہدا مان پریت شکنجے دا
 بچ و فادی پالن، جیویں پڑتھلے ہتھ آیا اے
 لگدا اے ساتھوں پہلاں وی کئی بے دوسے کٹھنیں
 تیری ظلم کٹاری ریشیے اوہناں دامنہ دسا اے
 جگ تے چانن دَنڈ دیا سرجا، اک لشکارا ایدھروی
 ساڈے تے پڑچھاویں دانگوں ڈاہڈا اوکھا ویلا اے
 جیہڑے پاپ کمانتیں سکیا اوہناں دی شاہاوی دے
 رُبا جے کجھ پاپ کمانتیاں بلنا دوزخ بدلہ اے
 دُنیا جے چھٹی تے غالب آکا دل نہ چھٹیں توں
 جے کرنٹیں کوئی تیرے ول دا، رُب تے تیرے ول دا اے



منظور تھی یہ شکل تجستی کو نور کی
 قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی
 اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
 پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی
 واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو!
 کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی
 لڑتا ہے مجھ سے خشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا
 گویا ابھی سنی نہیں آوازِ صُور کی
 آمد بہار کی ہے جو بلبیل ہے نغمہ سنج
 اڑتی سی اک خبیر ہے زبانی طیور کی
 گوداں نہیں پہ واں کے نکالے ہوتے تو ہیں
 کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی
 کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
 آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
 گرمی سسی کلام میں لیسکن نہ اس قدر
 کی جس سے بات اس نے شکایتِ ضرور کی
 غالب اگر سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
 حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی!



ایہ صورت نظراں وچ سی رکھی، لاشکاں نورِ دیاں
 تیرے مکھ تے چھڑنے دکھیاں عزتاں آن ظہورِ دیاں
 اگوڑ توڑت کفن دے لکھ کروڑ کرشمے نیں
 تیرے کٹھیاں اتے آکے کٹھرن نظراں حورِ دیاں
 ملاں جی، نہ آپ پیو نہ سہراں نوں گھٹ دے سکو
 بڑیاں دھماں ہین تہاڈی ایس شراب ظہورِ دیاں
 سہر کپ حشر دھاڑے میرے سہر نوں آدے اٹھیا کیوں
 جیویں واجاں سنیاں نتیں سو اسرافیلی صورتِ دیاں
 ڈھکدیاں آون بہاراں تاہیوں ببل کا نوں پاندی ہے
 اڈ دیاں اڈ دیاں خبراں نیں منہ چڑھی جنورِ دیاں
 بھاویں اوتھے نتیں پراوتھوں دے ای کڈھے ہوتے نیں
 کعبے تے بتاں دیاں سا کا چاریاں نکلن دورِ دیاں
 ایہہ کوئی گل اٹل نتیں سبھناں دے لئی اگوڑا لے
 آو خاں اک دار اسی وی کرتیے سیراں طورِ دیاں
 تتسا بول بلارا سہتی تیرا پر ایڈا کیہہ ہویا
 چنھاں نال کرو گل کرن شکایتاں ایس فتورِ دیاں
 غالب جے کر مکے دے پینڈے مینوں وی لے ٹر دے
 ج دیاں نیک کماتیاں کردانڈاں آپ حضورِ دیاں



غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے
 یہ رنج کہ کم ہے مئے گلغام بہت ہے
 کہتے ہوتے ساتی سے حیا آتی ہے ورنہ
 ہے یوں کہ مجھے دُر دتہ جام بہت ہے
 نے تیر کماں میں ہے نہ صیتا دکیں میں
 گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے
 کیا نہ بد کو مانوں؟ کہ نہو گر چہ ریاتی
 پاداشِ عمل کی طبع خام بہت ہے
 ہیں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں
 پابستگی رسم و رہ عام بہت ہے
 زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوفِ حرم سے
 آلودہ برے، جامہٴ احرام بہت ہے
 ہے تہر، گر اب بھی نہ بنے بات کہ ان کو
 انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے
 خوئے ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکانیں اے مرگ
 رہنے دے مجھے یاں کہ ابھی کام بہت ہے
 ہو گا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
 شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بڈ نام بہت ہے



غم کھان توں دل بھیسڑا بیزار بتیرا اے
 تھڑ جان شہا باں دا، آزار بتیرا اے
 گل دسندیاں ساقی نوں گھاٹ آؤندی اے پر مینوں
 گل انج دی اے پیالے دا تھلیار بتیرا اے
 کوئی تیسہ کمانے نتیں، صیاد مچانے نتیں
 ورج پنجرے ای دل میسرا سرشار بتیرا اے
 کیہہ زہد مصلے دا، نتیں بھاویں دکھالے دا
 پھسل کیتیاں دا لالچ کچیسار بتیرا اے
 مت والیاں وی کیہڑی، خاصاں دی ڈگر تلی؛
 عامان دیاں رسماں دا ہنجر بتیرا اے
 زمزم تے رہواں بیٹھا کیہہ ریج طوفاں دا
 احرام مئے بھجیا، سہ کار بتیرا اے
 ہے قسم جے ہن وی نہ گل بات بنے او تھے
 اوہ راضی تے مینوں وی اصرار بتیرا اے
 رت ہو کے جگر اکھوں وسیا نہ اے موتے
 کچھ مہلت دے حالی کم کار بتیرا اے
 انجدا وی کوئی ہوسی، غالب دا جونیتیں جانو
 شاعر تے بلا ہویا پر خوار بتیرا اے

۱۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ د تھلے توں تھلیار میرا اپنا تصرف اے۔ مترجم - ۲۔ خام۔ کچا۔ تول
 کچیاں وی میرا اپنا تصرف اے۔ مترجم -



مدت ہوتی ہے یار کو مہماں کئے ہوتے
 جوشِ قدح سے بزمِ چیراغاں کئے ہوتے
 کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
 عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوتے
 پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم
 برسوں ہوتے ہیں چاکِ گریباں کئے ہوتے
 پھر گرمِ نالہ ہاتے شہِ بار ہے نفس
 مدت ہوتی ہے سیرِ چیراغاں کئے ہوتے
 پھر پش جبراحتِ دا کو چلا ہے عشق
 سماں صد ہزار نمسکاں کئے ہوتے
 پھر بھر رہا ہوں خامہٴ مژگاں بخونِ دل
 سازِ چمنِ طراز میِ داماں کئے ہوتے
 باہمِ گم ہونے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
 نظارہ و خیال کا سماں کئے ہوتے
 دل پھر طوافِ گوئے ملامت کو جاتے ہے
 پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوتے



عمر اے بیت گتیاں نتیں سدیا یار پر وہناں کر کے
 محفل وچ نتیں بالے دیوے ہتھ شراہاں کر کے
 فیہ کراں پیا کھٹا آج کلیجا بوٹی بوٹی!
 پلکاں تیسر دنگارے نتیں میں چرتوں آساں کر کے
 فیہ سنبھالاں کر دے کر دے دم گھٹ چلیا ساتیاں
 ورھیاں سیتی ڈٹھتا نتیں میں گلماں لیراں کر کے
 فیہ آج تتیاں ہاتھواں بنیاں لمباں دے شرلاٹے
 اوور پئے ساں دیوالی دیاں موج بہاراں کر کے
 فیہ آج زخمی دل دی سرت خبر نوں عشق تیار اے
 پیسے لون دیاں بنھ پڑیاں داروساں کر کے
 فیہ آج نوک پلک دی کانی ڈوباں دل دی رتے
 جھولی نوں پھلکاری کرنا چھیٹاں چھیٹاں کر کے
 فیہ آج دل تے اکھیاں ہوتے اک دوجے دے دوکھی
 اک خیالی اک دکھالی ہتیاں ریاں کر کے
 فیہ آج دل بدنام گلی دیاں حجاں نوں پیا اڈے
 اک کٹخانی دا بت خانہ آکا مٹیاں کر کے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
 عرض متاعِ عقل و دل و جاں کتے ہوتے
 دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
 صد گلستاں نگاہ کا سماں کتے ہوتے
 پھر چاہتا ہوں نامہٴ دلدار کھولنا
 جاں نذرِ دلفریبی عنقاں کتے ہوتے
 مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
 زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کتے ہوتے
 چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو
 مُرمہ سے تیز دشنہ مرگاں کتے ہوتے
 اک نوہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
 چہرہ فروغِ مئے سے گلستاں کتے ہوتے
 پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
 سرِ زیرِ بارِ منتِ درباں کتے ہوتے
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
 بیٹھے رہیں تصویرِ جاناں کتے ہوتے
 غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جو بشِ اشک سے
 بیٹھے ہیں ہم تہیتہٴ طوفاں کتے ہوتے

فیر آج شوق و کن تے تلیا نبھدا حسن بیاری
 دل چند جان تے سرتاں سو جھاں سب کجھ نڈراں کر کے
 فیر دھیان پوے ہر پاسے پھسل گلاباں اُتے
 رنگ رنگ دی پھلوڑی اکھ شیشے پڑ چھاواں کر کے
 فیر آج میسراجی کردا میں خط کھو ہلاں دلبردا
 من موہنے سر نائیں توں صدقے سو جاتاں کر کے
 فیر آج کو بٹھے اُتوں کوئی اکھیاں دی ترہیہ ٹھکے
 کالیاں زلفاں چن مکھڑے تے تاراں تاراں کر کے
 فیر آج سکت دی پکت تے بیہ کے کوئی اکھیاں میلے
 چھڑیاں پلکاں اُتوں کجھلے دھار تر کھیاں کر کے
 فیر آج نظریں آدے کوئی سوہل ملوک جوانی
 مکھڑا نال شہاباں لالی، باغ بہاراں کر کے
 فیر کرے جی اینج کسے دے بوہتے تے پے رہتے
 سہرا پنا راکھے دے بھارے تھلے نیواں کر کے
 فیر طبیعت اوہو دیہلاں نبھدی اٹھے پرے
 بیٹھے رہتے دلبر نوں سوچاں وچ کھٹیاں کر کے
 غالب ٹوہ نہ سائوں، منجہ اکھیاں نوں پے اُدے
 بھرے بھراتے بیٹھے آں اک ہڑھ داساماں کر کے



نویدِ امن ہے بیدارِ دوست جاں کے لئے
 رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لئے
 بلا سے گم مژدہ یارِ تشنہِ خوئیں ہے
 رکھوں کچھ اپنی بھی مرگانِ خونچکاں کے لئے
 وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناسِ خلقِ اے خضر
 نہ تم کہ چور بنے عمرِ جاوداں کے لئے
 رہا بلا میں بھی میں مبتلا تے آفتِ رشک
 بلا تے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لئے
 فلک نہ دور رکھ اس سے کہ ایک میں ہی نہیں
 دراز دستیِ قاتل کے امتحاں کے لئے
 مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ امیر
 کرے قفس میں فراہمِ خسِ آشیاں کے لئے
 گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے
 اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسبان کے لئے



دلبر دے آزادوں وی سکھ سنھیا سا ہواں جوگا
 ظلم و تہ نہ بچیا تیں کوئی آسماناں جوگا
 ہون پتیاں جے یار دیاں پلکاں نیں لہو تر ہائیاں
 کچھ تے سانجھاں اپنی وی رت رسیاں پلکاں جوگا
 جیونا ساڈا جہیڑے حضرت اخلاقت ساہویں وسے
 تیرا کیہ جیونا، جو لکیروں جگ جگ عمران جوگا
 عشق دی پھاہی اندر وی میں پھاہتھاں سول غنابوں
 چند ڈی دا پھاہ بنیا تیرا نخر سبھناں جوگا
 تقدیرے کر دور نہ اودے توں مہینوں نئیں اتھے
 ہر کپ ہتھوں لمتیاں ماراں دی آزمیشاں جوگا
 میرا سکھ بھالن وی انج اے جویں قیدی کھنوں
 پتھرے اندر آہنے لئی لکھ چکے قیداں جوگا
 منگتا جان، رہیا اوہ ٹلیا ہیری ہونی آتی
 اٹھ کے جا راکھے دے قدمیں لگا خیراں جوگا

بقدر شوق نہیں نظر تنگنائے غزل
 کچھ اور چاہتے وسعت مرے بیاں کے لئے
 دیا ہے خالق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
 بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے
 زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا؛
 کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے
 نصیرِ دولت و دیں اور معینِ ملت و ملک
 بنا ہے چرخِ بریں جس کے آستاں کے لئے
 زمانہ عہد میں اس کے ہے محورِ آتش
 بنیں گے اور ہی تارے اب آسماں کے لئے
 ورقِ تمام ہوا اور مدحِ باقی ہے
 سفینہ چاہتے اس بحرِ بیکیراں کے لئے
 ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہِ مہرا
 صلواتے عام ہے یا راہِ نکتہِ داں کے لئے

نہر غزل دی ہٹھ نہ جھٹے بہت نیتیں شوق برابر
 ایہنوں کھلیاں کہ جاتیے کجھ ہور بیاناں جوگا
 نظرے جان توں بچ رہتے، تاہتیوں ہوراں نوں وی ونڈیا
 عیش ائسد ترا سی خان تجمل ہوراں جوگا
 صدقے جاتیے ربا کیسٹا ناں آج لیا زبانون
 میری جیہہ دامنہ گفتاراں چمپیا بھاگاں جوگا
 دین دنی دارا کھا دیس لکائی دے سر ہتھ اے
 عرش برین بنایا رب نے جیدی برونہاں جوگا
 جگ سارا ایہدے جگ اندر لگا ہار شنگارے
 تارے ہور تے ہور بنے گا چن آسماناں جوگا!
 ورقاٹک گیا پر حالے صفت ننانیتیں مکی
 بیٹا ہورے ایڈے وڈے کھل سمندراں جوگا
 خاص نتارا کر کے غالب شعر الاپاں وکھرے
 عام ونکارا اے دانے پردھانے سبناں جوگا

منقبت

سازیک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار
 سایہ لالہ بیدار، سویداتے بہار
 مستی بادِ صبا سے ہے بعدِ ضربِ سبزہ
 ریزہ شیشے، جوہر تیغِ کھسار
 سبز ہے جامِ زمرّد کی طرح داغِ پلنگ
 تازہ ہے ریشہ نارنجِ صفت، روتے شراب
 مستی ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت
 کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کا فشار
 کوہِ وحشہ ہمہ معموری شوقِ بلبل
 راہِ خوابیدہ ہوتی خندہ گل سے بیدار
 سوئے ہے فیضِ ہوا، صورتِ مرگانِ تیمم
 سرِ نوشتِ دو جہاں ابر، بیک سطرِ غبار
 کاٹ کر پھینکے ناخن تو باندا زہلال
 قوتِ نامیہ اس کو بھی نہ چھوڑے بیکار

امیر المومنین علی ابن ابی طالب دی شان وِچ

ذرے ذرے وِندیاں نیں تا شیراں فیض بہاراں
 پھل دی رتے چتر کلکھوں لالے پھل پڑچھانواں
 مستی بھجیاں پڑیاں نے، ہریالی اِنج کھلاری
 مے دی بوتل کرچاں وانگوں، جوہر تیغ پہاڑاں
 چیتے دا ڈب ساوا جا پے جیویں جام زُمرِ د
 نارنگی دے ریشے وانگوں رِس رِس کر دیاں چنگاں
 بدلاں دی مستی میری دی سدھرتے پھل کیرے
 ایہناں دی جھولی وِچ کر دے دو جگ موج بہاراں
 کیہہ پر بت کیہہ جنگل بیلے تھاں تھاں بلبس چمکے
 ستیاں راہواں دے وِچ ہس دے پھل پے کھولن اکھاں
 چیت سمے دے پڑیاں نے اک مھڑ دی اکھ وانگوں
 سارے بدل لیکھے لاتے اکے سطرِ غباراں
 نوٹہ دی لاه کے سٹیے، اوہنوں پہلی دے چن وانگوں
 دادھنے پین دیاں ہمتاں نے ہردم کرنا وِڈیاں

کفِ ہر خاک بگردوں شدہ قمری پرواز
 دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ، طاؤسِ شکار
 میکہے میں ہو اگر آرزوئے گلِ چسپنی
 بھول جا یک قدحِ بادہ، بطاقِ گلزار
 موجِ گل ڈھونڈ بخت کدہ غنچہ باغ
 گم کرے گوشہ میخانہ میں گر تو دستار
 کھینچے گرمانی اندیشہ چمن کی تصویر
 سبز مثلِ خطِ نوحیت ہو، خطِ پرکار
 لعل سے کی ہے پتے زمزمہ مدحتِ شاہ
 طوطی سبزہ کہسار نے پیدا، منقار
 وہ شہنشاہ کہ جس کی پتے تعمیرِ سرا
 چشمِ جب سبیل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار
 فلکِ العرش، ہجومِ نجمِ دوشِ مزدور
 رشتہ فیضِ ازل، سازِ طنابِ معمار
 سبزہ نہ چمن و یک خطِ پشتِ لبِ بام
 رفعتِ ہمتِ صد عارف و یک اوجِ حصار
 واں کے خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرکاہ
 وہ رہے مروحہ بالِ پری سے بیزار

مہٹی دی مٹھہ ول آسمان اڈایاں، گھگھیاں اڈن
 آگ سٹے کاغذ دی جالی پھاہیاں پاندی موراں
 جے میخانے اندر پھسل رولن دی سدھر ہووی
 اک شراب کٹورہ رکھ کے ویکھ کدی وچ باگاں!
 جے توں پگت کھڑا تیں کدھرے میخانے دی ٹکرے
 باغ دیاں کلیاں دی بکلوں نیچھیں چھل گلاباں
 جے منکراں دا مانی کھچھے پھسواڑی دی مورت
 لہندی مس ہریالی وانگوں ہریاں ہون لکیراں
 شاہ علی دی صفت شنادے گیت الاپن کیتے
 پر بت ہریالی دے ہریل چنچھ گھڑائی لالاں
 اوہ شاہاں دا شاہ جہدا اک محل اُسارن دے لئی
 جبرائیل دی اکھ دا ڈیلا پہلی رٹ بنیاداں
 نانواں عرش دی کائے وانگوں اڈاڑ کبیا ہوویا
 ڈوری فیض ازل تھیں آتی، سہل بناتی راجاں
 نو باگاں دی ہریالی دا ساوا خط بنیرے
 سو عارف دا زور اچیرا، اودھر کوٹ اچیا تیاں
 چتھاں توں اوتھوں دے کوڑے توں نیچھے کھمب تیلے
 پیریاں دے پر پکھے وئی نہ جھستن عاشق جاناں

خاکِ صحرائے نجف، جو ہر سیرِ عرفا
 چشمِ نقشِ قدم، آئینہٴ بختِ بیدار
 ذرہ اس گردِ کا، خورشید کو آئینہٴ ناز
 گردِ اس دشت کی، امید کو احرامِ بہار
 آفرینش کو ہے واں سے طلبِ مستی نماز
 عرضِ خمیازہ ایجا د ہے ہر موجِ غبار

مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے شمعِ شبستانِ بہار
 دلِ پروانہ چہ راغاں، پیرِ مبلبلِ گلزار
 شکلِ طاووس کرے آئینہٴ خانہٴ پرواز
 ذوق میں جلوے کے تیرے بہواتے دیدار
 تیری اولاد کے غم سے ہے بڑوتے گردوں
 سداک اختریں، مہ نو، مژدہ گوہر بار
 ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم، مہرِ نماز
 ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے استنظار

خاک نجف دے ریتیر سوکے عاشق لیشکاں جھلے
 پیر کھرے دی اکھ دے شیشے بخت دکھانے شکرلاں
 ایہناں دھوڑاں دے شیشے وچ سورج وی منہ دیکھے
 ایس بریتے بیٹیاں، آساں لسی احرام بہاراں
 خلقت کاری نوں وی اوتھوں مان نشے دی منگ اے
 موج غباراں اندر آکر لیں ایکب دصفا تاں

مطلع ثانی

چیت چبارے چن چراغاں تیرے دم دیاں کاراں
 دل پروانے دا دیوالی بلبلس کھب گلاباں
 شیش محل اڈاری مارن، موراں اڈنی اڈ دے
 تیرے دیکھن دی تریہ لے کے نالے درشن بھکھاں
 تیرے پتڑاں دے غم اندر، آسماناں تے جا پے
 موتی دسدی پپنی پسلی داچن، تارے ڈوراں
 دچ عبادت تیرا ایر کھرے دا سجدہ گاہ اے
 زہد ریاضت اندر تیری ہمشر پشت پناہواں

مدح میں تیری نہاں، زمزمہ نعتِ نبیؐ
 جام سے تیرے عیاں بادۂ جوشِ اسرار
 جوہر دستِ دعا آئینہ یعنی تاشیر
 یک طرف نازشِ مرگان و دیگر سو، غم خار
 مردمک سے ہو عزائخانہ اقبال نگاہ
 خاکِ در کی تری، جو چشم نہو آئینہ دار
 دشمنِ آلِ نبیؐ کو بطرب خانہ دہر
 عرضِ خمیازہ سیلاب ہو طاقِ دیوار
 دیدہ تادلِ اسد! آئینہ یک پر تو شوق
 فیضِ معنی سے نخطِ ساغرِ راقم، سہ شاد

تیری صفت سنا دے اندر نعت نبی سرور دی
 تیرے پریم پیالے ڈبیاں، ازلی بھیت شراہاں
 ہتھ دُعا دے شیشے جوہر تاثیراں ورتا دے
 - رہ بھیجاں پلکاں نوں پھل نازاں، ساٹے غم دیاں سوللاں
 اودھی دھیری اندر نظیراں بخت مُکاناں جھٹن
 جیہڑی اکھ شیشے نہ لشکن تیری برو نہر دیاں مٹیاں
 آل نبی دا ویری جیہڑا، جگ دے خوشیاں دیہڑے
 اودھے بُوہویاں کندھاں دی چا آکر جھٹن کانگاں
 پلکاں توں دل تیک اسد اللہ ڈلھکے عشق حضوری
 فیض حقیقی پاروں شاعر بھریاں پریم صراحیاں

منقبت

دہرِ جُزْ جِلْوۃِ یکتائیِ معشوقِ نہیں
 ہم کہاں ہوتے اگر حُسنِ نہ ہوتا خود میں
 بیدلی ہاتے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
 'بے کسی ہاتے تمنا کہ نہ دُنیا ہے نہ دیں
 ہرزہ ہے نغمۂ زیرِ وِجیمِ ہستی و عدم
 لغو ہے آئینہٴ فِرقِ جنون و تمکین
 نقشِ معنی ہمہ خمیازہٴ عرضِ صورت
 سخنِ حقِ ہمہ پیمانہٴ ذوقِ تحسین
 لافِ دانشِ غلط و نفعِ عبادتِ معلوم
 دُرِ دیکِ ساغرِ غفلت ہے چہ دُنیا و چہ دیں
 مثلِ مضمونِ وفا بادِ بدستِ تسلیم
 صورتِ نقشِ قدم، خاکِ بفرقِ تمکین
 عشقِ بے زبطی شیرازہٴ اجزائے حواس
 وصلِ زنگارِ رُخِ آئینہٴ حُسنِ بقیہیں

امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ دی شان مہر

جگ تے کجھ وی نتیں، معشوق دیاں نیں سبھے لشکاں
 اپنا آپ جے حُسن نہ دہیندا، اسی وی کتھے ہسیاں
 بچھیاں دلاں نظارے لے نہ متاں تے نہ چتیاں
 ٹٹیاں دلاں ہلارے لے، وچ دُنیا نہ ایماناں
 بے سرتی اے لہجنا کومل تیور موت حیاتی
 بے شرمی اے جے دکھ جانو جھل پنے تے عقلاں
 اہل حقیقت سب ظاہر داری دی آکر رکھدے
 قول حقیقت سب ایہناں دے تول صفت وڈیاں
 دانشمندی دی پھڑھ جھوٹی، نفعے نمازاں کاہے
 غفلت جام دی تلچھٹ نیں کیہ عقلاں کیہ ایماناں
 بچ پالی دی گل دانگوں، ساڈ ہونا وی مارے
 ایر کھرے دے دانگوں آنکھاں دے سر گھٹے مٹیاں
 عشق، آج ہوش حواس دی بوکھر کھتر جان داناں اے
 وصل، یقین دے مکھ شیشے تے جیوں زنگار جڈا تیاں

کوہکن، گر سنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب
 بے ستوں، آئینہ خوابِ گرانِ شیریں
 کس نے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتشِ خیز
 کس نے پایا اثرِ نالہِ دلہائے حزیں
 سامعِ زمزمہِ اہلِ جہاں ہوں لیکن
 نہ سروِ برگِ ستائش، نہ دماغِ نفیس
 کس قدر ہرزہ سدا ہوں کہ عیاذاً باللہ
 یک قلمِ خارجِ آدابِ دستارِ تمکین
 نقشِ لائحولِ لکھ اے خامۂ ہذیانِ تحریر
 یا علی عرض کر اے فطرتِ دسواس قرین
 منظرِ فیضِ خدا، جانِ ودلِ ختمِ رُسل
 قبلہ آلِ نبی، کعبۂ ایجادِ یقین
 ہو وہ سرمایہٴ ایجاد، جہاں، گرمِ خدام
 ہر کفِ خاک ہے واں گردۂ تصویرِ زمین
 جلوہ پرداز ہو نقشِ قدمِ اس کا جس جا
 وہ کفِ خاک ہے، ناموسِ دو عالم کی امیں
 نسبتِ نام سے اس کے ہے یہ رتبہ کہ رہے
 ابدِ اُپشتِ فلک، خمِ شدہٴ نازِ زمین

خسر و شاہ دی ماڈی سی فرہاد دہاڈی دارا
 پر بت سی شیریں دی پتھر نیندردا سرنانواں
 کینھے ڈٹھے عاشق دی ہاتھواں دے لمبو بلدے
 کینھے ڈٹھیاں دل سڑیاں دیاں ہوکاں وچ تاثیراں
 جگ و سنیکاں دے سب اچھے بول تے سُن داہاں میں
 پر میں نہ وڈیا تیاں جوگا، نہ میں نک چڑھاناں
 میں وی کیڈا منہ پھٹ ہویاں، اب بچائے مینوں
 اکوٹک میں اُری بھتی جاناں ادب آداہاں!
 لکھ تعوید لآحول و لا ادا بول بکاند تے قلمے
 نعرہ مار علی دا طبع ڈراکل توں پیا آکھاں
 منظر فیض جلی دا اوہ چند جان رسول اللہ دی
 قبلہ آل نبی دانالے کعبہ خلق یقیناں
 خلقت کاری داشہزادہ جتھے سیراں کردا
 اوہتوں دی اک اک مُٹھ مٹی گھیرے نقش زمیناں
 اوہدا ایر کھڑے دا جتھے جتھے لشکاں مارے
 اک مُٹھ مٹی پلے بنھدی عزت دوہاں جماناں
 اوہدے تاں دی نسبت لے کے ایڈی اچھی ہوتی
 حشراں تیسکر کنڈنیتیں کرنی مٹی ول آسماناں

فیضِ خَلْقِ اس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا
 بُوئے گل سے نفسِ بادِ صبا، عطسہ آگیں
 تَبَرشِ تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چہ چا
 قطع ہو جاتے نہ سرِ رشتہٴ ایجا کہیں
 کفرِ سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے
 رنگِ عاشق کی طرح، روتقِ بُت خانہٴ چیں
 جاں پناہا! دل و جاں! فیضِ رسانا! شاہا
 وصیِ ختمِ رسل تو ہے بفتوائے یقیں
 جسمِ اطلس کو ترے، دوشِ پیمبر، منبر
 نامِ نامی کو ترے، ناہیہٴ عرش، نگیں
 کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب
 شعلہٴ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں
 آستانِ پر ہے ترے، جوہرِ آئینہٴ سنگ
 رقمِ بندگی حضرتِ جبریلِ امیں
 تیرے در کے لئے اسبابِ نثارِ آمادہ
 خاکبوں کو جو خدا نے دیئے جان و دل و دین
 تیری مدحت کے لئے ہیں دل و جاں کام و ذہاں
 تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم، دست و جبین

اوہدے خَلقِ دافِیض ہمیشاں نالے رہندا تاہیوں
 پھل دی خوشبو توں پُریاں نے فَنڈیاں نہ خوشبو واں
 اوہدی تیخ دی کاٹ کراری دُھماں پتیاں جگ تے
 کدھرے ایسے دھار و جوڈوں کتیاں جان نہ ڈوراں
 اوہدی جھلک پوے تے ساٹے کفر تے انج اڈتے
 چینی بُت خانے دی رونق جیویں رنگِ عشا تاں
 چند حوالے تیرے فیضِ دِلاں تے تیرے، شاہا!
 ختمِ رُسل دا پاک ویسی ایس فتوے نال یقیناں
 تیرے پاک بدن دی خاطر مہرِ نبوتِ منبر
 تیرے اُچھے ناں دی تختی لائی سہرِ آسماناں
 واجب باہجوں تیریاں صفتاں ممکن ہین کہے توں
 لاٹ کتے دیوے دی خبرے دے اوہنوں رُشنا تیاں
 تیری سُرڈل تے پتھر دے ریشیے اندر جوہر
 جبہ سہرِ ایل امین دے سجدے چمکن نقشِ نگاراں
 تیرے درتوں وارن دے لئی جھولیاں دے وچ بھر کے
 لے آتے نیں رب دے بندے دین ایمان تے جاتاں
 دل چند جان، زباناں تیری صفتِ ثنا نوں حاضر
 لوحِ قلم ہتھ رکھ متھے تے تینوں کرنِ سلماں

کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوحِ خدا
 کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں
 جنسِ بازارِ معاصی، اسد اللہ اسد
 کہ سواتیرے کوئی اس کا خسریدار نہیں
 شوخیِ معرضِ مطالب میں ہے گستاخِ طلب
 ہے ترے حوصلہٴ فضل پر از بس کہ یقین
 دے دُعا کو مری وہ مرتبہٴ حسنِ قبول
 کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بارہ آئیں
 غمِ شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبرینہ
 کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں
 طبع کو آفتِ دلدل میں یہ سہ گہرہٴ شوق
 کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مچھ سے جہیں
 دلِ آفتِ نسب و سینہٴ توحیدِ فضا
 نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزریں
 صرفِ اعداءِ اثرِ شعلہٴ دودِ دوزخ
 وقفِ اجباب، گل و سنبل و فردوسِ بریں

کون اے جہیڑا رنج و ڈیائے جتھوں رُب و ڈیائے
 کون اے جہیڑا ہور و دھاتے رونق باغ بہشتاں
 اسد اللہ، اسد ہے جنس گناہواں دے بازارے
 تیرے باہجوں ایہدا کوئی گاہک نہ لہجدا ساتیاں
 غرضاں عرض کرن اندروی کیڈا ہاں منہ پاٹا
 تیرے مہر کرم دے جگرے مینوں لمیاں آساں
 میری رنج دُعادی جھولی پادے شرف تبولوں
 اک اک حرفے سوسو وار آہین کرن تاشیداں
 میرا سینہ غم شبیری نال رہوے رنج بھریا
 رت جگر وی رو رو اٹھدا بہندا اکھیاں رنگاں
 کربل دے گھوڑے دی آلفت ایڈے تار دے مینوں
 جتھوں تیکر اوہدیاں ٹاپاں او تھوں تیکر سیساں
 دل وچ پیار دا ڈیرا، سینے رتے توجید بسیرا
 نظراں حُسن پُجاری تے دم سچ دامارن ساہواں
 منکر جوگے، بلدے دوزخ لمباں ساڑ مواتے
 مومن رکیتے، جنت میوے، کلیاں، پھل گلاباں

شاہ ظفر کی مدح میں عید الفطر کے موقع پر لکھا گیا

ہاں مہِ نورا سُنیں ہم اُس کا نام
 جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام
 دو دن آیا ہے تو نظر، دمِ صبح!
 یہی انداز اور یہی اندام
 بارے دو دن کہاں رہا غائب
 بندہ عاجز ہے، گردشیں آیام
 اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا
 آسماں نے بچھا رکھا تھا دام
 مرجبا اے سرورِ خاصِ خواص
 جب اے نشاطِ عامِ عوام
 عذر میں تین دن نہ آنے کے
 لے کے آیا ہے عید کا پیغام
 اس کو بھولا نہ چاہتے کہنا
 صبح جو جاوے اور آوے شام

بہادر شاہ ظفر دی شان و بیج قصیدہ عید الفطر دے موقعے تے

دس پہلی دیا چننا! کون اے ہیٹھ آسماناں!
 جنھوں توں پیانہ پیاں نبیوں کے آج کریں سلاماں
 دو دن دھمی ویلے شکل دکھائی اے توں!
 ایہو تیرا ورگ تے ہے سیں ایسے حالان
 پر دو ڈنگ رہیا ایں کتھے یار کھڑا چا
 بندے ہتھ نہ آتیاں سہتی ویلے دیاں واگاں
 مار اڈاری جانداں کتھے؟ آسماناں تے
 تاریاں جال بنا کے گڈیاں ہے سن پھاہیاں
 خاصاں دے لتی خاص نشے دی شابا تینوں
 عامان دے لتی عام خوشی دیاں تینوں سبیاں
 تن دھاڑے نہ دتن دی شرموشرمی
 عید خوشی دی لے کے آیوں ہوتیاں عیداں
 اوہ بھلیا دی کامہنوں آکھو بھلیا بندہ
 جیہڑا فجریں جا کے شامیں موڑے واگاں

ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
 تیرا آغاز اور ترا انجام
 رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے
 مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں تمام؟
 جانتا ہوں کہ آج دُنیا میں
 ایک ہی ہے امیدِ گاہِ اَنام
 میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
 غالب اُس کا مگر نہیں ہے غلام
 جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو
 تب کہا ہے بطورِ استفہام
 مہرِ تاباں کو ہو تو ہوا سے ماہ
 قُرْب ہر روزہ برسبیلِ دوام
 تجھ کو کیا پایہ رُوشناسی کا
 جس نے بتقریبِ عیدِ ماہِ صیام
 جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تو
 پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
 ماہِ بن ، ماہِ تاب بن ، میں کون
 مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو انعام؟

کئی میسری گل نئیں ساری دُنیا جانے
 کیسہ نئیں تیریاں پہلیاں کیسہ نئیں پشلیاں راتاں
 میسٹھوں کا ہنوں دل دی گل لکائی رکھتیں
 مینوں کیسہ جاتا امی میں کوئی چغلی خور آں؟
 میں وی جاناں اَج تے سارے جگ دے اندر
 اِکو بوہے توں سبھ لوکاں رکھیاں آساں
 تیرے کن وی اوہدیاں مندراں، من لیاہیں
 غالبِ داناں ہے نئیں جیویں وِچ غلاماں؟
 مینوں پکت اے اینا کو تے توں وی جانیں
 تاہیوں تیرے اگے پاتیاں نئیں میں باتاں
 سورج دی اے قسمت چتا، جے چمکے تے
 ڈھک ڈھک نیڑے بہنا اوہوی نت ہمیشاں
 زنگی عید پناں اِک واری سالوں پچھتے
 تینوں متھے لان دیاں نہ دے اوہ شرفاں
 میں جاناں پتی ہُن تے اوہدی بہر دے صدقے
 پورا چن توں فیہ بنیں گا وِچ اسماناں؛
 پہلی داچن ہو یا چودھویں داچن، تاں کیسہ؟
 مینوں کیہڑا ونڈیاں پا دیں گا بخشیشاں؟

میرا اپنا جدا معاملہ ہے
 اور کے لین دین سے کیا کام
 ہے مجھے آرزوئے بخششِ خاص
 گر تجھے ہے اُمیدِ رحمتِ عام
 جو کہ بخشے گا تجھ کو فر فر دغ
 کیا نہ دے گا مجھے مئے گلِ کام
 جب کہ چودہ منازلِ نسلی
 کر چکے قطع، تیری تیزیِ کام
 تیرے پر تو سے ہوں فر دغ پذیر
 کوئے و مشکوئے و صحن و منظر و بام
 دیکھنا میرے ہاتھ میں بسیر
 اپنی صورت کا اک بلوریں جام
 پھس غزل کی روشنی پہ چل نکلا
 تو سن طبع چاہتا تھا لگام

میرا اودھا اپنا دکھ ادید لحاظ اسے
 اپنے لینے بھاگ کیسے، کیہہ مینوں ہوراں
 مینوں خاص کرم دی آس اے اودھے کولوں
 جے نیں تینوں عام عطا دیاں لگیاں آساں!
 جیہڑے پاتے گا رُشنا تیاں تیری جھولی
 مینوں بھلا نہ دے گا بھر کے جام شراباں
 جیہڑے دن نوں آسماناں دی چودھویں منزل
 پیراں ہیٹھ لتاڑی تیریاں ڈگراں چھوٹاں
 تیرے نور دیاں رُشنا تیاں آچمکانے
 محل منارے، کندھاں بُوہے، کوٹھے گلیاں
 میرے ہتھ وچ دیکھیں کتو کتن بھرتیا
 اپنے رنگا شیشے دا اک جام شراباں
 فیہ غزل دی پٹری تے جا سرپٹ ہویا
 ہلیاں جدوں طبیعت دے گھوٹے نوں واگاں

غزل

زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام
 تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام
 نے ہی پھر کیوں نہ میں پتے جاؤں
 غم سے جب ہو گئی ہو زلیست حرام
 بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے
 کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام
 کعبہ میں جا، بجائیں گے ناقوس
 اب تو باندھا ہے دیر میں احرام
 اس قدح کا ہے دورِ مجھ کو نقد
 چرخ نے لی ہے جس سے گردشِ دام
 بوسہ دینے میں ان کو ہے انکار
 دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام
 چھیڑتا ہوں کہ ان کو غصہ آئے
 کیوں رکھوں ورنہ غالب اپنا نام
 کہہ چکائیں تو سب کچھ اب تو کہہ
 اے پری چہرہ پیکِ تیز خرام

غزل

میرا کم تے کر گتیاں سَن غم دیاں زہراں
 تینوں بھیر کمان دیاں کس دتیاں متاں
 کاہنوں فیر شراب ای نہ جاواں میں پیتی
 جیون حرام جے کیتا میرا دکھ آزاراں
 منہ چمٹاتے کاہدا؟ ایہوی بوہت غنیمت
 نخ نہ جائے کہ ہرے کالاں وی نہیں مٹھیاں
 کعبے اندر سنکھ و جاواں ہُن میں جا کے
 بت خانے وچ جھٹے تے احرام سجاواں
 نقد و نقدی دُور ملے اس جام دامنوں
 جیڑے جام توں گردش قرض لئی آسماناں
 اپنی واری اڑے رہتے جو مکھ چمٹاں
 ساڈا دل منگن تے کر دے رہتے نہیں اڑیاں
 چھیڑاں کرناں تاں جے لگے تارا دہناں نوں
 نہیں تے کاہنوں غالب اپنا نام رکھاواں
 میں تے گلّاں کر لتیاں ہُن تیسری واری
 قاصد چننا! تیرے مکھ توں پریاں واراں

کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا
 ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام
 تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن
 نامِ شاہنشہ بلند مقام
 قبلہ چشم و دل بہادر شاہ
 منظرِ ذوالجلال والاکرام
 شہسوارِ طریقہ انصاف
 نو بہارِ حدیقہ اسلام
 جس کا ہر فعل، صورتِ اعجاز
 جس کا ہر قول، معنیِ الہام
 بزم میں میزبانِ قیصر و جم
 رزم میں اوستا درستم و سام
 اے ترا لطف، زندگی افشا
 اے ترا عمد، فرخی و فرجام
 چشم بد دور، خسروانہ شکوہ
 لوحش اللہ، عارفانہ کلام
 جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ روم
 جرّعہ خواروں میں تیرے مہرِ حام

کیڑی ہستی دے بوہے تے مٹھے رگڑن !
 سُو رُج ، چُن ، ستارے کیہہ اَسْمانِ زمیناں
 نہیوں سمجھ رلی تے سُن میں دَساں تینوں
 ناں شاہواں دے شاہِ دا جیدیاں اُچیاں شانوں
 اکھتے دل دا کعبہ نام بہادر شاہ اسے
 ربِ کریم جلال و کھالی اوہدیاں دکھاں
 عدل نیاں دی لیہہ اُتے جو گھوڑے چڑھیا
 دینِ اسلام دی پھلواڑی جو باغ بہاراں
 جس دا ہر اک فعل تے کم کرامتِ درگا
 جس دا ہر اک قول سخنِ الہام پہچاناں
 رنگاں میلے ، قیصر تے جَم جیسے پر وہنے
 جنگاں اندر پٹھے اوہدے رستم ، گاماں
 تیرے مہر کرم تھیں مانے موجِ حیاتی
 تیرا حکم تے شاہی مانے لمیاں عمراں
 نظرے جان نہ تیرے کنگرے شاہیاں والے
 شعرِ سخنِ عرفان بھرے نوں رت دیاں رکھاں
 تیرے تے چند وارن قیصر رومی درگے
 مُرشدِ جامی تیتھوں منگے گھٹ شراباں

وارثِ ملک جانتے ہیں تجھے
 ایرج و تور و خسرو و بہرام
 زور بازو میں مانتے ہیں تجھے
 گیو، گوردز، بیسن و رہام
 مرحبا! موشگافیِ ناوک
 آفریں! آبداریِ مصمصام
 تیر کو تیرے، تیرِ غیرِ ہدف
 تیغ کو تیرے، تیغِ خصم، نیام
 رعد کا کمرہ ہی ہے کیسا دم بند
 برق کو دے رہا ہے کیا الزام
 تیرے فیصلِ گراں جسد کی صدا
 تیرے زخمشِ سبکِ عنال کا خرام
 فنِ صورتِ گمری میں تیرا گرز
 گرنہ رکھتا ہو دستگاہِ تمام
 اس کے مضروب کے مرد تن سے
 کیوں نمایاں ہو صورتِ ادغام
 جب ازل میں رستم پذیر ہوتے
 صفحہ ہاتے لیالی و ایام

تینوں اپنے راج تاج دا وارث جانن
 ایرج، تورٹے خسرتے بہرام ہزاراں
 تیرے ڈنڈاں تے پٹاں داہل متیا اے
 رستم، گیوتے بیٹن درگے سبھ پلواناں
 بے تیر دے اچیسر دکھاندا وال وی جہڑا
 اَشکے تیسری تیغ دیاں چمکاں تے ڈلھکاں
 تیرا تیسر کرے دشمن دے تیر نشانہ
 تیسری تیغ لئی دشمن دی تیغ نیساں
 بجلی دے کڑکارے داومی ساہ پیتا اے
 بجلی دے چمکارے نوں دتیاں نیں ماتاں
 تیرے کوٹھے جیڈے ہاتھی دی گڑ گج نے
 تیرے گھوٹے جدوں مدانے وٹیاں چھوٹاں
 صورت گریاں دے فن اندر گز ایہ تیسرا
 جے نتیں رکھدا فنکاری دیاں چنگیاں جاچاں
 ایہ دے پھتے جتے دے سرتے سینے دا!
 منہ بہرا کو کیوں لگے جیوں ٹھکیاں پچالاں
 وگی روز ازل نوں تقدیراں دی کانی!
 لکھے گتے سن درتے کیہہ دن تے کیہہ راتاں

اور ان اوراق میں بکلیک قضا
 مجھلاً مندرج ہوتے احکام
 لکھ دیا شاہدوں کو عاشق کش
 لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام
 آسماں کو کہا گیا کہ کہیں
 گنبد تینہ گرو نیلی و نام
 حکم ناطق لکھا گیا کہ کہیں
 نعال کو دانہ اور زلف کو دام
 آتش و آب و باد و خاک نے لی
 وضع سوز و نم و رم و آرام؛
 مہر رخشاں کا نام، خسرو روز
 ماہ تاباں کا اسم، شخنة شام
 تیسری تو قیغ سلطنت کو بھی
 دی بدستور صورتِ ارقام
 کاتب حکم نے بموجب حکم
 اس رقم کو دیا طرزِ دوام
 ہے ازل سے روانی آغاز
 ہو ابد تک رسائی انجام

ایہناں وَر قیاں اُتے تقدیراں دی کانی
 حکم قضا دامن کے لکھیاں ایہہ تقدیراں
 لکھیا معشوقاں نوں، تاتل عشتاقاں دے
 لکھیا عشتاقاں نوں ویرمی رہن براتاں
 ہو یا حکم آسماناں دے لئی ایہہ درگا ہوں
 نیلا گنبد گولا چکریں چڑھے ہمیشاں!
 ہو یا حکم اٹل سخن تے شعراں اندر!
 بل نوں دانہ آکھو، زلف نوں آکھو پھیاں
 اگت، پانی تے وار مٹی دے لیکھے لگے
 سیکے، ووتر، دڑکاں تے سکھ چین اداواں
 رشکے سورج داناں آج توں، دن دا راجا
 روشن چن داناں لکھیا، کٹواں نماشاں
 تیری شاہی دے فرمان دے درتے اُتے
 ایسے دن توں لاگو ہویاں سن تحسیراں
 حکم قضا دے کاتب امن کے حکم قضا دا
 تحسیراں تے لایا ٹھپا حکم دواماں
 جیہڑی شاہی ازل دھاڑے نال شروع اے
 ربا حشر دھاڑے تیکر جان اخیراں!

شاہ ظفر کی مدح میں

صبح دم دروازہ خا اور کھلا
 مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا
 خسروِ انجم کے آیا صرف میں
 شب کو تھا گنجینہ گوہر کھلا
 وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
 صبح کو رازِ مہ و اختہ کھلا
 ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
 دیتے ہیں دھوکا یہ باز گیر کھلا
 سطحِ گہروں پر پڑا تھا رات کو
 موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا
 صبح آیا جانبِ مشرق نظر
 اک نگارِ آتشیں رخ، سر کھلا

بہادر شاہ ظفر دی شان و بیج قصیدہ

فجراں ویلے پڑھدے دادروازہ کھلا
 جگ نشکاندے سورج دا لشکارا کھلا
 تاریاں دے سلطان نے آن ٹٹیا سارا
 موتی بھریا رات خندانہ جیہڑا کھلا
 اوہ تے ہنسی جاڈو دا اک کھیڈ وکھالا
 فخریں چن تے تائے داسب اوہلا کھلا
 تارے کچھ نہیں آپ وکھالی کچھ دیندے نہیں
 دھوکھا دیندے ایسہ بازی گر کھلا کھلا
 راتیں آسماناں دی چادر تے ہر پاسے
 موتی موتی گھنسا سی ہر اک ڈا کھلا
 فجراں آتیاں پڑھدے وگورا، نظری آیا
 نار جیہیا مکھ بھنڈا دل بس جھاناکھلا

تھی نظر بندی، کیا جب ردِ سحر
 بادۂ گلہ رنگ کا ساغر کھلا
 لا کے ساتی نے صبوحی کے لئے
 رکھ دیا ہے ایک جامِ زر کھلا
 بزمِ سلطانی ہوتی آراستہ
 کعبۂ امن و اماں کا در کھلا
 تاجِ زرین، مسرتایاں سے سوا
 خسر و آفاق کے مومنہ پر کھلا
 شاہِ روشن دل، بہادر شہ کہ ہے
 نہ از ہستی اس پہ سرتا سر کھلا
 وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں
 مقصد نہ چرخ و ہفت اختر کھلا
 وہ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے
 عقدۂ احکام پیغمبہ کھلا
 پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام!
 اس کے سرہنگوں کا جب ذکر کھلا
 روشناسوں کی جہاں فہرست ہے
 واں لکھا ہے چہرہٴ قیصر کھلا

اگھ دھوکے تے کیتا توڑ جدوں جاؤ دَا
 لال گلاب شراباں دا اک پیالا کھلا
 ساتی فجر صُبُوحی دے لئی پیٹ نرتے
 آندا جام صُراحی میسرے جوگا کھلا
 شاہی محفل جگ جگ مگ سجدی دیکھو
 امن آناں دے کعبے دا بوہا کھلا
 سر سونے داتا ج، سوایا سورج کولوں
 شاہ دے مکھڑے اُتے دُون سوایا کھلا
 شاہ بہادر شاہ، جیہدا دل روشن ایڈا
 رازہ حیاتی دا اوہدے تے سارا کھلا
 اوہدی ہستی انجیدی اے جس دے جمن توں
 بھیت زمی آسماناں دی خلقت دا کھلا
 گنڈھاں کھولن والے اوہدے نو نہ دے پتھوں
 پاک نبی دے حکماں دا ہر عقدہ کھلا
 دارا ورگے داناں سبھ توں اُتے دِسیا
 ایہدی فوج دے سکھے دا جد ورتا کھلا
 نوکر چاکر درج نیں جیہڑے ورتے اُتے
 او تھے قیصر جیسے دا ڈٹھا حکیم کھلا

تو سن شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب
 تھکان سے وہ غیرتِ صرصر کھلا
 نقشِ پاکی صورتیں وہ دُشرب
 تو کئے، بُتِ خانہ آذر کھلا
 مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے
 منصبِ مہر و مہر و محور کھلا
 لاکھ عقدے دل میں تھے لیکن ہر ایک
 میری حسرتِ وسع سے باہر کھلا
 تھا دلِ وابستہ، قفلِ بے کلید
 کس نے کسولا؟ کب کھلا؟ کیونکر کھلا
 باغِ معنی کی دکھاؤں کا بہار
 مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا
 ہو جہاں گرم غزلیخوانی، نفس
 لوگ جہاں نہیں، طبلہ معنیر کھلا

گھوڑا شاہ ظفر دا ایڈے پنج کھلارے
 اصطلبلوں جے کدی ورو لے ڈرگا کھلا
 ایہدے پتر کھرے دے شکلاں اوہ گھڑیاں نہیں
 جیویں آذر دا بُت نسانہ بکیریا کھلا
 شاہ دے فیض دیاں تاشیراں پاروں میں تے
 بھیت زمی آسمان تے جن سورج دا کھلا
 لکھاں عقدے میرے سینے ڈکے سن پر
 اک اک عقدہ میری ہمتوں باہرا کھلا
 بیٹی مٹھ سی دل، جیوں جنڈرا چابی باہجوں
 کتھے کھول دکھایا؛ کیوں؛ کہ ڈا کھلا
 کراں ہساراں شعر سخن پھلو اڑی اندر
 میرے نال جے شاہ سخن و نجاہ کھلا
 جتھے تے تار الیکاں شعر غزل دے
 لوکی جانن کستوری دا کپٹا کھلا

غزل

کُنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا
 کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا
 ہم پکاریں اور کھلے، یوں کون جائے
 یار کا دروازہ پاویں، گر، کھلا
 ہم کو ہے اس رازداری پر گھمنڈ
 دوست کا ہے راز، دشمن پر کھلا
 واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ
 زخم لیکن داغ سے بہتہ کھلا
 ہاتھ سے رکھ دی کب ابرو نے کہاں
 کب کمر سے غمزے کی خنجر کھلا
 مُفت کا کس کو بُرا ہے بدرقہ
 رہبری میں پردہ رہبہ کھلا
 سوزِ دل کا کیا کرے، بارانِ اشک
 آگ بھڑکی، مینہ اگر دم بھر کھلا
 نامے کے ساتھ آگیا پیغامِ مرگ
 رہ گیا خط، میری چھاتی پر کھلا

غزل

کھنڈ الار کے انج کیوں گوشے بہنڈا کھلا
 ہنڈا انج کوری پنجرے دا بوا کھلا؛
 ساڈے کھڑکاتیاں کھلے، انج کیہڑا جائے
 سجنساں دا جے دیکھ لیا دروازہ کھلا
 سینے ڈک ڈک بھیت اسی پے تڑ تڑ بہتے؛
 دیری تائیں بھیت سجن دا سارا کھلا
 داغ وی انج تے دل اُتے سی بلدا دیوا
 پھٹ دے دا داغ ہوراں توں بوہتا کھلا
 ہتھوں کدی کمان بھواں نے چھڈی کتھے
 نخرے دے لک خنجر بھیا کیہڑا کھلا
 مفتو مفتی آگو کتھوں وارا نتیں جے
 پنڈے پے تے آگو دا وی پردا کھلا
 ہنجواں دا مینہ دل دی دھونی دا کیہہ کردا
 بھر کی لب کدی جے مینہ اک لخطہ کھلا
 خط آیا نالے ای موت سنبوڑا آیا
 دھریا رہیا خط سینے تے کھلے دا کھلا

دیکھیو! غالب سے گرا لُجھا کوئی
 ہے دلی پوشیدہ اور کافر کھلا
 پھر ہوا مدحت طہرازی کا خیال
 پھر مرہ و خورشید کا وقت کھلا
 خامر نے پائی طبیعت سے مدد
 بادباں بھی، اُٹھتے ہی لنگر کھلا
 مدح سے مدوح کی دیکھی شکوہ
 عرض سے یاں رتبہ جو ہر کھلا
 مہر کا نیا، چرخ چکر کھا گیا
 پادشہ کا رایتِ شکر کھلا
 پادشہ کا نام لیتا ہے خطیب
 اب عسکو پایہ منبر کھلا
 سکہ شہ کا ہوا ہے رُوشناس
 اب عیارِ آبروتے زر کھلا
 شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ
 اب مالِ سعی اسکر کھلا
 ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے
 اب فریبِ طغرل و سنجر کھلا

غالب نوں مہتھ پائے تے کوئی ویکھ کے پاتے
 دِلوں دلی اے اُتوں کافہ کھلا کھلا
 فیہ طبیعت صفت ثنا دے وارے آئی
 سُوْرَج تے چن والا فیہ آ لیکھا کھلا
 فیہ قلم امداد طبیعت کولوں منگی
 لنگر چکیا بادبان دا پردہ کھلا
 صفتاں نے موصوف دی کیتی شان اُچیری
 عرض وسیلے جوہر دا وی رتبہ کھلا
 سُوْرَج کُتِب گیا، اَسْمَان بھوالی کھاہدی
 شاہی لشکر دا جد آن پھریرا کھلا
 شاہ دا نام خطیب پکارن خطبے اندر
 منبر دی دڈیائی دا وی اوہلا کھلا
 شاہ دی مورت دا اے ٹھپا سکے اتے
 سونے دی آدر دا اُج نکھیڑا کھلا
 شاہ دے اگے شیشہ مکھ دکھاندا رہندا
 اُج سکندر دی کرنی دا قصہ کھلا
 جگ نے ویکھ لیا اے وارث ملک قدیمی
 طغندل تے سنجہ دا پول لنگارا کھلا

ہو سکے کیا مدح؟ ہاں اک نام ہے
 دفترِ مدحِ جہاں داور کھلا
 فکر اچھی، پر ستائشِ نا تمام
 عجزِ اعجازِ ستائشِ گر کھلا
 جانتا ہوں، ہے نوحِ لوحِ ازل
 تم پہ اے خاقانِ نام آور کھلا
 تم کرو صاحبِ قرآنی جب تک
 ہے تسلیمِ روز و شب کا در کھلا

قطعہ

گتے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری
 کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے
 بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی، جانے دو مل جاؤ
 قسم لو ہم سے، گر یہ بھی کہیں، کیوں ہم نہ کہتے تھے

صنفت نہ کہیتی جاتے بس اک ناں لکھوایا
 جگ دے شاہ دی صنفاں دا آج لیکیا کھلا
 میری فسکر اچیری سہتی پڑھت ادھوری
 آن اعجاز صفا توں عجز و چارا کھلا
 جو دی لکھتاں ہین ازل دی تختی اُتے
 تیرے آگے شاہا اوہ سبھ شیشہ کھلا
 تیری صاحبقرانی چمکے اونے تیکر
 چتے تیکر بڑھا رات دناں دا کھلا

قطعہ

لَدَکَّتے دِن جسد نادانی وِچ غیساں دی یاری دے
 توں گن گانڈا نہیں سنیں تھکدا اسی چھیتے رَہندے ساں
 بمرنہ سٹ ہن پائٹ پئے گئی آ، تے ساڈے نال بنا
 سوئہ لے لے جے ایہوی کہتے، اسی دی یاد ای کندے ساں

چکنی ڈلی

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی
 زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہتے
 خامہ انگشتِ بندان کہ اسے کیا لکھتے
 ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہتے
 مُہِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھتے
 حرزِ بازو تے شکرِ فانِ خود آرا کہتے
 مہی آلود سر انگشتِ حسیناں لکھتے
 داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہتے
 خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھتے
 مہرِ پستانِ پرہیزگار سے مانا کہتے
 اختہِ سوختہِ قیس سے نسبت دیکھتے
 خالِ مشکینِ رُخِ دلکشِ یسلا کہتے
 جسدِ الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض
 نافہ آہوتے بیابانِ ختن، کا کہتے

سپاری دانہ

آپ سہراں نے ہتھ تلی تے دھری سپاری جیٹری
 ایہنوں سبھ کچھ پھیدا اے جیڈاوی چنگا آکھو
 قلماں انگلاں منہ وچ پائیاں، کیہہ لکھتے جا ایہنوں
 جیجھاں نے منہ بکلی دتے ایہنوں کیہہ جا آکھو
 لکھتے ایہنوں، مہر پیارے سجاں دے خط لگی
 میٹھے دا تعویذ کسے دلبر دی بانہہ دا آکھو
 دلبر دی انگلی دا پوٹا مندی رنگیا، لگتے
 یا سینے تے داغ کسے عاشق دے، سبجیا آکھو
 دیکھیں وچ سلیمانی مندری ورگی پتی جا پے
 یا پستان پری تے ایہنوں چوسی ورگا آکھو
 مجنوں دے بختاں دے مڑ گئے تارے داناں دیتے
 لیلا دے سندر مکھڑے اتے تل کالا آکھو
 کعبے دی کندھ اتے حجر اسود جے من لیتے
 فیہر ختن دے ہرن دی دھتی بچجیا نازہ آکھو!

وضع میں اس کو اگر جانئے قافِ تریاق
 رنگ میں سبزۂ نوخیزِ میسا کہتے
 صومعے میں اسے ٹھہراتے گرہِ نماز
 مے کدے میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہتے
 کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھتے
 کیوں اسے نقطۂ پرکارِ تمتا کہتے
 کیوں اسے گوہرِ نایابِ تصور کیجے
 کیوں اسے مردکبِ دیدۂ عنقا کہتے
 کیوں اسے تُمکۂ پیداہنِ لیلا لکھتے
 کیوں اسے نقشِ پے ناۃِ سما کہتے
 بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض
 اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہتے!

شکلوں جے پی لگے ایہہ تریاق دے قاف طراں دی
 رنگوں ایہنوں عیسیٰ دی لہندی مس وِرگا آکھو
 جے ایہنوں مسجد دے اندر جانو سجدہ گاہ دے
 مینخانے وِچ مٹ شہر اباں تھتے ٹھنّا آکھو
 کاہنوں لکھتے، پیار خزانے دے بوسے دا جنڈرا
 کاہنوں ایہنوں سَدھری پرکار دا نقطہ آکھو
 کاہنوں ایہنوں سوچاں اندر سمجھو نا در منکا
 کاہنوں ایہنوں عنقا دی اکھ دھیری وِرگا آکھو
 کاہنوں لکھتے ایہنوں لیسلا دے چولے دا بیڑا
 کاہنوں ایہنوں سلما دی ڈاچی دا پیڑا آکھو
 آپ ہوراں دی ہتھ تلی نوں جے کر دل من لیتے
 تاں فیہ ایس سپاری تاہیں داغ دِلے دا آکھو

قطعہ معذرت

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی؛
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

سو پشت سے ہے پیشہ آباپہ گری
کچھ شاعری ذریعہٴ عزت نہیں مجھے

آزادہ رُو ہوں اور مرا مسلک ہے صلحِ کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

استادِ شہ سے ہو مجھے پر خاش کا خیال؛
یہ تاب، یہ مجال، یہ طاقت نہیں مجھے

جامِ جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

حقی گل

میں تے اصل حقیقت گل دی عرض کراں درگا ہے
بجلیاں اپنے آپ دیاں ای وڈیاں نئیں مینوں

سو پستیاں توں وڈ کے میرے رتے لشکر دے موہری
زیریاں شعر سخن و توں بلیاں عزتاں نئیں مینوں

میں تے دل دا کھٹاں میرا مذہب پریم خدائی
کدی کسے دے ویر دیاں بیسنے رڑکاں نئیں مینوں

ایہہ کوئی گھٹ شرف نئیں ہویاں چاکر آپ ظفر دا
منیب دولت، کرسی دئی اَج بختاں نئیں مینوں

شاہواں دے استاد ہوراں دا سول کراں میں کیویں
ایڈ کلیجا، ایڈ اجگرا، ایہہ ہمتاں نئیں مینوں

جم دے ساغر شیشے وانگوں شاہ دا صاف ضمیر اے
قسمان نال گواہیاں دین دیاں لوڑاں نئیں مینوں

میں کون، اور ریختہ؟ ہاں اس سے مدعا
 جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے
 سہرا لکھا گیا ز رہِ اقبالِ امر
 دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہیں مجھے
 مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات
 مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے
 روتے سخن کسی کی طرف ہو تو رو سیاہ
 سودا نہیں، جنوں نہیں، وحشت نہیں مجھے
 قسمت، بُری سہی پہ طبیعت بُری نہیں
 ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے
 صادق ہوں اپنے قول میں غالبِ خدا گواہ
 کتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

میں آں کہہہ؟ تے رینتہ کا ہداہ جو کچھ وی میں کرناں
 آپ دیاں خوشیاں توں آگے کچھ خوشیاں نئیں مینوں
 سہرا لکھیا سی میں ڈر دے، نمن کے حکم محلوں
 ویکھ لیا ہن تھان لبھنی کدھرے بھجیاں نئیں مینوں
 مقطع اندر آن پئی اے اینویں گل مدھستانی
 ڈور محبت ٹٹے، ایتھوں ایہہ غرضاں نئیں مینوں
 گل ہٹاڑ کسے دل ہو دے تے منہ کالا ہو دے
 جھل، مراق نہ مینوں، جن دا پڑچھاواں نئیں مینوں
 لیکھ نہ ہوتے چنگے پرنتیں طبع طبیعت بھیرمی
 شکر خدادا، کرن شکایتاں وی آتیاں نئیں مینوں
 قول اپنے داسچاں غالب، رب نوں ضامن کر کے
 سچی آکھاں، جھوٹے دیاں پتیاں بھلتاں نئیں مینوں

۱۔ جیڑے سہے دل اشارہ اے اود بہادر شاہ ظفر دے پیارے پتر جواں بخت دی
 شادی تے بادشاہ بیگم نواب زینت محل دے حکم تے لکھیا گیا سی۔ ۲۔ سخن گسترانہ مات۔ گل۔ عالی
 دا قصہ مشہور اے ایس لئی تفصیل دیج جان دی لوڑ نئیں۔ ۳۔ روئے سخن۔

مدعا تے ضروری الاظہار

بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں

اے شہنشاہِ آسماں اورنگ
 اے جہاندارِ آفتاب آثار
 تمہا میں اک بیواتے گوشہ نشین
 تمہا میں اک درد مندِ سینہ فگار
 تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی
 ہوتی میری وہ گرمی بازار
 کہ ہوا مجھ سا ذرہ ناچینہ
 روشناسِ ثوابت دستیار
 گرچہ از روتے تنگ بے ہنری
 ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خوار
 کہ گر اپنے کو میں کہوں تحاکی
 جانتا ہوں کہ آتے خاک کو عار

حالِ پُکار

بہادر شاہ ظفر دی خدمتِ بڑج

شاہ! تیرا عرشاں اُتے تخت ہمارے
 سلطانا! سورج تیتھوں منگے چکاراں
 میں ساں کھونجے لگا اک نقیہ نما نا!
 دکھاں دی تلواروں سینے زخم ہزاراں
 مینوں آپ ہوراں نے جیڑی آدر بخشتی
 اوہنے دھم دھماتی گلیاں تے بازاراں
 اوہدے صدقے میرے جیسے اک ذتے دی مئی
 لشک پچھان لئی اسے ثابت تے سیاراں
 بجا دیں شرم کچھ پئے دی ایڈی مینوں
 اپنی آپ نظر دے دج بتیرا خوار آں!
 ایتھوں تیسکر جے میں خود نوں اکھاں خاکی
 خاک و چاڑی دی بہر پاتے مٹیاں عاراں

شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہ ہوں
 بادشاہ کا غلام کار گزار
 خانہ زاد اور مرید اور مداح
 تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
 بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر
 نسبتیں ہو گئیں مشخص چار
 نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں
 مدعا تے ضروری الاطہار
 پیر و مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں
 ذوقِ آرائش سرود ستار
 کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر
 تانہ دے باد ز مہریر آزار
 کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش
 جسم رکنتا ہوں ہے اگرچہ نزار
 کچھ خریدتا نہیں ہے اب کے سال
 کچھ بنسایا نہیں ہے اب کی بار
 رات کو آگ اور ذوق کو ڈھوپ
 بھاڑ میں جا تیں ایسے لیسل و تہار

پر میں دل وچ بوسہ مان تران و ساتے
 شاہ دا چاکر سوکے آیاں وچ شماراں
 میں تے آپ مُرید، شناسا کرنا لے بردا
 حمد یوں لا ایسے درگا ہے عرض گزاراں:
 شکر خدا دا کرناں مَن تے نوکرومی آں
 ہن تے بچھیاں نیں مینوں ایہہ چارے تاراں
 آپ ہوراں نوں دُساں نہ تے کبھوں دُساں
 دل دیاں گلاں، کتھے کرتے حال پکاراں
 مرشد سائیں مینوں بجاویں اکانٹیں کجھ
 بہرتے بنھنے آوندے شملے تے دستاراں
 فیرومی ٹھنڈ سیالے اندر کجھ تے ہووے
 تاں جے بیت ہو انہ کڈھے جُستیوں آراں
 مینوں کاہنوں بیڑالتا لوڑی دانٹیں
 جسم تے ہے نا، بجاویں دانگ نجیف نزاراں
 ایس وِرحے تے کوئی غرض خریدی نہیں میں
 گھر دا کجھ وِرحی کر نہیں سکیا میں اس واراں
 راتاں نوں اگ سیکاں تے دن چڑھیاں دھپان
 بھٹی اندر پاتے انجڈے لیس نہاراں

آگ تاپے کہاں تلک انساں؟
 دُھوپ کھائے کہاں تلک جاندار؟
 دُھوپ کہتا بش آگ کی گرمی
 وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ
 میسری تنخواہ جو مقدر ہے
 اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار
 رسم ہے مُردے کی چھ ماہی ایک
 خصلت کا ہے اسی چلن پہ مدار
 مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات
 اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار
 بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض
 اور رہتی ہے سوڈ کی تکرار
 میسری تنخواہ میں تہائی کا
 ہو گیا ہے شریک سا ہو کار
 آج مجھ سا نہیں زمانے میں
 شاعرِ نغر گوتے خوش گفتار
 رزم کی داستاں اگر سنیتے
 ہے زباں میسری تیغ جو ہر دار

کتھوں تیکر بندہ اگت دے سیکے جھتے
 کتھوں تیکر چند جبرے دھپیاں دیاں ماراں
 دھپیاں دے سیکے تے توبہ اگ دیاں لاساں
 زبا اگت غذا یوں سانوں دے چھٹکاراں
 میری جہیڑی سدرکاروں تنخواہ کجھتی اے
 اوہے ملن دیاں نیں کوئی عجب بہاراں
 رسم چھماہی مردے دی کر دے اگ واری
 ایسے ڈگرے ٹردی جانندی خلق ہزاراں
 میرے دلوں دیکھو میں تے جیوناں حالے
 میری کر د چھماہی اگ درھے، دو داراں
 مھینے مھینے قرض چڑھے جنھاں داسرتے
 کر دے نیں اوہ سوہ بیاچ دیاں تکاراں
 میری ساری تنخواہ دے تریکے جھتے تے
 مار لیا اے مل ہنتے توں شہا ہوکاراں
 آج زمانے اُتے نیس کوئی میرے ورگا
 شاعر جہیڑا اِنج کرے مہٹیاں گفتاراں
 جنگاں دی جے کہانی سنو زبانی میسری
 میسری جیپھ کرے جو کم کرن تلواراں

بزم کا التزام گر کیجے !
 ہے قلم میرا ابر گو ہر بار
 ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد
 قسم ہے گر کرو نہ مجھ کو پیار
 آپ کا بندہ اور پھڑوں ننگا؟
 آپ کا نوکر اور کھساؤں ادھان؟
 میری تنخواہ کیجے ماہ بہ ماہ
 تانہ ہو مجھ کو زندگی دُشوار
 ختم کرتا ہوں اب دُعا پہ کلام
 شاعری سے نہیں مجھے سروکار
 تم سلامت رہو ہزار برس
 ہر برس کے ہوں دن چاپس ہزار

رنگاں میلے دی جے لکھتے کتھا سہ سانی
 میسری قلموں موتی دسن ابر بچو ہاراں
 ظلم خُدا دا جے نہ داد سخن دی دیویں
 قمر خُدا دا جے نہ جتیں نال پیاراں
 آپ ہوراں دا بندہ ہو کے، ہوداں ننگا!
 آپ دا نوکر ہو کے، وقت اُدھار گزاراں!
 میسری جو تنخواہ اے تارو مھینے مھینے
 تاں جے مینوں جیتوں بنے نہ اوکھیاں کاراں
 بیس دُعائے اپنی ساری گل مکاناتاں
 شعر سُخن تے میں کوئی ایڈا دھیان نہ ماراں
 تیری رب ہزار دُرھے دی کرے حیاتی
 دُرھے دُرھے دِج ورھیاں دے دِن لکھ ہزاراں

متفرقات

اب رہا ہے کب ہمیں حُور و بشر کا امتیاز
دیکھ کر جاتا رہا تجھ کو نظر کا امتیاز

آگے اپنے یار کے غالب ہمیں معیوب ہیں
ورنہ ہے کس کے اُسے عیب و ہنر کا امتیاز



پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں



اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقتِ آرائش
لباسِ شعر میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

متفرق شعر

ہُن کتھے نیں سانوں بندیاں حُوراں وِج پچھاناں
 ڈٹھاتینوں کھلر گتیاں اکھاں وِج پچھاناں

غالب اپنے سجن لتی تے اسیو بوہتے عیسی
 عیب تو ابوں ہوتیاں نئیں سو ہوراں وِج پچھاناں



پانی کولوں جیویں ترہیندا ہلکاتے دا وڈھیا
 شیشے توں پیا ترہیناں مینوں لوکاں داڑھ لیا جے



قد قامت یار قیامت جیہے کر ہار شنگار اسدا اٹھدے
 وِج شعر لبادے ہر چکدا جیویں مضمون اچیرا اے

دیدہ خونبار ہے مدت سے دلے آج ندیم
دل کے ٹکڑے بھی کسی خون کے شامل آتے

ابر روتا ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرو
برقِ منستی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو

کمالِ حُسن اگر موقوفِ اندازِ تغافل ہو
تکلفِ برطرف! تجھ سے تری تصویر بہتر ہے

شکوہِ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا
غالبِ ایسے گنج کے شایاں یہی ویرانہ تھا

اکھیاں توں رت دسدیاں عمراں ہوئیاں، پر اج سچنا!
 دل دیاں پھنجرٹاں دی کجھ رل کے رت پھوہارے آئیاں

بدل رووے، عیش بلیجے چھپتی کرو تباری
 بجلی ہس کے آکھے فرصت ہے اک دم دی سانوں

بے پروا ہیاں کریاں جے کر ہووے حسن مکمل
 فیرا ایہ سن لے! تیتھوں تیری مورت سوہنی جا پے

یاراں دا شکوہ وی پیا دل دے ڈھیر غباراں
 غالب ایس خزانے لائق، میسی ایہہ ویرانہ



عزیزم خالد احمد نے مجھے بتایا کہ ایک پنجابی شاعر اسیر عابد نے دیوان غالب کو شاعری میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تو مجھے مسرت کی بجائے محسوس ہوا کہ پنجابی میں منتقل ہو کر کہیں مرزا غالب کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔ میں سوچتا تھا کہ اسیر عابد نے غالب کے مثلاً اس شعر کے ساتھ کیا کیا ہوگا:

دل نہیں ورنہ دکھاتا تجھ کو داغوں کی ہما
اس چراغاں کا کروں کیا کارسرخ باہل گیا

میں نے اس شعر کا ترجمہ بطور خاص کیا، اور جب یہ ترجمہ پڑھا تو دم بخورہ گیا کہ مرزا کے اس رشتے شعر کے کو اسیر عابد نے کچھ اس طرح پنجابی کا جامہ پہنایا ہے کہ اگر غالب زندہ ہوتا اور پنجابی سے بھی شہد ہوتی تو یہ ترجمہ سن کر وہ اسیر عابد کو سینے سے لگا لیتا۔

دل ہنڈاتے آپسے تینوں بندے دلخ دکھاندا
میں اسیر دیوے کتھے بلاں بالن والا لبیب

یہ شعر اس طرح کے سچے اور اچھے تراجم میں سے نہیں سٹور ہو کر نہ گیا۔ میں سچے سچے اس طرح شعر کتنا قدرت کی طرف سے ودیعت کی ہوئی قوتوں کا اظہار ہے۔ اچھے شعر کا اچھا ترجمہ ہی قدرت کی اس ودیعت خاص کے بغیر ممکن اور اسیر عابد اس ودیعت خاص سے پوری طرح آراستہ ہے۔

احمد ندیم قاسمی

اُج تے غالب دا خیال ایوالے بے کاغذی پیرا بن پائے نقش اپنے نقاش
بارے فریادی ہو جاندا لے پر میرا خیال اسے بے اسیر عابد نے جس طراں اوہدیاں
غزلاں نوں پنجابی چولا پویا لے اوس دی کوئی غزل دی فریادی تقریب آکے دی
سگوں اوس دلا تھن گڑی داگوں ہوردی ہور پر سوہنی لگتے دی جیڑی پنجاب دے
کے پنڈ وچ آوتی ہو دے تے اوتھے داؤس قبول کر گئی ہو دے۔ ایساں غزلاں
نوں ایہ لباس پوا کے اسیر عابد نے سچے اپنے کمال دا مظاہرہ کیتا لے اوتھے
ایساں غزلاں دے جامہ زیب ہون دی گواہی وی پادتی لے۔

ایساں غزلاں نوں پنجابی وچ ڈھالن دی ضرورت سی تے ایہ کم اسیر عابد
ای کر سکا اسی۔ پہاڑ کٹ کے دودھل نرو گانا ہر تیبے والے دے ہس دی
گل نہیں ہوندی۔

شریف کنبھاری